

6.1475





اور ہے اخلاق  
نہ

درجہ چارہ چارہ

۲۸۴

جلد چہارم

# تہذیب الاخلاق

میں نمونہ ساجد

جناب نواب اتھار جنت لونی مشتاق حسین صاحب

مشہور نمونہ صاحب یہ تہذیب لانی

مولوی خواجہ الطاف حسین حالی مولوی محمد دجا اللہ صاحب شاعر العلماء

فہرست قیام صاحب

منہج تہذیب الاخلاق بہفت سالہ

ایماندہ شاعر لکھنؤ ۱۳۵۲ ہجری

مفتی الدین ملک حسن الدین ملک تاج الدین گزنی تاجران

نقشبندیہ لکھنؤ کوچہ کھنڈیاں بازار کشمیری

لاہور





# دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تہذیب الاخلاق کی اشاعت کی ضرورت

جن لوگوں نے خواجہ غفر الدین موسیٰ کی کتاب اخلاق نامہ صری پڑھی سے وہاں بات کہ خوب جانتے ہیں کہ تہذیب الاخلاق ایک کتاب ہے اور کما مائے کرام، علمائے عظام کی مجلس میں وہ کس مرتبہ اور عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ لیکن جن لوگوں کو اخلاق نامہ صری کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا، ان کو تکلیف دہ ہے۔ لیکن آج سے چھ سو برس پیشتر ترکستان کے شہر تاشی میں جو ایک حکیم فاضل اور اسناد کامل ابو علی رشکویہ خاتون مازی گزرا ہے۔ یہ اس کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے مضامین کی عمدگی بیان کی غیبی۔ زبان کی سلیبی کی وجہ سے ایسا حسن قبول حاصل کیا تھا۔ اور اب یہی جیسے شخص نے جو اپنے زمانہ کا ایک نامور عالم اور مشہور فاضل تھا جب ترکستان کے حاکم امیر صلا الدین عبدالرحیم کی پاس حاضر تھا۔ کتاب اخلاق نامہ صری مرتب کی تو فن اخلاق کے متعلق صرف اسی کتاب کے ترجمہ پر اکتفا کیا اور کسی اور کتاب کے تصنیف کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔

جس زمانہ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی۔ اسلامی سلطنت کا آفتاب نصرت النصار پر چمک رہا تھا۔ حکمرانوں کا چہرہ تھا۔ علیا اس کو ترقی و راج کا دیکھ سمجھتی تھی۔ حکام اپنی سلطنت کی زیریں پر تھیں۔ کلمہ کا باعث تصور کرتے تھے۔ آواز کو آواز صرف جو علی سینا اور ابو یحییٰ بن ہرودق اس حکیم کے ہمسفر تھے۔ وہ اپنے باکمال ہونے سے اس جن کا نام ایشیا اور آفریقہ کی اسلامی قوموں میں مہر و انوار ہے۔ تہذیب نامہ کتب میں خصوصاً غایت عزت اور توقیر کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ یہ نہ تو ہر شخص کی نظر اور

مفتوح قوم کی زبان، تمدن، متمدنیت، عقیم فنون، بخت و قسمت، کسی کسی قوم کی مغارت، دھڑکی  
 اس واسطے حکیم مذکور نے اس کو کافی سمجھا کہ اپنی کتاب میں صرف نفس نامہ کی صفات سے  
 بحث کرے اور اس کے فضائل و عیوب کے بیان سے اس کو اس کر کے لیکھ اگر ابو علی ہمارے زمانہ  
 میں ہوتا تو اس کے خلاف اور مفتوح قوم کی زبان میں اعتقاد۔ دونوں قوموں نے توحید اور معاشرت  
 کا طریق چنا۔ ایک قوم کے علوم و فنون دوسری قوم کے علوم و فنون کے مقابلہ میں مثل تقویم پائیندہ  
 حرارت اور صحت و بیدار کی تکلفات کی چیزیں تو بچائے خود میں۔ پانچویں قسمی بدسوئی و جاہل گت ہو  
 جائے اور مذہب کے انفعال کی چیزیں ہیں ہم اس میں غیر قوموں کے متاج۔ نوکیلاں مالکات پر مبنی  
 تھا کہ وہ مذہب مذکور وہ ہمارے ایسے مفہمیں درج نہ کرتا جو قوم کو تاریخی جہات کے متنب  
 کر دے سے نکلنے اور ترقی کے نورانی میدان میں قدم رکھنے کا ذریعہ ہوتے +

مماہ شکر ہے۔ جب اسی کتاب کی مذہب پیش آئی تو اس نے اپنے فلسفہ و کرم سے ہمارے  
 زمانہ کے مناسب حال ایک ذرا ابو علی کو پیالہ دیا۔ جو رسائی عقل و صفائی ذہن کے باعث قوم  
 کی ضروریات سے زمانہ کی رفتار سے ترقی کے موافق اور اسکی اصلاح کی قیادہ۔ ایسا ہی تھا  
 ہے جو ایک صحیح قوم اور بھی خواہ طلب کو ہونا چاہئے۔ وہ کون؟ آری بل و اکرم سر سید محمد ظفر  
 بہادر کے۔ تھی۔ انیس۔ آئی۔ یل۔ ایل ڈی۔ دندے بے بیانیوں  
 زندگانی میں قدم رکھا۔ اور قوم کی موجودہ حالت کو دیکھ کر معلوم کیا کہ یہی قوم ہے کہ ایک ماہ میں  
 علم و فضل۔ حرفت و صنعت تجارت و مکاری میں ترقی کر کے اعلیٰ درجہ پہنچی ہوئی تھی یا اب بھی قوم  
 ہے کہ ترقیات کو اس سے ایسی مغایرت ہے جو ایمان کو کفر سے۔ یا نور کو ظلمت سے۔ یا آبادی کو  
 ویرانہ سے متوازن حالت سے اس کا جی بھڑکے۔ اور ہم تن اس کی حل مشکلات میں مصروف  
 ہو گیا۔ اندر کو کچھ ہو سکتا تھا برسوں اس پر سوچا گیا۔ دل اور دماغ سے۔ تم اور زبان سے۔ مال اور  
 بان سے جو مدد ملتی تھی دوسری اس پر صرف کہی۔ اور آخر کو نیک سوسلٹی قائم کی۔ انبار  
 جاری کیا۔ علمی کتابوں کے ترسیل کر کے شائع کئے۔ مگر جب تھوڑے عرصہ کے تجربہ سے اس کو  
 معلوم ہو گیا کہ یہ تدبیریں موجودہ حالات کے لحاظ سے غیر تسلی بخش اور ناکافی ہیں تو فاتح قوم کے  
 عزیز اور اقبال مندی کا زندہ نمونہ دیکھنے کے واسطے لندن تک کا سفر اختیار کیا۔ اس کے حالات  
 کو نظر عدلت سے دیکھا۔ اس کی ترقی کے اسباب کو جانچا۔ پھر ان سب اسباب کا موازنہ اپنی قوم  
 کے حالات سے کیا۔ اور اس تمام سفر کا نتیجہ نکلا کہ ”جو قوم دوسری قوم کے ماتحت

رکھ رہی کرنا چاہے۔ عزت اور آرام سے زندگی بسر کرنے کی خواہشمند ہو۔ غیر قوموں کے سامنے اولوالعزمی کا پھر برا بلند کرنا اُس کے مد نظر ہو اُس کو لازم ہے کہ فاتح قوم کی زبان اور اُن علوم کو سیکھے جو دنیا میں مفید اور بکار آمد ہوں۔ اور ایک قومی دارالعلوم قائم کرے جو اس ضرورت کے انصرام کا کفیل ہو +

آپ اس بزرگوار نے ہندوستان میں واپس آکر چاہا کہ جو تجارب عظیمہ اس لیے چوڑے سفوس حاصل کئے ہیں۔ قوم کو اُن سے آگاہ کرے۔ مگر قوم کو دیکھا کہ قومی سلطنت کا سایہ اٹھ جانے سے علوم و فنون کی تحصیل چھوڑ بیٹھنے سے اُس پر دبا دیا چھا گیا ہے۔ خواب غفلت میں پڑی اینڈ رہی ہے۔ نہ سرسری پیکار سے اُس کی آنکھ کھلتی ہے اور نہ معمولی جھنجھوڑ سے کروٹ بدلتی ہے۔ تب ایک شیریں کلام۔ بلند آواز۔ اُن تھک طبیعت کو اُس پر متعین کیا۔ اس کی سریلی آوازیں وہ غضب کی طاقت تھی کہ جس دل میں گمنی باد کی طرح اثر کر گئی۔ جس گھنٹیں پہنچی مقناطیس کا کام کر دکھایا۔ سوتوں کو جگا دیا۔ مستوں کو ہوشیار کر دیا۔ مردہ تنوں میں روح پھونک دی۔ زندہ دلوں کو روح القدس کا اثر عطا کیا۔ وہ شیریں کلام کون تھا؟ مقدس تہذیب الاخلاق۔ جس کی اشاعت کا انتظام درمیش ہے +

آلہ ابیہ وہی تہذیب الاخلاق ہے :-

جس نے مسلمانوں کی حسن معاشرت کا بیڑا اٹھایا +

جس نے اسلامیوں کے اصلاح تمدن کا بارگراں اپنے ذمہ لیا +

جس نے پاک مذہب سے رسم و رواج کے ادبام باطلہ کو دور کر دیا +

جس نے دنیا کو بتا دیا کہ سچا اسلام ہر قسم کی دینی و دنیاوی ترقیات کرنے کو بہم وجوہ اکاموہ ہے +

جس نے غیر مذہب والوں پر ثابت کر دیا۔ کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو انسانی فطرت کے

مطابق ہے +

جس نے عام و خاص پر ظاہر کر دیا۔ کہ مصلحان بنی آدم ہیں۔ جسے جس کی شریعت دنیا کی زندگی

کے ساتھ وابستہ ہے وہ بنی عرب محمد سلیم کی ذات بابرکات ہے +

ہاں کتاب تو ایسی ہی ہے۔ مگر اب کہاں۔ کچھ تو پیٹ ہی گئی کے نئے چھپا کر تے تھے۔ اور

آپ میں برس کی مدت نے اُس کو آؤر ناپائید کر دیا۔ اگر کہیں اتفاقاً یہ کتب ہوں لی بھی جا لے۔ تو پھر

مام کو اس کی خریداری اور نفیس طبائع کو اس کی گرانہاری۔ متعدد غریب آدمی بیسے روپیہ  
کس سے لائے۔ اور امیر آدمی اس کے سات جلدوں کی مدق گروانی کا کس طرح متعل ہو۔ پس  
سہولت اس کی متقنی ہوئی ہے۔ کہ کل لولہ اڈیشن دے دیتے ہیں پناہتوں میں شائع کیا جائے  
اور ہر حصہ کی قیمت دو گروپے قرار پاوے۔ ترتیب مضامین کے لحاظ سے تفصیل حصص  
یوں ہے۔

پہلے حصہ میں نواب حسن الملک حسن الدولہ مولوی سید ممدی علی خاں صاحب بہادر غیر  
نواز جنگ کے مضامین۔ قیمت تین روپیہ (تے) +

دوسرے حصہ میں عالیجناب آئینل ڈاکٹر سید محمدان صاحب بہادر لکھے۔ تہی۔ ایس۔ آئی  
کے کل مضامین۔ قیمت تین روپیہ (تے) +

تیسرے حصہ میں نواب اعظم یار جنگ مولوی محمد چارغ علی خاں صاحب بہادر مرحوم کے  
مضامین۔ قیمت ۲ روپیہ (۲) +

چوتھے حصہ میں نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین۔ سید محمود۔ مولوی لطافت حسین  
حالی۔ فاروقیہ اللہ۔ شمس اللہ و مولوی محمد دکناء اللہ وغیرہ صاحبان کے مضامین۔

قیمت (۱۲) +

خادم قوم

نکار ملک فضل الدین لکھنؤی تاجرتب قومی و مالک اخبار اشاعت

لاہور۔ بازار کشمیری

# مضامین مولو مشتاق حسین صاحب انتصار جنگ بہار

## ہدیت جدیدہ

### ہدیت جدیدہ اور معجزہ قرآنی

جس وقت ماہیت موجودات بحث کی جاتی ہے اُس وقت میں یہ کہنا بالکل فضول ہوتا ہے کہ تقدیر نے اسکی نسبت ایسا اور ایسا کیا ہے خواہ اُن متقدمین میں کوئی ٹبے سے بڑا لیکم اور نہایت سے نہایت نہایت ہی کیوں نہ ہو ملے نہ قیاس ایسے مقام پر نہ کسی مفسر کا قول مستبر ہو سکتا ہے کسی محدث کا اور جنک علم مناظر اور ہی کے ذریعہ سے اشتباہے موجودہ کی حقیقت کو ثابت یا باطل نہ کر دیں تب تک لب ہائیکا موقوف بھی نہیں ملتا اور یہ ایک ایسا مسلمہ اصول ہے کہ فرقہ بین درستی خیر اہل اسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیع کا علم آدہ برابر اسی پر چکا یا تھا کہ اگر بعض آیات قرآن شریف اور احادیث کے ظاہری اور لغوی معنی بادی النظر میں اُن کو مورد مسوآت اور موجود اس کے خلاف معلوم ہوتا تو انہوں نے ان آیات اور احادیث کی تاویل ہی کی اور یہ نہ کہا کہ نہیں جناب باری نے یوں فرمایا اور نہ میں یہ آیا ہے اسلئے کہ ایسا کہنے میں اُن لوگوں کی نظروں میں جو مرد عروا کی ماہیت کو اچھی طرح تحقیق کرنا چاہتے ہیں صاحبِ امام کا ضعف ثابت ہوتا اور چونکہ اسلئے کا ثمرہ نہایت پر منحصر ہے اور اُن تاویل کر نیوالے مفسرین کی نیت نہایت نیک تھی اسلئے نہ اسلئے ہے کہ اگر کوئی غلطی بھی اُن سے کسی تاویل میں ہوئی تو اس پر اُن سے مواخذہ نہ ہو گا۔ لیکن چند روزوں سے ہر شان میں ہمارے مسلمان بھائیوں کا ایسا حال ہو گیا ہے کہ جو بات کسی مفسرین یا محدث یا فقیہ نے خود اپنی لٹے اور اپنے قیاس سے کسی کتاب میں لکھی ہو گویا وہ کسی ہی ضعیف کیوں ہو اور گورنار نہ حال کی تحقیقاتوں کے لحاظ سے وہ کسی ہی خلاف قیاس کیوں ہو اور گویا وہ کسی ہی ضعیف کیوں ہو اور گورنار نہ حال کی کیوں نہ کیا۔ مگر مسلمانوں کی یہ جرات نہیں ہوتی کہ کسی مٹی کی کتاب کی لکھی ہوئی بات کے خلاف کچھ کہیں اور نہ دفعہ اُن کی احتیاط نے یہاں تک اُن کو نہ ہو کر کیا کہ مولو شریعت وغیرہ کتابوں کا لکھا ہوا بھی اُن کے ایمان اور اتفاق کا ایک جزو ہو گیا کسی کی یہ بہت نہیں ہوتی کہ اُس کے خلاف کچھ کہے اور اگر کسی نے ایسا ارادہ کیا تو حق تعالیٰ

کفر اور الحاد کے فتوے اُس سے منسوب ہوتے ہیں +

ہم دیکھتے ہیں کہ انیسواں صدی کا علم یہ ہے کہ ان کی تحقیقات اور دانش اور محنت اور تکمیل کو خدا کا  
نے بالکل انسان کی کوششوں پر مبنی رکھا ہے مثلاً ہیئت اور طبیعیات وغیرہ صدا علم اسی قسم کے ہیں جن کے  
واسطے آج تک کوئی نئی ان کی تعلیم کے واسطے مہوش ہوا نہ ہوئی کتا باس فن خاص میں خدا تعالیٰ نے آج تک کسی  
نئی پنازل کی قرآن شریف میں یا حدیث میں ہیئت یا طبیعیات کے متعلق کہیں کسی چیز کا نام لیا کہیں سبیل مذکورہ  
کہیں عام لوگوں کے فہم کے لائق کسی چیز کا کوئی مختصر بیان ہو گیا کہیں کوئی محفل اشارہ کسی چیز کی طرف ہوا گواشا  
کر کسی مقام پر بھی اُن یا ان کے یہ بات مقصود بالذات منظر نہیں ہوئی کہ اُن کے ذریعہ سے علم خلائی کی ہیئت اور  
طبیعیات کے علم کی تعلیم دیا جائے۔ کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ - ویسلو ناک عن الاھل الذین لے محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم لوگ تجھ سے مینوں کی حقیقت دریافت کرتے ہیں اور پھر فرمایا کہ قل ہی موا قیت للناس یعنی کہ  
کہ مینوں کے ذریعہ سے لوگ اپنے وقتوں کا حساب ٹھیک کریتے ہیں آج کسی اونے ہیئت دکان سے اھلک کی  
کیفیت دریافت کیجئے پھر دیکھئے کہ وہ کیسے ہیں اور آسمان کے قابے عالم ہے حساب کے معاد میں بغیر خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا اور اُس وقت میں اُس پر غز کیا کہ ہم گنتی کو انگلیوں پر ٹھیک کریتے ہیں حال یہ کہ اُس  
وقت میں حساب یا حتیٰ اور طبیعیات وغیرہ کی طرف کسی کو مطلق التفات بھی نہ تھا +

پس مسلمانوں کو مناسب ہے کہ اس کتب پر اچھی طرح غور کریں اور قرآن حدیث کو ہیئت ہندو اور طبیعیات  
کی واسطے میدان مناظرہ و مذاہب اور حقیقت موجودات کو گذشتہ منقولات باطل کر کے خیال غام میں نہ لیں۔  
اور جزا و ایلات مفسرین اور محدثین نے حقیقت موجودات کے باب میں وقت کی ضرورت کی تھیں اُن کو ہر وقت کی  
ضرورت کے لحاظ سے غور کی گواہی دیکھیں اور یہ اس میں شبہ نہیں کہ قرآن خدا کا کلام ہے یہاں ہی اس میں بھی  
شبہ نہیں کہ اللہ کا کلام کسی حقیقت نفس الامر کے خلاف بھی نہیں ہو سکتا اور بیشک مسلمان اگر تحقیق کو کام  
فرمایں تو ان کو اس بات پر غور کرنا موقع مل سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ سے اُن کو کیا  
کلام معجز نظام نازل کیا جس کا معجزہ ہر وقت میں تازہ ہے مندرجہ ذیل مثال سے اس دعویٰ کی بخوبی تصدیق  
مہل ہوتی ہے +

جس وقت میں کلام اللہ نازل ہوا تمام دنیا میں یونانیوں کی ہر بیچک یہ مسئلہ جاری تھے کہ ستارے  
آسمانوں میں جڑے ہوئے ہیں اور آسمانوں کی حرکت کے ساتھ ستاروں کو بھی گردش رہتی ہے چنانچہ جبکہ  
بھی مسلمانوں کی عربی تعلیم میں مدھی مرغی کی ایک ٹانگ پڑھائی جاتی ہے اور اسی ستاروں کی حرکت تابع  
حرکت آسمان ہونیکے باب میں بیگزوں پھر اور پھر دلیل لائی جاتی ہیں اور جب کوئی نئی چال کا ستارہ

نیادریافت ہوتا ہے اسکے لئے ایک بڑا جسم فلک بغیر کچھ بجائے اور سمجھے ہونچے ماننا پڑتا ہے اور چونکہ زمانہ  
تزلزل قرآن میں کسی شخص اس بات کا قائل تھا اور نہ لوگ اس بات کو چاہتے تھے کہ اس سے متعلق ہیں اور ہر ایک انہیں  
سے جدا ہوا دھڑلے کرتا ہے اسی واسطے قرآن شریف میں حال کہیں روں کی گردش کا کوئی انفاق تو کیا کر گیا مفسرین  
نے اسکی تاویل اسی طرح ہیئت کی تطبیق کی نظر سے کی اور مجبوری اس بات کو تسلیم کیا کہ ستاروں کی حرکت اس  
موقع پر ذاتی مراد نہیں بلکہ ان کی حرکت آسمانوں کی حرکت کے تابع ہے +

لیکن خدا غریق رحمت کرے مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی کہ انہوں نے جب کلام اللہ کا ترجمہ لکھا اور  
اس مقام پر پہنچے وکل فی خلث یسبحون <sup>لہ</sup> تو یہ لفظی ترجمہ تحریر فرمایا کہ ہر کوئی ایک ایک گھیرے میں پیرتے  
ہیں اور حاشیہ پر صاف یہ لکھا۔

ستارہ ایک ایک گھیرا لکھا ہے اسی اوپر تیرتا ہے معلوم ہوا کہ ستارے آپ چلتے ہیں یہ نہیں کہ آسمانوں  
میں گشے ہیں اور آسمان چلتا ہے نہیں تو سبیزانہ فرماتے +

اور اس طرح پر تمام تفسیروں کو بالائے طاق رکھ دیا اور یونانیوں کی ہیئت کے ایک ٹھٹھے حصہ کو اپنے خدا  
کے سچے کلام کے سلسلے میں پشت اُٹھالیا اور ان تمام مباحثوں کو بھی ختم کر دیا جس مقام پر ایک سچا تاویل کے  
سبب سے اُستادوں اور طالب علموں میں پیش آتی ہیں اور اس بابت کی ہرگز پروا نہ کی کہ مسلمان مجھ کو اور مفسرین  
سے اختلاف کرنے کے باب میں کیا کہیں گے +

اب اس باب سے قطع نظر کرو کہ بطلیموس نے کیا کیا فساغورث کس طرف گیا بلکہ جابجاری کے کلام پر بغیر کسی  
تاویل کے قطو کو تو کچھ شک نہیں ہتا کہ مولوی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو معنی اور مطلب اس مقام  
پر بیان کیا وہ آیرے کیسی کچھ مناسب لکھا ہے بلکہ حقیقت اُسکے سوا اور کچھ معنی اس آیرے کے ہونیس سکتے۔  
امید بات ظاہر ہے کہ یہ جریحیئت کہ تمام ستارے ایک ایک مرکز کے گرد گردش کرتے ہیں اور اپنا دائرہ پورا کرتے  
ہیں اور ان کی حرکت کسی فرضی آسمان کے تابع نہیں ہے ترول قرآن سے بہت متدلس بعد شائع ہوئی ہے  
تو یہ بات بہت صفائی اور استحکام کے ساتھ قائم ہوتی ہے کہ جو بات کج ہزاروں طرح کی دقتیں اٹھا کر اڑھنکلا  
حل کر کے منکلیں بنا کر اذات درست کر کر بڑی ہڈی ہانکا ہیوں کے بعد انسان کو تحقیق ہوئی وہ ایک مدت دما نہ  
ہوئی جھڑانے اپنے بنی برحق ہے اور ان کے واسطے تمام مسلمانوں سے صاف صاف ارشاد فرمادی  
تھی اور جبکی موت اور اصلیت سے یونانیوں کی مناظرہ وہی کے سبب سے ہوا واقعہ ہے پس یہ ایک  
بڑی سند اس بات کی ہے کہ جس خالق نے ستاروں کو اور انکی گردشوں کو پیدا کیا اسی کا یہ پاک کلام ہے جو اُنکے بنی



پہا نزل ہوا اور نیک خدا کا کام اور خدا کا کام مخالفت نہیں ہو سکتا اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہ قرآن شریف کا  
کیسا مجزہ ہے جس سے مسلمان حد گناہ کی مذہب کا انصاف دست آدمی بھی انکار نہیں کر سکتا +  
جس فرض سے ہم نے اس مضمون کا کھنڈا شروع کیا تھا اس کو ہم بالفعل اسی پر ختم کرتے ہیں لیکن ایک اور  
نہایت عمدہ نصیحت جو ہم کو اس مضمون کے لکھنے سے چل پھرتی ہے اس کے ظاہر کرنے سے بھی ہم باز  
نہیں رہ سکتے +

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں جس میں ہم موجود ہیں لوگ تفسیر وغیرہ کے ایک قمرے بھی تجاوز کر نیکو  
معصیت یا قویہ معصیت سمجھتے ہیں اور پھر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مولوی عبدالقادر صاحب نے مدائن کو اپنے جوارہرت  
میں بگڑ نہایت کر کے اتنا بڑا اختلاف کیا اور ایک ایسے مسئلہ کو توڑا جو بہت سی صدیوں سے سلم و متفق علیہ  
چلا آتا تھا اور با اینہم میاں صاحب مرحوم کا کسی کو شاکہ نہ آیا تو ان نیک نیت مسلمانوں کی کوششوں کی ناکامی  
پر افسوس ہوتا ہے جو زمانہ حال کی تحقیقاتوں کے لحاظ سے اسی قسم کے اوریخالات رکھتے ہیں اور لوگوں پر اصل  
حقیقت کا منکشف کرنا چاہتے ہیں پس ہر طرح کی فکر اور غور کے بعد ہم کو کچھ کچھ ہر ایک فریق کی کارروائی میں  
تصور معلوم ہوتا ہے ہمارا کام تو حقیقت میں یہ ہونا چاہئے کہ جو بات ہم کسی سے نہیں اس کو انصاف کی نظر سے  
دیکھیں اور تعصب اور پابندی رسوم بچا کے لحاظ سے اس سے متنفر نہ ہوں +

مرد باید کہ گیرد اندر گوشش ورنوشتنت پند بردیوار

لیکن اس میں بھی شبہ نہیں اور درحقیقت ایک قدرتی بات سی ہو گئی ہے کہ ناصح کے چل و چلن کو بھی  
نصیحت کے مؤثر غیر مؤثر ہونے میں بڑا دخل پہنچاں لوگوں کو بھی جو صدق دل سے مسلمانوں کو راہ صواب پر  
لانا چاہتے ہیں اور ہر وقت ان کی اصلاح اور فلاح میں مستغرق رہتے ہیں یہ بات نہایت ضرور بگڑ فرض ہے کہ  
دنیا بڑا دبیہ ایسا سفیدہ کہیں جس سے عوام متنفر نہ ہوں اور خواص کو کل شکایت نہ ہے اور یہ بات کہ مسلمان  
ناصح کو ہر طرح پر نصیب ہو سکتی ہے کہ جو باتیں خدا تعالیٰ نے اس پر مثل نماز و روزہ وغیرہ کے فرض کر دی ہیں  
جو عمدہ اصول مذہب اسلام میں ان کے واسطے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے لحاظ سے جمہ اور جماعت غیر کے قائم  
ہوئے ہیں ان کے ادا کرنے میں کئی کئی کام زراویں اور جو کچھ کریں قیاس سے بغیر یا کاری کے کریں تاکہ خود بھی  
معصیت نہ چسپاں اور جن عمدہ باتوں پر وہ اپنی قوم کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں اس میں کامیاب ہوں +

توکل

جن باتوں سے کسی قوم پرہیز ہوتا ہے اور تمام ہمتیں پست اور قویں مست ہو جاتی ہیں ان میں مایام

رسم صلیح کی پابندی اور جاہانِ عقیدہ ادا کرنے آپ کہ ہواں اور جبکہ برتر سمجھنا اور تعصب بجا اور آقا سی قسم کی خرابیاں شامل ہیں ملن میں ایک حضرت توکل بھی ہیں جن سے خاپنا میں کئے آج کل عرف میں جس کا نام توکل ہے وہ ایک ایسی بیماری ہے جس کا مریض کبھی اچھا ہی نہیں ہو سکتا اور یہ دھڑلہ بڑا شدا ہے جس کا گناہ پانی نہ لگے اچھا خاصہ صبح و سالم اور تندرست انسان جس کو خدائے اشرف المخلوقات بتایا ہے توکل کی شامت کے ملن ملن ایسا زار و خبیث ہوتا چلا جاتا ہے کہ پھر انکی اصلاح نامکن ہو جاتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہندوستان کے مسلمان بھائی ابھی اس آفت میں مبتلا ہیں +

ہندوستان میں ہزاروں مسلمان ہر شہر اور گائوں میں ایسے ہیں کہ جب ان سے مسلمانوں کی اصلاح احوال اور اوضاع میں اس غرض اندیشہ گفتگو کی جاتی ہے کہ یہاں کے موجودہ مسلمان بھی کیوں اپنی ترقی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور کیوں ایسی کوششیں نہیں کرتے جیسے ان کے اگلوں نے کی تھیں اور جو اب بھی ان کے بھائی مصر اور ترکی باد اسلام میں کر رہے ہیں اور جو خراب رسم و رواج ہندوستان کی قدیمی قوموں کی شامت اعمال سے ان میں مل جل گئے کیوں ان سے کتا رہ کش نہیں ہوتے تاکہ وہ بھی دنیا میں ایک مذہب قائم کرا دیں اور مرنے کے بعد اپنا مقدس اور پاک اور خالص مذہب اپنے ساتھ لے جاویں اور دونوں جہان کی بھلائی حاصل کریں تو ان سب تقریروں کا جواب یہی ملتا ہے کہ تمہارا یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کسی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا خدا کو اگر منظور ہے کہ مسلمانوں کی عزت ہو تو ہر حال میں ان کی عزت ہوگی اور اگر اس کو ان کا ذلیل ہی کرنا منظور ہے تو لاکھ کوئی پیروی کرے مگر یہ ہوتا ہے اپنا تواضع پر توکل ہے +

اس میں کچھ شک نہیں کہ جیسا انہوں نے خیال کیا ہے ہو گا وہی - ج

بے رضائے تو کیسے برگ نہ جنبد ز درخت

لیکن چونکہ انجام کا حال کسی کو معلوم نہیں اور یہ بات بھی انسان پر فرض ہو گئی ہے کہ اپنے حال کی اصلاح میں جہاں تک ممکن ہو کوشش سے دریغ نہ کرے اس لئے ان شوکلوں کا یہ گمان اس بات کے لئے کافی محبت نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی اور اپنے اور بھائیوں کی اصلاح حال میں بھی کوشش نہ کریں اسلئے کہ اس کا مقصد توکل نہیں ہے بالکل یہ محض ایک دھوکہ ہی ہو کہ ہے مسلمانوں کے مذہب میں ایسے توکل کی کہیں اصل باقی نہیں جاتی اور وہ خدا نے مسلمانوں کو ایسے لغو توکل کی اجازت دی توکل جو مسلمانوں کے مذہب میں ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنی عقل اور طاقت کے موافق اپنے کاموں کی تدبیر کرے اور یہ یقین کرے کہ یہ تمام تدبیریں کامیاب رہیں گی اور وقت میں ہوں گی جیسے خدا چاہے گا + ج

ہر توکل زانہے اشتر بہ بند

انسان عالم اسباب میں پیدا کیا گیا ہے جہاں تمام کارخانہ اہل سے آخر تک بالکل اسباب پر قائم ہے اور باوجود اسکے کہ خدا قائلے جس کام کو چاہے بغیر اسباب کے موجود کر دے اس کی عادت اس عام میں گزر اسی طرح جاری ہے کہ تمام کاموں کی واسطے جو اس کو کرنے منظور ہوتے ہیں مختلف اسباب پیدا کر دیتا ہے جسکی بے انتہا مثالیں ہر لحاظ اور ہر ساعت ہماری نظروں کے سامنے سے گذرتی چلی جاتی ہیں پس نہ تمام نظام عالم ہم کو اس بات پر مائل کرتا ہے کہ اس عالم میں ہم کو بھی جو کام کرنا ہوا دل ہم اُسکا اسباب درست کر نیکی فکر کریں اور پر اُسکے نتیجے کو خدا پر منحصر کریں آدمی کے تمام توہے اور ترکیب اعضا اور حواس اور دل اور دماغ وغیرہ جس طرف خیال کیجئے سب اس بات پر شاہد ہیں کہ بے شک شہادتی کو اپنے ہر کام کا سامان خود درست کرنا چاہئے اور ایسا نہ کرنے میں تمام وہ قوتیں عقلی اور جسمانی جو خدا نے انسان کو عطا فرمائی ہیں محض باطل اور لغو ہوتی جاتی ہیں جس سے خدا کی صفات ناشکری نکلتی ہے پس بالکل اس بات کے کوکل کو خدا کیا کرے گا آج ہم کو اپنے کاموں کے واسطے سامان درست کرنا چاہئے ۛ

دیکھو یا وجود اس بات کے کہ خدا نے اپنے پیغمبر کی زبان پر اس بات کا وعدہ فرمادیا تھا کہ لوگ کیسے ہی غلام کیوں ہوں لیکن یہ مذہب عالم مشاق اور مغارب میں رُش ہو کر رہ گیا چنانچہ وہی آخر کار ہوا۔ لیکن بالینہ رسول خدا اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے پھیلائیے نہیں کسی کو ششیں اور قوتیں دینا کیں اور کسی کی کٹھن مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلیں جن کا بیان نہیں ہو سکتا اور جو تمام مسلمانوں پر بخوبی ہوتا ہیں پھر کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ اُن بزرگواروں میں توکل نہ تھا یا اُن کی یہ کوشش توکل کے منافی تھی نہیں ہرگز نہیں پس ہماری آرزو اور خواہش اپنے ہندوستان کے مسلمان بھائیوں سے یہ ہے کہ وہ اُس نوتوکل کو دل سے دور کر دیں جس کو شیطان نے لوگوں میں اُن کی ہمتیں اور قوتیں پست کر دینے کی غرض سے پھیلا دیا ہے اور سچا توکل اختیار کریں اور جرات اُن کو اپنی دنیا اور دین کی بھلائی کی معلوم ہو۔ اُس میں جتنے الامن جان و دل سے کوشش کریں اور تمام تر اپنی ہمتوں اور مالی و دینی کوششوں کو اُنسی طرف مصروف کریں جس سے مسلمانوں کی قوم اور اُن کے مذہب کا تمام لوگوں کی نظروں میں ایک اعتبار اور وقعت پیدا ہو جاوے اور اسلام کی سچی شاعروں سے تمام ہندوستان منور ہو جاوے اور جس طرح اُسکے بھائی ٹرکی ہیں اور مصر میں قومی ترقی اور قومی فخر اور قومی عزت اور امتیاز حاصل کرنے میں کوشش کر رہے ہیں وہ بھی اُن سے غافل نہ ہوں ۛ

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ دُنَا آتَنَّا فِي الدِّنِ حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً  
وَتَعَاذُنَا بِالنَّارِ آمِينَ آمِينَ اللَّهُمَّ آمِينَ

# آپ کام مکام

اپنے کرنے کے کام کو گورنمنٹ پر ڈالنا خوب نہیں

بالشبہ ہر ایک صفت گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ اپنی رعایا کے کاموں میں جہاں تک اُس سے ممکن ہو مدد کرے لیکن یہ ناممکن ہے کہ رعایا خود اپنی بھلائی کے کاموں میں مطلق کوشش کرے اور شریک ہو اور وہ تمام ذمہ داری گورنمنٹ کے ذمہ ہے اور گورنمنٹ اُس کا سارا کام کر سکے یہ بات کچھ ہندوستان ہی کی گورنمنٹ پر منحصر نہیں بلکہ تمام دنیا کی گورنمنٹوں کا یہی حال ہے اور درحقیقت خداوند تعالیٰ نے گورنمنٹ اور رعایا کو دنیا کے قدرتی انتظام کے بتاف کے واسطے مثل دعا محفوں کے بنایا ہے جس ملک کی رعایا ہر طرح پر شایستہ اور بہت ترقی اور اپنی حاصل گورنمنٹ کی خیر خواہ ہے وہ میں اپنی ہی خیر خواہی اور اپنی ہی آزادی اور آرام کی حفاظت ہے اُس ملک کی رعایا کی نسبت انصاف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ملی انتظام کا داہنا ہاتھ ہے اور جہاں یہ بات نہیں ہے اور رعایا کو وہ لیاقت حاصل نہیں ہاں جس قدر ترجیح گورنمنٹ کم ہو جائے وہ سب بجا اور حق بجانب ہے چنانچہ ہندوستان کا حال بھی بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے اور یہاں لوگوں کی طبیعتیں اس قدر پست اور بدستیں اس قدر مست ہو رہی ہیں کہ خود اپنی بھلائی کے کاموں میں نہایت کم شریک ہوتے ہیں اور ہر قسم کے کام کا داہنا ہاتھ بالکل گورنمنٹ پر ہے تعلیم کا سناڑک مغل اور اہم مقدمہ لوگوں نے بالکل گورنمنٹ پر منحصر کر رکھا ہے لکھنا سکھا ہے تو گورنمنٹ سکھا ہے پڑھنا سکھا ہے تو گورنمنٹ سکھا ہے شفافانہ گورنمنٹ قائم کر کے نزاعت کی ترقی کے وسیلوں کو صرف یہی نہیں کہ گورنمنٹ موجود اور میا ہی کرے بلکہ یہ امید کی جاتی ہے کہ گورنمنٹ اپنے آدمیوں کی معرفت ہی بل بھی چلاوے تخم برہی بھی وہی کرے۔ آبپاشی بھی وہی کرے غلہ کو بھی گورنمنٹ ہی کاٹے وہی صاف کرے یہاں تک کہ وہی پیسے اور کادے اور فائدہ بنا کر زمین میں تہی جائے یہی حل ملی نہ القیاس اور دستکاریوں اور ہنر و فنون کا ہو رہا ہے اگر کسی یہ دلولہ ہوتا ہے کہ اس ملک کے باشندے بھی اہلکوں کی سنی تنکاریاں سیکھیں تو ساتھ ہی دل میں خیر اہش اور گورنمنٹ کی طرف ذہن میں یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ گورنمنٹ ہمارے تعلیم کے لئے ایسے مدرسے اور کالجز قائم نہیں کرتی جن میں اس قسم کی تعلیم ہو۔ چھاپہ خانوں کی ترقی اور لکھا استعمال ابلیسی پر برگیہ ہے کہ گورنمنٹ ہی کتابیں خرید کرے اور گورنمنٹ ہی اخبار مولے لے غرض کہ ہندوستان میں ہمارا دست دہاڑا دوست کا مصداق لوگوں نے ٹھیک ٹھیک اور بالمشبہ گورنمنٹ کو قرار دے رکھا ہے اور گوہم

بشکریہ تمام تسلیم کرتے ہیں کہ گورنمنٹ نے جہاں تک ممکن ہو ان کاموں کو مدعی پہلے دستیاب کرنا چاہئے۔  
پتے فرض کرنا کہ وہ ایک ہی ہیں لیکن پھر آخر کہاں تک گورنمنٹ کی آمدنی محدود ہے اس لئے وہ کچھ مدعی ہی قدر  
ذمہ داری کر سکتی ہے جہاں تک اس سے ممکن ہے اس سے زیادہ +

اس بات کو بخوبی سمجھ لینے کے واسطے کیسی عمدہ ایک مثال حال ہی کے زمانہ کی موجود ہے کہ ایک سال  
گورنمنٹ نے یہ سمجھ کر کہ اہل ہند کا انگلستان میں جانا اور تعلیم پانا نہایت عمدہ بات ہے اور اہل ہند کے لئے  
جو خود اپنی صلاح کے کاموں سے بے خبر ہیں نہایت نفع ہے اس پر اس ہزار روپیہ سالانہ اس غرض سے  
منظور کیا کہ اس صرف نو آدمی ہر سال مختلف علاقہ ہائے ہندوستان سے انگلستان کو تعلیم کے لئے  
جاویں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جو عمدہ نتیجہ اس سے ظاہر ہوا وہ ظاہر ہے اور کاش اگر چند برس بھی قیام  
اور جاری رہتا تو برائے اور اعلیٰ اس کے فائدوں کی قدر کو بخوبی سمجھانے لگتا لیکن گورنمنٹ اپنے  
مقدمہ سے زیادہ کام نہیں کر سکتی آئندہ برس میں اس کی آمدنی نے اس طرح کے لئے کفایت نہ کی  
اور لاچار اس نے چند روز کے لئے یہ قاعدہ توڑ دیا +

علاوہ اسکے یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ گورنمنٹ نے ہر طرح رعایا کی بہبودی کے کاموں کے تاج کرنے  
میں کوشش کی لیکن چونکہ رعایا اس میں خاطر خواہ شریک نہیں ہوئی اس لئے یہ کتنا کچھ نامناسب ہوگا  
کہ گورنمنٹ کو ان کاموں میں عیسوی چاہئے تھی ویسی کامیابی حاصل نہیں ہوئی گورنمنٹ صدر سے بنائے مشافقا  
تایم کے ٹیکہ کا حکم گورنمنٹ نے قائم کیا لیکن لوگوں کی کوشش اور رعایا کی مدد اس کی طرف کافی نہ ہوئی  
علاوہ انقیاس انہیں باتوں پر اور باتوں کو قیاس کر لینا چاہئے۔ شاید یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کاموں  
کا کامل طور پر نافع نہ ہونا رعایا کی نامنی اور تعصب اور جہالت وغیرہ کا سبب ہوا لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ  
یہ جہالت اور تعصب بھی رعایا میں اسی واسطے پیدا ہوا اور ترقی کو پرکھ گیا کہ ان کاموں کے شروع ہونے  
رعایا کی شرکت اور مشورت نہ تھی اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ اگر رعایا ان سب کاموں میں شریک و مشورہ کار ہوتی  
یا خود ان کاموں کو شروع کرتی اور اس کا دلولہ بھی ان کاموں کی طرف لگتا تو یہ تعصب وغیرہ جواب پیدا  
ہوا ہرگز نہ پیدا ہوتا پس غور کرنا چاہئے کہ ایک کام جو نہایت عمدہ سمجھ کر گورنمنٹ نے با شرکت رعایا کے  
شروع کیا اس میں صرف یہی ناکامیابی نہ ہوئی کہ نہ کثیر صرف ہو گیا اور بڑی بڑی کوششیں کیا ہو گئیں  
بلکہ اہل ہند کی حریت کا دامنہ وراز ہاتھ سے جاتا رہا ان تمام واقعات سے ایک بہت اچھی نصیحت ہمارے  
واسطے یہ پیدا ہوتی ہے کہ جو کام ہم کو آؤں کی بھلائی کے واسطے شروع کرنا ہو ضرور اس میں لوگوں کو  
بھی جس طرح ہو سکے شریک کر لینا چاہئے جن کے نفع کے واسطے وہ کام شروع کیا جاوے +

اس مقام پر ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ ہم اس ناکامیابی کے الزام کو گورنمنٹ کی طرف منسوب کریں بلکہ ہمارا غرض اپنے اہل وطن سے یہ ہے کہ اگر وہ خود اپنی فلاح کے کاموں میں توجہ نہ کریں گے اور سارا دوا اور دوا اپنا گورنمنٹ ہی پر رکھیں گے اور گورنمنٹ نہایت نیک نیتی سے نئے الامکان ان کی بھلائی میں کوشش بھی کرے لیکن ان کی پوری بھلائی اُسکے ذریعے سے ناممکن ہوگی +

جب ہم یہ بات اور ثابت کر چکے کہ ہر گورنمنٹ اُسی قدر توجہ کی تعمیل ہو سکتی ہے جس قدر بوجھ اٹھانیکی اُس میں طاقت ہے تو یہ بات بھی ضرور ہے کہ جب نئے نئے بوجھ جس میں بہت ماحصلہ خود رعایا کو اپنے اوپر اٹھانا چاہئے تھا صرف گورنمنٹ پر ڈالے جاوینگے تو بلاشبہ گورنمنٹ کو بھی اُسی قدر اپنی طاقت بڑھانیکی فکر ہوگی مثلاً اگر اپنی تعلیم کا بندوبست ہندوستان کی رعایا خود آپ کر لیتی تو گورنمنٹ ہرگز ان سے تعلیم کا چندہ طلب نہ کرتی۔ گورنمنٹ کوئی سونے کی کان نہیں ہے کہ جتنا سونا اُس میں سے پاو کھود لو اور اُس میں کمی ہی واقع نہ ہو وہاں تو گنتی ہوئی بوٹیاں اور پناشو باہرے روزہ کنڈاں کھودنا اور دنگا پانی پینا ایک سال کی کمائی دوسرے سال کے لئے بھی پس انداز نہیں ہوتی بلکہ جس قدر آمدنی میں کمی ہوتی ہے کسی نہ کسی سبیل سے عیاں ہی نئے مصل کی جاتی ہے اور انہیں توں میں سے تیل نکالا جاتا ہے ایک نہایت مدبر کا قول ہے کہ اگر شاہی خزانہ پر کچھ خرچ ڈالنا چاہتے ہو تو پہلے تم اُس دیہ کو خزانہ میں رکھ لو پس ان حالات کے لحاظ سے بھی یہ کون غریب کی بات ہے کہ جو کام خود ہمارے کر نیئے ہیں ان کو ہم خود نہ کریں اور گورنمنٹ سے اُس کے انجام دینے کی درخواست کریں پوچھنا کہ روپیہ اپنا ہی صرف ہوا اور تربیت یافتہ قوموں کے نزدیک تالیق کے تالیق ٹھہریں کیے نقصان مایہ دیگرے ثمرات ہمارے اور قطع نظر اس کے جب کوئی ایسا کام گورنمنٹ کی معرفت انجام ہوگا جو ہم کو خود کرنا تھا تو ضرور ہمارے اختیارات اُس میں کم ہو جائیگے اور اُس وقت ہم کو اور ایک قسم کی شکل پیدا ہوگی غرض جس پہلو پر دیکھئے ہمیشہ ہم کو اپنے کر نیئے کام آؤروں پر ٹالنے سے سوائے ناکامیابی اور بچ اور رسوائی کے کوئی اور نتیجہ پیدا ہوگا اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ جس کام کو خود ہم کر سکتے ہیں اور خود ہم کو کرنا چاہئے اُس کو دوسروں پر ٹالتے رہنے سے ہماری ہمتیں بھی پست اور شست ہوتی جاتی ہیں اور مذہب قوموں کے نزدیک ہم اپنے ایسے ہی ایسے افعال سے دن بدن ذلیل ہوتے جاتے ہیں +

دیکھو جب ہم باناروں میں یا عام گزرگاہوں اور ٹرکوں پر گزرتے ہیں اور بوٹے مشینے وغیرہ کو دیکھتے ہیں تو ہم کو ان کی بے مبالغہ حرکت کیسی بری معلوم ہوتی ہے اور ہم ان کو کس حقارت سے دیکھتے ہیں ہی مل ہماری گورنمنٹ اور اُسکے مذہب عمدہ و اعلیٰ اور تربیت یافتہ قوموں کے نزدیک ہمارا سمجھنا چاہئے کہ باوجود خود ہر قسم کی معذرت رکھنے کے پھر ہر کام کا مار گورنمنٹ ہی پر رکھتے ہیں +

بلاشبہ ہندوؤں میں رعب و مذاب لوگوں میں اس کے اتفاق سے کام کر نیکو دلوں پر پیدا ہوتا جاتا ہے اور اس آخر  
 قرن میں چور و جہدہ نماند پرستی ہوتا ہے بہ نسبت اس صدی کے اور پچھلے قرون کے اس کو لوہہ بہت ترقی ہوئی  
 ہے جا بجا سوشلیاں اور انجمنیں قائم ہوتی جاتی ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تمام کام جس لوہے سے شروع ہوتے ہیں  
 اس کو لوہہ کیساتھ اکثر غلطیوں میں مبتلا ہو جائیکے سببے انجام کو نہیں پہنچتے اور وہ غلطیاں اگرچہ ان میں ایک یا دو  
 قسم کی ہوتی ہیں لیکن ان کے سببے رفتہ رفتہ اور دن بدن بہت سی غلطیاں پیدا ہو جاتی ہیں +  
 وہ غلطی جاکثر ان کاموں میں ملتی ہے اول ملحق ہوتی ہے یہ ہے کہ جو لوگ اس کام میں شریک ہوتے ہیں  
 وہ اس کام کے بانیوں کی حمایت و مدد و تباہ دنیا کی شرم و خیا سے شریک ہو جاتے ہیں اپنے خاص شوق سے شریک  
 نہیں ہوتے اور اسی لئے چند عرصہ بعد لوگوں کو اس کام میں مدد کو نااہل جان معلوم ہونے لگتا ہے و پیکے  
 وصول میں وقت پیش آتی ہے لوگ توجہ کم کرنے لگتے ہیں کام مست ہو جاتا ہے اور اس کام کے بانیوں کی  
 ہمتیں مجبوری پست ہو جاتی ہیں لیکن بچائے اسکے کہ استقلال کے ساتھ کوئی اور تدبیر مقول اسکا استحکام  
 کی عمل میں لائی جائے ایک اور غلطی اس کے سببے پیدا ہو جاتی ہے جس کے سببے اس نوبت کا ردوائی میں  
 اس کام کے بانیوں کی طبیعت گورنٹ کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور جس غیرت اور حمیت کے ساتھ وہ کام بلا استعانت  
 گورنٹ شروع کیا گیا تھا وہ سب بالائے طاق دھرے ہو جاتی ہے اور تیسرے فائدہ پر دوا بھی طالع سمجھ کر مجبوری  
 گورنٹ کے آگے بے تکلف ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں اگر گورنٹ نے اپنی معمولی رحمت سے اس وقت میں وہ  
 قسطو آپے اس نیم سہل کام کی کچھ مدد کی تو کوئی دن کی زندگی اور نکل آئی ورنہ اناللہ وانا الیہ راجعون تھا  
 خیر یہ ہر کام اس کے بانیوں نے بھی اس کام سے ہاتھ کھینچا لیکن جو جان نازہ اس وقت میں گورنٹ کے کسی  
 کام کو عنایت ہوتی ہے اب وہ دائم المریض آدمی کی مانند محض بے حلاوت ہوتی ہے نہ اس طرف لوگوں  
 کی اُمنگ اور نہ اس میں کچھ ترقی کی امید ہوتی ہے +

## لندن میں عید الفطر کی نماز

اب کی مرتبہ لندن میں بھی عید الفطر کی نماز ہوئی امام و مفتدی سب مس آدمی تھے ماظہ احمد صاحب سیر  
 جناب نواب صاحب بہادر سابق والی ٹونک نے نماز پڑھائی مقتدیوں میں سید محمود صاحب مولوی سید محمد خاں  
 صاحب بہادر کے صاحبزادہ اور مرزا خدا بیگ صاحب جو تحصیل علم کیا سطرے لندن میں وارد ہوئے اور ان لوگوں شامل  
 تھے پس بیک ایسی خبر ہے جس سے مسلمانوں کو نہایت خوش ہونا چاہئے +  
 جو مقام اعتقاد مسلمان لندن جانے ہی کو خلاف شان اسلام سمجھتے ہیں اب خیال فرمائیں کہ مہذب اسلام

نک جانے پر موقوف ہے اور نہ لندن جانے پر نیت صحیح اور قلب استقامت پر شرط ہے اب یہ وقت ہے ہندوستان سے روسا مسلمانانِ ہند تعصبات کو جو بعض غلط فہمیوں کے سبب اُن میں چلے آتے ہیں چھوڑ دیں اور اپنی اولاد کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرنے کے واسطے بے تکلف انگلستان کو بھیجیں جیسا شکی اور مصر کے مسلمان کر رہے ہیں۔ اطلبوا العلم ولو کان بصین +

## شیریں زبانی

شیریں زبانی بھی انسان کے واسطے ایک نایاب عمدہ صفت ہے اور تہذیب انسانی کا ایک بڑا رکن ہے یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعہ سے انسان بغیر استغانت زور اور زور کے دوسرے انسانوں کی طبیعت پر غالب آ سکتا ہے اور اپنے خیالات کو دوسروں کے ذہن میں بٹھانے کا سہارا ہے نہایت اور بلاغت بلکہ ہر قسم کے صنائع اور بدائع جو انسان کے کلام کے بجائے رکن ہیں اور جن کے سبب آدمی بڑا قابل اور بڑا فصیح اور ادیب یا ایک بہت بڑا شاعر ہو سکتا ہے ان سب کمالات کا اصلہ اکثر اوقات صرف زبانی طرح و نسا سے کافی طور پر ادا ہو جاتا ہے لیکن وہ کلام جس سے انسان کسی قدر کچھ کام نکال سکتا ہے اور دوسروں کو اس کے ذریعہ سے اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے وہ حقیقت اُس قسم کا کلام ہوتا ہے جس میں شیرینی ہو میٹھا بولنا دشمنوں کو بھی مست بنا لیتا ہے اور برصغیر اُس کے نفی سے اپنے بھی بیگانے ہو جاتے ہیں اور بہت سے کرائے کام لیا میٹ اور گئے گزے ہو جاتے ہیں +

زبان شیریں انسان کی وہ ذاتی صفت ہے جو اُمس کو ہر موقع پر ہر وجہ کے لوگوں کے ساتھ چھوٹا ہو یا بڑا اعلیٰ ہو یا ادنیٰ، محترم ہو یا غیر محترم، ہم مذہب ہو یا غیر مذہب، دوست ہو یا دشمن، امیر ہو یا فقیر، یکساں برتنی چاہئے۔ عمدہ ترین انسانوں میں وہ انسان ہے کہ جو لوگ اُس کو برا کہیں اُن سے بھی نہ نہایت نرمی اور ملامت سے کام کرے اور دوسروں کی جمالت اور ناشائستگی کے مقابلہ پر اپنی تہذیب کو ہاتھ سے نہ جانے دے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے عظیم الطبع آدمی بعض اوقات اس انسانی صدمے آگے کو قدم نہ بڑھا جاتے ہیں چنانچہ ہمارے بعض مسلمان بھائیوں نے کسی غیر مذہبی یا کسی خاص فرقہ کے مقابلہ پر جگتا ہیں تو یہ فراموش اُن میں بھی ان مباحوں نے اس عمدہ صفت کو اکثر فراموش کیا ہے یہ سچ ہے کہ بعض اوقات کسی غیرت یا غصہ یا جوش میں آدمی کو اس بات کا خیال نہیں رہتا لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ کسی قدر بلکہ اکثر اُس کا یہ بھی سبب ہوا ہے کہ اُن بزرگواروں نے کسی فضول اور غیر مذہب شخص کے مقابلہ پر ایسی ہی فضولی سے پیش آنے کو معیوب خیال نہیں کیا اور نہ یہ ممکن تھا کہ وہ عارضی غصہ یا جوش کتابوں کی صورت پر نہ کر کر ایک قوم کے اخلاق کا جزو ہو جاتا +



عمدہ خض اور اعلیٰ مقصدان تصنیفات کا یہ ہونا چاہئے تھا کہ جن کے سمجھنے اور قائل کرنے کی فوجیں  
وہ کتابیں تحریر ہوئی تھیں، ان کو انصاف کی نظر ان سے دیکھتے مگر یہ جب ہی ہوتا ہے جب وہ کتابیں نامناسب  
افعال سے پاک مصاف ہوتیں اور طرز بیان ان کا نہایت شیعری اور لطافت کے ساتھ ہوتا حالانکہ اب ان کتابوں  
سے سوائے اسکے اور کوئی قایدہ بظاہر مرتب نہیں ہو سکتا کہ خود مصنف یا اسکے اور چند ہم مذہب آپس ہی میں  
ان تصنیفات کو دیکھ کر خوش ہوں اور یا ہم ایک دوسرے کو داد دہ اور مرجا کہ میں پس کس قدر انفس کی بات  
ہے کہ ہمارے ان معزز بھائی مسلمان مصنفوں نے اپنی نہایت عمدہ مکتوبات اور تحقیقات کو کلمی اور سختی کلام سے  
صرف ملاح ہی نہیں لگایا بلکہ ان مکتوبات کو بالکل بیکار کر دیا اور اس سے بھی بڑھ کر نقصان مسلمانوں کو ان  
تصنیفات سے ہوا وہ یہ ہے کہ ہمارا اخلاق بھی غیر قوموں کے نزدیک ایسا ہی میسوب سمجھا گیا جیسا ہمارے  
تدوینک ان نامذہب لوگوں کا اخلاق تھا جن کے جواب میں بلکہ درحقیقت ان کے جلانے کے واسطے  
ہم نے یہ کتابیں لکھیں +

بھلا ان اہل تصنیفات سے جو یہ غلطی ہوئی، اس کو نا سمجھی سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان تصنیفات کا حال  
جواب ترکی بہ ترکی ہے حالانکہ ہم کبھی اس جواب کو تسلیم نہ کریں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض وہ باہمت مسلمان  
جو اس بات کا بیڑا اٹھاتے ہیں کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح میں جہاں تک ممکن ہوگا کوشش  
کریں گے اور اس لئے ان پر فرض ہے کہ جو صرف ان کے منہ سے نکلے اور جو لفظ ان کے قلم سے لکھا  
ہو اسے اس کے ہر ایک پہلو پر غیب غور کریں کہ اس سے کوئی ناحق کی نارضا مندی تو مسلمانوں کو  
نہوگی ان صاحبوں کا بعض اوقات یہ حال ہوتا ہے کہ وہ بھی جاوہ اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں اور لفظ  
محبت اور جوش ہوا خواہی میں آکر بعض دفعہ ایسے نامناسب لفظ ان کی زبان اور قلم سے سرور ہو جاتے  
ہیں جن پر عام لوگ پے نہیں بیا سکتے اور ان عوام کے سامنے خراس کا تاویلیں کرتے کرتے نکلیں  
دم آجاتا ہے ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جامع جتنا دل سوز ہوگا اسی قدر اس کی نصیحت کے نفرت سے بچ ہونگے  
لیکن ایک دانا ناصح یقیناً اپنے جوشوں کو ضبط ہی کریگا اور بلاشبہ وہ جس مطلب کو اپنے اچھے نعتوں  
میں بیان کر سکتا ہے ان کو بڑے نعتوں میں بیان نہ کرے گا +

ہم مسلمانوں کے اعتقاد کے بموجب بتائے آفرینش سے آج تک اس دنیا میں کوئی ایسا اولاد اور  
دستخدا صیح پیدا نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے جیسے ہمارے سول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے  
پھر دیکھو کہ اس خدا نے جو بڑی حکمتوں والا اور تمام مخلوق کے قلوب پر حاوی اور متصرف ہے اپنے سول  
سے اس معاملہ میں جس پر ہم یہ گفتگو کر رہے ہیں کیا ارشاد فرمایا ہے +

لے مل تبادلہ و تقاضی۔ اودھ الی سبیل سربلک بالحمکة والموعظة الحسنه وحادیہ وایق علی حسن  
 یعنی جن لوگوں کی اصلاح و تطہر ہے اگر فی الواقع اُن میں کوئی الزام کی بات ہے تو اُسکے بیان کئے گا  
 مضائقہ نہیں لیکن طرز بیان ایسا ہونا چاہئے کہ اُس سے لوگوں کو آندگی نہ ہو چنانچہ کچھ شبہ نہیں کہ جناب  
 مولانا صاحب رحمہ اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کی تعمیل نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے کی۔ تمام حدیث کی کتابیں  
 اس کی شاہد حال ہیں کہ جو مطالب اُن میں بیان کئے گئے ہیں کیسے مستدل اور طائیم اور شیخین غفلوں میں پائے گئے  
 اور گویہ صحیح ہے کہ جن لوگوں کی قسمت میں ہدایت نہ تھی اُن کو ہدایت نصیب نہ ہوئی لیکن یہ الزام شاید  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نے نہیں لگایا کہ معاذ اللہ وہ مغلوب الغضب تھے یا اپنے جوش میں اگر ایسے سخت  
 خطا کرتے تھے کہ سامعین کو ناگوار خاطر ہوتے تھے اور اس لئے وہ لوگ اُنکے ذریعہ سے ہدایت پانے سے  
 باز رہے پس ہمارے مسلمان بھائیوں کو مناسب ہے کہ جو نہایت سچا اور عمدہ راستہ اُن کے نبی نے خود اختیار  
 کیا اور اُنہوں کو بھی اُسی پر چلنے کی نصیحت کی اُسی راستہ پر قائم رہیں +

اس بات پر بھی اجماعی طرح غور کرنا چاہئے کہ غلطی یہ مذکورہ بالا نصیحت اپنے ایسے نبی کو فراموش تھی جن کو شہر  
 شیطان سے ہر طرح محفوظ رکھا تھا وائے بر حال ہم گنگا رول کے کہ کسی بڑی طرح سے اُسکے پھندے میں پھنسے  
 ہوئے ہیں یہ اُسی شیطان کا فریب ہے کہ ہم کو کسی غیر مذہب یا ہم مذہب کے کسی نامذہب شخص کے مقابل میں لاکر ہم  
 بھی ایسی حرکتیں کرنے لگتا ہے جیسی اُس غیر مذہب شخص میں تھیں اور پھر اُس کا نام ہمارے خوش کر نیکی غرض سے  
 کبھی جواب دہ کی برتری ٹھہراتا ہے کبھی اُس کو جواب دہ ٹھہراتا ہے کہ نام سے تعبیر کرتا ہے کبھی ہم کو ہمارے ان  
 بجا حرکتوں پر ثواب کا امیدوار کرتا ہے اور کبھی اُن غیر مستدل بلکہ نامناسب الفاظ کو جو ہم سے تقریر یا تحریر میں بھی  
 کی ماہ سے سرزد ہوتے ہیں اپنی قوم کی فطرت سے منسوب کرتا ہے اور پھر خود ہی وہ آفت روزگار دوسروں  
 کے لوگوں میں ان الفاظ اور فقرات کے سبب ایک رنج پیدا کر دیتا ہے اور اس جیلہ و فیروز سے باہم عداوت کرا دیتا  
 ہے بڑے بڑے اتفاقات اور محبتوں کو طرفہ العین میں درہم برہم کر دیتا ہے اور بڑے بڑے غالی اور اعدا کو  
 جو عام کے فائدہ کی واسطے کئے جاتے ہیں بالکل پریشان کر دیتا ہے +

علم اطلاق میں یہ بات عقلاً اور نقلاً ہر طرح سے ثابت ہو چکی ہے کہ تعلیم اور تہذیب ہمیشہ نرم غفلتوں میں  
 چاہئے اور اُس کے برخلاف کبھی وہ کارگردن ہوگی اور تمام عقلاً روزگار اور انبیاء علیہم السلام کا حلد رما اسی پر  
 رہا لیکن اکثر اوقات انسان اپنے جوش یا غصہ سے مجبور ہو جاتا ہے اور نہ تو حق پر نہ انداز نظر تمام مصلحت پر

۱۷۱ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہر لوگوں کو اپنے رب کی راہ پر چلی باتیں سمجھا کر ادا بھی طرح نصیحت کر کر اور

غالب کا تلبہ چنانچہ ابن شیطانی دوسو سال اور آفتوں سے محفوظ رہنے کے واسطے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں نبی کی معرفت ہم کو یاد دلایا ہے +

لَقَدْ قُلَّ لِعِبَادِي يَقُولُ الْتَقَىٰ أَحْسَنُ مِنَ الشَّيْطَانِ يَنْزِعُ بَيْنَهُمُ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مبینًا ذِكْرًا عَلِيمًا ذِكْرًا إِنِّي شَآءُ حَمْلَكُمْ وَإِنِّي شَآءُ بَعْدَكُمْ +

کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کے ذہن میں یہ بات جم جاتی ہے کہ میں نے جو کچھ سمجھا ہے سب سچ سمجھا ہے اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اور کہتا ہوں وہی بالکل سچ ہے اور اس لئے معاذ آدمیوں کو جو اسکی طعن سے ناواقف یا بے بصافتہ ہوتے ہیں خواہ غواہ حقارت سے دیکھنے لگتا ہے اور اسی حقارت کی نظر سے کوئی کوئی سخت اور نامناسب لفظ بھی ان لوگوں کی نسبت اسکی زبان یا قلم سے نکلتا ہے اور یہ عذر آمد بالاخر باہمی نزاع اور برہمی کا سبب ہو جاتا ہے پس خدا تعالیٰ نے اپنے اس کلام پاک میں اس قسم کے خیالات کی بھی حکم خدا فرمائی اور یاد دلایا کہ ان باتوں کو تیار اور دروگاہی خوب جانتا ہے جس کا علم ہر طرح پر کمال ہے تم اپنے خیالات کے لحاظ سے ایک دوسرے کی نسبت ایسے نامناسب الفاظ نہ کہو جو باہمی رنجش کا سبب ہو جاویں اور شیطان کو جو ہمیشہ اسی ٹکڑے میں رہتا ہے اپنا موقع ہاتھ آئے اعمال کی بھلائی اور بُرائی پر جزا اور سزا دینا یہ خدا ہی کلام ہے چنانچہ اور ایک مقام پر بھی خدا تعالیٰ نے اس کی تصریح فرمائی ہے +

قُلْ كُلٌّ عِندَ اللَّهِ سَآءُ مَا يَكْتُمُونَ + فَبِكُمْ عَلَّمَ مِمَّنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا +

پس میری مرض اور میرا اہتمام جو اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے اور خصوصاً ان اہل ہمت سے جو علم کلام کے لوگ ہیں اور جو اپنی قوم کو اپنی عمدہ نصیحتوں سے مذہب بنانا چاہتے ہیں یہ ہے کہ اپنے کلام کو دھوکے ہو یا دشمن سے اعلیٰ سے ہو یا اہل امن سے نہایت شیرینی اور لطافت اور نرمی سے استعمال میں لاویں اور سخت اور دشت الفاظ سے جس قدر ہو سکے کتاہ کریں اور جو قافلوں کا رخا نہ قدرت کے بنانے والے نے ہمارے لئے مقرر کر دیا اُس کو اپنے کسی جوش و خروش کا تابع نہ کریں اور جو عمدہ اور نہایت عمدہ مذہب ان کو خوش قسمتی سے نصیب ہوا ہے اُس پر بہت سچائی اور نیک نیتی سے قائم رہیں کہ یہی سچی شائستگی ہے اور یہی سچی تیزبہی ہے اور وہ لوگ جہاں کی قسم کی خوبیاں سب اس میں موجود ہیں +

صلی اللہ علیہ وسلم کہدے میرے بندوں کو کہ بات یہی کہیں بہتر ہو چکے شیطان چھپ کر دیتا ہے اُس میں بیشک شیطان انسان کا دشمن ہے مگر خدا رب بہتر جانتا ہے تم کو اگر چاہے تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تم پر عذاب کرے + دہا ۱۰۰ ص ۱۰۰ +  
صلی اللہ علیہ وسلم کہدے کہ کوئی اپنی اپنی وضع پر عمل کرے وہ سب بات کہ کس نے اچھی راہ اختیار کی تیرا سب ہی خوب جانتا ہے + دہا ۱۰۰ ص ۱۰۰ +

# تقویٰ

## وَحَيْثُ الزَّادِ التَّقْوَىٰ

ہمارے اہلکار یکم جمعہ میں ایک مختصر فرست اُن مراتب کی بھی تھی جن میں مسلمانوں کو تہذیب کرنا چاہیو  
لیکن میری دانست میں اُس میں ایک بڑا امر فرو گذاشت ہوا یعنی تقویٰ جو مسلمانوں کی موروثی ملک ہے  
اور اب ہندوستان کے مسلمانوں میں پچھلے زمانہ کی بہ نسبت اُسکی نہایت کمی ہے اس زمانہ میں اکثر تقویٰ  
اتنی بات پختہ ہوتا ہے کہ چار مہینوں سے بچا نہ رہے اور ناچ رنگ وغیرہ کی مجلس میں شریک نہ ہوں وغیرہ  
اس کو بھی اور قائم رکھے +

کسبِ مال جس کی نسبت یہ کہنا بلا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کا غیر تقاب اُس کی طرف سے ایسی  
غفلت رہتی جاتی ہے کہ خدا محفوظ رکھے۔ سو سی شے جسکے لینے والوں کی نسبت خدا یوں ارشاد فرمائیے کہ  
”فَاذْكُرُوا مَنَ اللّٰهِ وَرَسُولَهُ“ یعنی اُٹھ کھڑے ہو نہ اور اُسکے رسول سے اُٹھنے کے واسطے اب وہ  
ہندوستان کے مسلمانوں میں ہماری شامت اعمال سے ایسا عام ہو گیا کہ کھاتے پیتے مسلمان شاید فیصدی  
دس بھی اس بلا سے عالمگیر سے محفوظ نہ ہو گئے اور روپیہ سبکدلو کے سود سے نالش عدالت میں کرنا یہ تو اب کچھ  
عیب ہی نہیں مادہ وقت کی نماز قضا ہونیکا کبھی اقبال نہ ہو جتنا ایک سود کی نالش دس مس ہونیکا شے بڑے  
موتے موٹے حافظ اور بڑی بڑی نیچی ڈاکھیوں والے مولوی جو دہایت میں بھی ماثرا اللہ دم بھرتے ہیں  
اس فقرہ حرام کی ہاٹ اور مال و دولت کی طمع خام میں مبتلا ہیں +

روانا تو اس بات پر آتا ہے کہ اپنی ان حرکات کے سبب کبھی ہاتھ پر سپینہ نہ آوے مگر جب کسی مسلمان کو  
کسی اہل کتاب کے ساتھ ہم طعام دیکھیں تو محبت اسلامی جو ش میں آجاوے اور بغیر نفوذ باسد اور توبہ تو بچے  
اُس مسلمان کو جنت کا نام نہ لیں فاعتبار و یا اولی الا بصار +

معاشر کے آئندہ زیدیوں کا بھی یہی حال ہو رہا ہے۔ نوکران میں چوری اور رشوت۔ زمینداروں میں بڑا  
ستانی و شوق سیاست۔ سوداگروں میں دغا بازی اور صرفت دین ترقی پر ہیں محض ہنالقیاس لیکن  
میرے نزدیک جب تک مسلمانوں میں سے یہ غزایاں بے نہ ہوگی تب تک کبھی اُن کی قوم کو کچھ ترقی اور عزت  
نصیب نہ ہوگی کیسے ہی پھولوں اور پھولدار درختوں سے اپنے گھروں کو رشک گلزار مارم کیوں نہ بنادیں اور  
جاگت مہلوں کیوں نہ بنیں اور میز و کرسی پر چھری کانٹے سے طلائی تقری نہایت شفاف اور جلا اور بڑی

پس اُس مذہب سے تھاخذ کہ نے ادا اُس کو نگاہ رکھے کا نام اعتدال ہے +

کوئی کام خواہ وہ تمدن اور معاشرت سے ملا ترکتا ہو یا معاد اور آخرت سے ایسا نہیں پایا جاتا جس میں اعتدال کی ضرورت نہ ہو تمام قوتے جو خدائے انسان کو حلا فرمائے ہیں اور جن کی بدولت انسان نفع و جان میں ہر قسم کی خوشی اور آسائش اور آرام حاصل کر سکتا ہے وہ سب کے سب درحقیقت اعتدال ہی کی بدولت ممکن اور شامابہ ہو سکتے ہیں پس قدرت کا یہ ایک ایسا سچا اور مستحکم اصول ہے کہ دنیا کا تمام کارخانہ اُسی پر قائم ہے اور یہی حکمت تھی کہ مذہب اسلام میں اعتدال کی نسبت نہایت تاکید ہوئی اور کچھ شبہ نہیں کہ دنیا کے تمام مذہب میں مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی کوئی بات اعتدال سے خارج نہیں ہے اس مذہب کا کوئی کام خواہ عبادت میں خواہ معاملات میں یا ایسا نہیں پایا جاتا جس میں اعتدال نہ ہو اور انھیں جو خدا نے مسلمانوں کے واسطے مقرر کئے وہ سب معتدل ہیں سفرائیں کے علاوہ اور تمام نیکیوں اور عبادتوں کا بھی جو مل ہے تمام عبادتیں اُسی وقت تک عبادت ہیں جب تک انسان کے قوتے مسئلہ و بیکار نہ ہو جو دیں تو اُسکے بعد رہبانیت ہے و لا دہبانیت فی الا سلام یہی حال مالی عبادت کا ہے خیرات و تبرات اُسی حد تک ٹھیک ہے جہاں تک انسان خود غفل اور دماغ نہ اور نان شبینہ کو محتاج نہ ہو جائے یا وہ ضامیں گھوڑا رکھا گوشتی باز حد کا سر جو رہے دھونی رہا بھگل ہیں جا بیٹھنا مذہب اسلام کا نشا و نہیں۔ لکھا قال اللہ تعالیٰ عزوجل ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عقدک ولا تبسطها کل البسط فتعبد ملوماً محسوراً ۱۰

یہی حال مسلمانوں کے دنیاوی بڑاؤ کا ہے ہمارے معاملات دنیا کو بھی مذہب اسلام نے نہایت حد تک محدود کر رکھا ہے تمام تعمیری اور پاک چیزیں ہمارے واسطے حلال ہیں اور یہی نہیں کہ ان کے استعمال کی فقط اجازت ہی کی ہو نہیں بلکہ ان کے مطلق ترک کو بھی منع فرمایا تاکہ مسلمان حلال اور طیب چیزوں سے حظ اٹھانے میں محروم نہ رہیں۔ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تقنوا ان اللہ لا یحب المعتدین و کلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً و اتقوا اللہ الذی انتد بہ مؤمنون ۱۱

یہی حال اور تمام باتوں کا ہے دنیا میں وہ تعلق جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے عموماً ہوتا ہے اور جس سے انسان کے خط زندگی کا بہت بڑا حصہ متعلق ہے وہ تعلق ہے جو میاں اور بی بی میں ہوتا ہے

۱۰ اور نہ کہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھاؤ اور نہ کھولے اُس کو نہ کھولنا پھر قریب ہے الزام کیا یا را

د پارہ ۱۵۔ رکوع ۲۳

۱۱ ایسا بیان اللہ عزوجل نے ہر آدمی کے لیے کر دیا ہے کہ کمال کیس اور حد سے مت بڑھاؤ نہ نہیں چاہتا یا یہی دیکھو

کہ اور نہ کہ اللہ کے دین سے جو حلال ہو مستحق ہوتے رہو اور نہ سے جس چیز سے کہتے ہو۔ د پارہ ۱۵۔ رکوع ۱۱

اس تعلق کے مستحکم اور خوشگوار کرنے کے واسطے جو احکام مذہب اسلام میں ہیں جب اس کل مجموعہ پر نظر کیا جائے تو کوئی منصف آدمی بھی گو کسی مذہب کا کیوں نہ ہو مطلق اعتراض نہیں کر سکتا ۔

میں اس مضمون میں اُن کجبت اور سناخدا ترس مسلمانوں کی حمایت کرنا نہیں چاہتا ہوں جنہوں نے اپنا برتاؤ خلاف احکام خدا اور رسول کے قائم کر کے : فقط اپنی عاقبت خراب کی ہے بلکہ اپنی اُن ناشائستہ حرکات کی بدولت غیر مذہب والوں کی نظروں میں جو صرف ہمارے اعمال کی بھلائی برائی پر بظاہر مذہب اسلام کی بھلائی مصلحتی کو قیاس کرتے ہیں مذہب اسلام کو حقیر کر دیا ہے میں اس وقت صرف اُن احکام سے بحث کرتا ہوں جن مذہب اسلام نے مسلمانوں کے برتاؤ کے واسطے نایت اعتدال کے ساتھ مقرر کئے ہیں ۔

کثرت تعدلج جسکی بدولت غیر مذہب والے مسلمانوں پر طعن کرتے ہیں جس طرح مسلمانوں کے مذہب کے بموجب جان و کیا گیا ہے ہرگز اُن حق امتراض نہیں بلکہ بالکل قانون قدرت کے مطابق اور نایت ضروری ہے اقل تو مذہب اسلام نے یہ نہیں کیا کہ ایک نکاح کی قید کو توڑ کر زیادہ نکاح جائز کر دئے ہوں بلکہ ایک غیر محدود تعداد نکاح کو جو قبل اسلام کے رائج تھا بہت کچھ گھٹا کر محدود کر دیا ہے اور وہ حقیقت ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت مذہب اسلام نے کسی مسلمان کو اس وقت تک نہیں دی جب تک شدید ضرورت نہ پائی جاوے زمین کر دو کہ اگر ایک بی بی سے اولاد نہ ہوتی ہو اور عورت ہی میں کوئی نقصان ہو تو مرد اگر اولاد کی خواہش میں جس سے کوئی دل ٹالی نہیں ہے دوسرا نکاح نہ کر سکے تو کسی قدر ایسی کی بات ہے ۔ علیٰ ہذا قیاس اگر اولاد کی محدودی ہو کے کسی نقصان سے ہو تو عورت کو یہ اجازت ہے کہ قاضی کے حضور میں مدعوئے طلاق دلانے کے واسطے نالشی ہو مگر نہ کر دو کسی مرد کی خواہش اور قوت ایسی بڑھی ہوئی ہو کہ اس کو دوسری بی بی کی حاجت ہو تو کیا مانا ہے مگر وہ دوسرا نکاح کرے یہی یہ بات کہ عورت کو ایسی اجازت کیوں ہو اس کا یہ حال ہے کہ اس معاملہ میں مرد ہی کو ترجیح دینا ضرور تھا ایسی اجازت میں نطفہ کچھ متحقق نہ ہوتا میراث میں نہایت جھگڑا پڑتا مطلق نظر اُس کے مواد عورت کی بناوٹ ہی بات چاہتی ہے کہ مرد کو ترجیح کا حق حاصل ہو عورت پر ہرمت محل میں اور بعد وضع حمل ایک مدت ایسی گذرتی ہے کہ وہ مفید ہو جاتی ہے برضائے مرد کے کہ وہ ہر وقت آزاد رہتا ہے تاہم دنیا میں اور اُن مکمل میں بھی محال عورتوں کے حقوق مردوں سے کچھ کم تسلیم نہیں ہوتے البتہ پھر پیدا کرنے اور نگہداشت کا نظام قائم رکھنے اور نگہداشت کا بار بچہ پر لگانا کام اکثر بلکہ عموماً مردوں ہی سے متعلق ہے پس یہ تمام ترکیب احسان علیاقتیں اور مذہب واریاں جو مردوں میں ہیں بلاشبہ اس لائق ہیں کہ ان کو عورتوں پر ترجیح حاصل ہو ۔ بلاشبہ اس ترجیح سے ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورتوں کے حق میں نا انصافی اور یہی مردوں کا اور ظلم جائز نہ کرنا بلکہ یہ تمام باتیں مذہب اسلام کے بالکل برخلاف ہیں مسلمانوں کے مذہب میں غرضتیں کو غرضت

تائید ہوئی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت پیارا اور محبت سے رہیں مردوں کو یہ نصیحت کہے جو تیس  
اگر کوئی تلخ بات بھی کہیں تو اس پر ہلکے زبانی مردوب دوسرا نکاح کرے تو اس پر فرض ہے کہ فقہ اور محبت  
اور باری میں فرض کہ جلد باتوں میں اپنی سب بیبیوں میں مساوات اور عدل کو نگاہ رکھے اور غلطی قدر  
مراتب سب کی خاطر اور تواضع اور دلداری کرتا ہے۔ اس موقع پر یہ اقراض ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ  
ایک بی بی کا حسن و جمال مرد کو دوسری بی بی کی نسبت اپنی طرف زیادہ مائل کر لے اور اس حالت میں  
مرد اعتدال قائم نہ رکھ سکے اور بلاشبہ یہ بات صحیح ہے لیکن مذہب اسلام پر یہ اقراض اس لئے واجب نہیں  
ہو سکتا کہ اس میں نکاح آخر کی اجازت مرد کو اسی حالت میں ہے جبکہ مرد اعتدال کر سکے ورنہ فعل ہیست  
میں غل ہو گا اور حقیقت یہ تیل اعتدال بین الزوجتین کی ایسی سخت ہے کہ ہر آدمی اس کو پورا نہیں کر سکتا  
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عدل اور مساوات اپنی بیبیوں میں برتی یہاں تک کہ ہر ایک کے مجبور پر  
مٹی تول تول کر ڈالی اس سے عام مسلمانوں کو تعدد نکاح کی مشکلات مطلع کر دیا اور یہ ایک منجانب اللہ  
اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حتی الامکان ایک ہی بی بی پر قناعت کرنا چاہئے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے  
فیصدی پانچ مسلمان بھی ایسے نہیں ہیں جو ایک سے زیادہ بیبیاں رکھتے ہوں ۔

لیکن چونکہ پانچ مذہب ایسا ہوتا چاہئے تھا جس میں ہر ایک موسم اور ملک اور ضرورت اور ہر ایک مزاج  
کی رعایت ملحوظ ہو اس لئے یہ بات ضروری تھی کہ مرد ایک نکاح سے زیادہ کے واسطے ایک مناسب حد تک مطلقاً  
منع نہ کیا جاوے تاکہ اُن مضرتوں کا بھی علاج باقی رہے جو ایسی منہ کی حالت میں پیش آتیں جنہیں یونیورسٹی پائرس  
اگر مسلمان ہوتا تو کبھی اس وقت میں نہ پڑتا جو اس کو اپنی پہلی بی بی جو زنی جنین سے اولاد نہ ہونے اور مالواریا  
شہنشاہ اشراہ کی دختر سے دوسرا نکاح کرتے وقت پیش آئی۔ یونیورسٹی نے مجبور ہو کر اس قانون پر عمل کیا  
جو کاغذ قدرت کے موافق اور مسلمانوں کے مذہب کے مطابق تھا ۔

طلاق اُن سب ناراضانہوں کا آخر علاج ہے جس کے سبب کوئی گھر اور خاندان معرض ہشیمانی اور تنہائی  
ہو ہم پوچھتے ہیں کہ انسان آخر بشر ہے یہاں اور بی بی میں اگر کوئی ایسا رنج پیدا ہو گیا جس کا تدارک اور علاج  
پر نا ممکن ہے تو کیا یہ مناسب ہے کہ دونوں اسی یا دوسری اور پُر رنج حالت میں اپنی زندگی بسر کریں یا یہ مناسب  
ہے کہ دونوں اس رنج سے خلاص ہوں اور خوشی حاصل کر نیکی فکر کریں۔ مرد اگر کسی بی بی سے نہایت  
آزاد ہو اور عدل قائم نہ رکھ سکتا ہو تو وہ اپنی بی بی کو طلاق دیکر اس رنج سے خلاصی پاسکتا ہے بی بی  
دوسرا نکاح کر کے اس نیا دوسرا حالت سے نکل سکتی ہے تاہم مذہب اسلام نے اس بات تک بہت کچھ  
روک تھام کی ہے کہ طلاق کی رسم عام نہ ہو جائے اور ایسا متکلف دستہ بات کی بات میں یا غصہ کی حالت

میں متعلق نہ ہو جائے اس لئے ایک یا دو ترہ اگر نقطہ طلاق منسے نکل بھی جاوے تو بھی پھر حجت پہنچتی ہے اور تیسری صفحہ کی حلاجی رہ جاتی ہے اور طلاق مضابطہ کے بعد اگر میں بی بی پھر اُس میں اسی بھی ہو جاویں تو وہ اُس وقت تک کافی نہیں بیشک کہ بی بی نے کسی غیر شخص سے نکاح کر کے طلاق نہ پائی ہو یہ اس لئے کہ طلاق کوئی ہنسی کھیل نہ ہو جاوے اور مرد یہ خوب سمجھ لے کہ طلاق کے موافق ہو جائیکے بعد پھر کسی طرح وہ اپنی بی بی کو نہیں پاسکتا اس لئے کہ عورت کا دوسرے مرد سے نکاح کرنا اور پھر طلاق پانا نہایت شاذ ہے +

الفرض میاں احمد بی بی کے تعلقات کو میاں احمد مسلمانوں کے مذہب کے قیام کر دیا اور جوق رعایت اس بات کی کہ گھروں کے فساد و فساد ہوں زنا اور بدکاری سے مرد اور عورت دونوں محفوظ رہیں اور بدسلوکی و بد اخلاقی پاس نہ آئے پاوے بنی آدمی کی بدولت مسلمانوں میں برقی لگی ممکن نہیں کہ مسلمان اُس کا شکر یہ ادا کر سکیں اور ناکم نہ تھا کہ بڑے بڑے عقلمندی زمانہ اور ماہران فن اصول تو ان میں بھی باہمی مشورتوں سے ایسے مقرر اور عام فہم نقطوں میں اور ایسی آسانی سے ایسے اصول قیام کر سکتے کہ گھروں میں ہے کہ اکثر مسلمان اپنے عہد مذہب کی اصلی خوبئیں کی طرف خیال نہیں فرماتے اور ایسی ایسی ہتھیانہ اور نظامہ حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں جو بالکل خدا اور رسول کے حکم کے برخلاف ہیں اور جن کی نسبت ضرور ایک نیک ن انسان سے باز پرس ہوتی ہے اور اپنے ان نامعقول افعال کو جن کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے مذہب اسلام کے مطابق خیال کرنے سے مذہب اسلام کو داغ لگاتے ہیں اور بیکس لڑکیوں کو جن کے بخت میں باپ مصیبت اور قطع کے دونوں میں پھنسانے کے میل سے چھوٹ جاتے ہیں شرمی لڑکیاں سمجھا گیا ہے کہ یہ غیرت کی بات نہیں ہے اور کیا یہ مسلمانوں کی رسوائی کا باعث نہیں ہے اور کیا یہ آفت اس لائق نہیں ہے کہ مسلمان اُس سے اجتناب کریں اور اعتدال سے گذریں +

حال یہ کہ مذہب اسلام کے بموجب تمام بتاؤ ادا کرنے سے لیکر اعلیٰ تک نہایت اعتدال کے ساتھ ہے اور جب اُس سے تجاوز کیا جاتا ہے تب ہی غلطی پیدا ہوتی ہے بہت کم لوگ ہیں جو اپنے معاملات میں اعتدال بہتے ہیں اور خصوصاً ہندوستان میں تو افراط اور تفریط کوئی صدمہ باقی نہیں ہی نکاح کے معاملہ جس کا اور بڑا کیا گیا اور بہت سی باتیں میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور پھر شکل یہ ہے کہ اُس بے اعتدالیوں کو بے اعتدالی نہیں سمجھا جاتا +

اس آج کل اس بات کا بہت کچھ چرچا ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کو شائستگی و ستریت میں کوتاہی ہے



اور بڑے بڑے لوگ سبب میں آسکی ہیں بڑے بڑے ٹپے لکھے تھے اول العزم لوگوں کی کوششوں کے برخلاف ہیں اور ایک بڑا خطرہ اور مناقشہ قائم تھا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہی ایک عمل جس پر تمام باتوں کا مدار ہے یعنی اعتدال و دونوں فریق اُسی کو بھولے ہوئے ہیں +

ایک فریق تو شائستگی کے نام سے نفرت کرتا ہے اور اُس میں کوشش کرنے کو ضلالت اور اتنا بلکہ کفر کے قریب تک ذہن پہنچا دیتا ہے اس فریق نے دنیاوی ترقی کو زہب اسلام کے بالکل برخلاف سمجھا ہے اس فریق میں سے فیصدی ننانسے آدمی خود دنیا میں مبتلا ہیں مگر بات کا منہ سے نکالنا عیب جانتے ہیں خود قہر میں کوشش مال و دولت اور نام و عزت کے حصول کے واسطے کرتے ہیں۔ لیکن اس بات کو گوارا نہیں کرتے کہ کوئی شخص اُس کو باقاعدہ مال کرنے کے واسطے کوشش کرے اور اُنوں کو بھی وہ قواعد سکھا دے +

دوسرے فریق نے برخلاف اُسکے یہ سمجھا کہ شائستہ قوموں سے ملنے اور میل ملاپ قائم رکھنے سے اپنی قوم بھی شائستہ اور منہب ہو سکتی ہے اور یہ خیال اُن کا بالکل درست تھا لیکن اُنوں نے جو طریقہ اس مقصد کے حصول کی واسطے اختیار کیا اور اب تک بھی بعض بڑے بڑے نامی مسلمان بعض وقت اُسی کی پیروی کرتے ہیں وہ ایسا خراب تھا کہ اُسکے سبب اہل مطلب بھی فوت ہو گیا اور بجائے اُسکے کہ سچے مسلمانوں کو اس مقصد کے حصول کی طرف کچھ رغبت ہوتی اور زیادہ نفرت ہو گئی اور عدل بدن وہ نفرت ترقی پکڑتی جاتی ہے اور یہ ایک بڑی غرابی کی بات ہے اور کچھ شک نہیں کہ یہ تمام غرابیاں صرف اسی وجہ سے پیدا ہوئیں کہ مذکورہ بالا فریقین نے اعتدال سے بڑھ کر قدم رکھا +

مشہورات ہے کہ بڑے بڑے کا معنی القضاۃ اور شیخی و اڑھیوں والے وہ مولوی صاحب قلم و ہمت تھے ناچ و رنگ میں شریک ہونیکو نہایت ذلیل اور بیجا مانتے تھے ہیں اور بالکل سچ سمجھتے ہیں) انگریزی ناچ و رنگ کی مجلسوں میں بے تکلیف شریک ہوتے ہیں اور اُس کو مصلحت وقت سمجھتے ہیں +

سلطان عبدالعزیز خاں سلطان روم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اسی مصالحت کے لحاظ سے سچ اپنے رؤسا و اور افراد کے اُس بال میں (یعنی انگریزی ناچ و رنگ میں مجلس میں) شریک ہو کر جو سفیر انگلستان نے شاہزادہ ولیعہد بہادر انگلستان کے قسطنطنیہ میں تشریف لانے کے وقت اپنے اطہار و مسرت کے واسطے دیا تھا +

اب اس موقع پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں سائل یہ کہ ایسے ناچ و رنگ کی مجلس میں جو جہت پر اسلام کے شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ اگر ناجائز ہے تو موجودہ وقت کی مصالحت کے لحاظ سے اُس کی کیا

ہونا چاہئے ہے یا نہیں شیخ اقل کی نسبت تو مجھ کو اس سے کچھ زیادہ بحث کرنا ضرور چاہیے ہے جو صاحب  
 منشا شاہیہ حرکتوں کے مرکب ہوتے ہیں ابھی تک انہوں نے خود بھی اس کو شواہج احیاء نہیں فرمایا ہے  
 شیخ ثانی کے خلاف سے میں تسلیم کرتا ہوں کہ مصلحت اندیشی باشبہ ایک عمدہ بات ہے لیکن دیکھنا چاہئے  
 کہ مذہب اسلام میں اتنی گنجائش ہے یا نہیں کہ مسلمان اپنے تمام افعال مذہب کی پابندی سے کر سکیں اور کوئی  
 غلطی پیدا نہ ہو جو کہ ایک بات یاد آئی دہلی میں جب مولوی عبدالقادر صاحب نے اس جان سے حالت فراموشی تو اس  
 خاندان کے دستور کے مطابق من کا جنازہ صندوق میں رکھا گیا اور اوپر سے اس پر شامیانہ تنامولوی محمد علی  
 صاحب شید علیہ الرحمہ نے جو ایک بنیظیر شخص گئے ہیں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز نے اس  
 بات کی درخواست کی کہ صندوق اور شامیانہ کی شمع میں کچھ اعلیت پائی نہیں جاتی یہ دونوں جتیس موقوف  
 کی عباد میں مولانا صاحب نے شامیانہ تو موقوف کر دیا اور صندوق کی نسبت یہ جواب کہلا بھیجا کہ اسکی اصل ہے  
 حضرت یعقوب علیہ السلام کے جنازہ کو ان کے بیٹوں نے صندوق میں رکھا تھا۔ یہ جواب شکر مولوی سبیل صاحب نے  
 نہ مانا گیا اور انہوں نے علانیہ یہ فرمایا کہ کیا مذہب اسلام اب اس قدر تنگ ہو گیا کہ اس میں جنازہ اٹھانے تک  
 کے بھی پورے پورے احکام نہیں ملتے جو ہم اور انبیاء سابق علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی طرف  
 رجوع لادیں شاہ صاحب اپنے بھتیجے کی یہ بات سنکر پسینا پسینا ہو گئے اور مشہور ہے کہ اس دن کے بعد  
 سے یہ سب رسمیں اس خاندان میں سے موقوف ہو گئیں +

جو صاحب مصلحت وقت کے جلد سے انگریزی نالج ورنگ کی مجلسوں میں باوجود ممانعت شریعت کے  
 بے تکلف شریک ہوتے ہیں ان کا مطلب خداوندیہ ہوتا ہے کہ مذہب اسلام میں کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہیں  
 ہے جسکے ذریعہ سے مسلمان غیر قوموں سے اپنا معاملہ اتفاق کیساتھ قائم رکھ سکیں اور اپنا اعتبار اور اعزاز  
 غیر قوموں کی نظروں میں پیدا کر سکیں ان مصلحت دشمن مسلمانوں کی نسبت یہ کہنا مناسب ہے کہ یا وہ کچے  
 مسلمان نہیں یا انہوں نے مسلمانوں کے مذہب کی تمام خوبیوں کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہے پس ایسی رائے  
 دیکھنے والوں پر سولے انوس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے انہیں کوئی مولوی ہو یا کوئی قاضی القضاۃ یا  
 کوئی سلطان وقت ہم کو ان میں سے کسی کی خلاف شرع مصلحت اندیشی کی تقلید کرنا چاہئے +

مسلمانوں کے مذہب میں جس قدر ان باتوں کی تائید ہے جن کے ذریعہ سے غیر قوموں میں مسلمانوں  
 کا اعتبار اور اعزاز قائم رہے ایسی شاید اور کسی مذہب میں نہ ہو یہی نکتہ ہے جس کی نسبت حافظ شیراز  
 فرماتے ہیں۔

در میان شرح حکمت بانہر ماں اختلاف      نکتہ ہرگز نشد فوت از دل دانا ئے تو

ایک پہنچا ہوا ہے نہ ہم کا تنہا ہے ایک مرتبہ کسی صحابی اصل علیہ السلام کا گھوڑا گیا اور وہ صحابی غالی تو یہ اُس کو دکھا دکھا کر کہنے لگا میں نے اپنے پیغمبر اصل علیہ السلام کو دیکھا ہے اُس نے جواب دیا کہ کچھ نہیں ہے اپنے ہاتھ لیا کچھ دانہ یا گھاس ضرور ڈال لو ورنہ نفل خا اور فوج سمجھا جاوے گا پس خال کر دو کہ جس طرح کے جانوروں کیساتھ ایسی ایسی خفیت قبول میں بھی خا اور ضرب کرنیکی یہاں تک امتیاط کی اُس نے اُن کے آپس میں کہہ راس کی تاکید کی ہوگی پس یہ ایک ایسی جھڑپ تھی کہ اُس کی بولت ہم غیر بہت اچھی طرح غلاب قائم کر سکتے ہیں ہم کو چاہئے کہ ہم اُن کے سامنے جھوٹے خبریں اپنی غرض کے واسطے نہ دیں گے اپنا نقصان ہی ہوتا جو بات جب کہیں سچی کہیں اور کام جو کہیں صفا فی محل اور ساری کریں گے فائے عجب جس کی نسبت اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے اور فوالا بعد من ان کہتے ہیں خا گان مسئلہ کو مسلمانوں کیلئے ذکر رہ بلا مقصد کے حصول کی واسطے نہایت عمدہ قانون ہے مسلمانوں کے عروج اور کمال کا زمانہ گذر اُس میں بھی مسلمان اپنی اسی یکرنگی اور وفائے عہد کے سبب دنیا کی تمام قوموں کی نظروں میں معزز اور ممتاز تھے مسلمان کبھی اپنے دشمنوں کو اس بات کا موقع نہ دیتے تھے کہ وہ مسلمانوں کی نسبت اس قسم کا الزام لگا سکیں +

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح جو شام کی لشکر کشی میں مسلمانوں کی فوج کے سردار تھے اُنہوں نے ایک عیسائی حاکم سے صلح کی اور یہ عہد کر لیا کہ اہل عرب ہند مدی مدت تک تمہاری سرزمین میں مت اندر نہ کریں گے عیسائیوں نے اس قرار داد پر پورا پورا عمل ہر نیکی واسطے اپنی حد پر ایک مٹا تھیر کر لیا اور اپنے حاکم کی تصویر اُس پر قائم کر دی اہل عرب جب اُس تصویر تک پہنچتے تھے تو ایسا فائے عہد کی غرض سے آگے نہ بڑھتے تھے ایک نہ کسی اتفاق سے اُس تصویر کی آنکھ میں کچھ نقصان آگیا عیسائیوں نے اُس کی شکایت کی کہ اہل عرب نے اُس آنکھ کو ناقص کر دیا ہے اور یہ ایک نقص عہد ہے حضرت ابو عبیدہ یہ بات سنتے ہی کانپ گئے اور اُن شکایت کرنے والوں کے سامنے اپنی دونوں آنکھیں کر دیں کہ اگر تمہارا گمان میں یہ کام ہماری طرف سے ہوا ہے تو جو نسی آنکھ تمہاری تصویر کی ناقص ہوگئی ہو وہی آنکھ تمہاری ناقص کر دو کہ یہ تکلیف مجھ کو نقص عہد کے الزام عاید ہونے سے آسان تر ہے عیسائیوں نے مسلمانوں کے سر و ہیکل اس ہمت پر آفرین کی اور اُس نفل سے باز ہے +

اب خیال کرنا چاہئے کہ جو تھا حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور اُن کے ساتھی مسلمانوں کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس عہدہ صفت کے ذریعہ سے اُن کی فوج عیسائیوں میں ہوا گیا سلطان روم اور اُس کے

اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا مشرع کے ذریعہ سے حال کی غیر قوموں کی نظروں میں ہو سکتا ہے۔ ماسکالٹس کا مشرعیہ بھی نہیں ہو سکتا سلطان نے اگر غلطی کی تو بہت بڑیکیا۔ اور مسلمانوں کو ہرگز اس کی تقلید مناسب نہیں ہے ہم نے جب اپنے مذہب کے خلاف کام کر کے غیر قوموں میں اپنا اعتبار بھی پیدا کیا تو ہم کیا فیض کو پہنچ سکتے ہیں جن قوموں کے خوش کرنے کے واسطے یہ دتیر و اختیار کیا وہ بھی تو نادان تھیں جب یہ دیکھیں گی کہ ہم خلاف شرع کام ان کی خوشامد سے کرتے ہیں تو وہ بھی ہم کو حقارت سے دیکھیں گی اور جو رسوائی ہم کو دنیا میں اور مسلمانوں کی نظروں میں اور عاقبت میں خدا اور رسول کے سامنے ہوگی وہ اس پر مشتمل ہے +

جو کام ہم اختیار کریں مروجہ ہے کہ اس میں ہر پہلو اور ہر جانب کا خیال کر لیں اور خصوصاً اپنے مذہب کی طرف سے ہر قسم کی امتیاز کر لیں دنیا کی اصلاح مسلمانوں کے مذہب کے برخلاف نہیں ہے بلکہ عین مقصود شارع ہے کچھ شک نہیں کہ خدا عزوجل اگر تمام مسلمان بنفس تعلق ہو جائیں تو مسلمانوں کے مذہب کی بھی رونق باقی نہ رہے گی یہ سب اس وقت ہے جب کسی حقیقی دنیاوی سے ہم کو اپنے مذہب میں کسی نقصان کے آئینہ کا اندیشہ نہ ہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اعدو باللہ من الغف بالمطغی و اعدو باللہ من الفقرا لمکب یعنی اے اللہ مجھ کو پناہ میں لے لے ایسی دولت اور ثروت سے جس سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اور اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ایسی تنگی اور محتاجی سے جس سے آدمی چلا اٹھے خود خدا تعالیٰ نے ہم کو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے دینا آتانی والدینا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار پس یہ کون کتنا ہے کہ ہم کو اپنی دنیا کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا ضروری نہیں ہے مگر ہاں اس میں صرف اس قدر متوجہ ہوں کہ اپنے ناز و زہ کی طرف سے بھی غافل نہ ہو جاؤں +

ہر ایک مسلمان اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں کے قبضہ میں ملک زیادہ لگے مسلمانوں کی عزت اور اسلام کی مدنی زیادہ ہوتی گئی اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ جب خلفاء راشدین کی خلافت کا زمانہ گزرا گیا اور کچھ دنوں بعد مسلمان بادشاہوں نے غیر قوموں کی دیکھا دیکھی شان و شہادت دست کئے اور عیش و آرام میں اس حد تک مستغرق ہو گئے کہ مذہب کی طرف سے غافل یا کابل ہو گئے وہی مفتوحہ ملک ان کے قبضہ سے خیر نہ نکلنے شروع ہو گئے۔ میں نے کیفیت صرف مسلمانوں کی بیان کی اور حقیقت میں تمام قوموں اور سلطنتوں کا یہی حال ہے جو بیکن قوموں اور سلطنتوں میں اپنے اپنے مذہب کے برخلاف کام کرنے لگے ان سلطنتوں میں مل گیا پس مسلمانوں کو ہرگز حقیقی اختیار کرتے وقت اپنے مذہبی امکان کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

سننے کے رکھنا قدم دشمنان پر ہونوں کہ اس نواح میں صوبہ ہندوستان بھی ہے

# عام محبت

## یعنی غیر مذہب والوں کے ساتھ محبت اور دوستی

آج کل ہندوستان کے مسلمانوں کے بعض مسائل تصفیہ کھڑے مصلحت پر مبنی جتنا ہے کہ غیر مذہب والوں کے ساتھ دوستی اور محبت شرعاً منع ہے۔ بہت سی باتیں جن کو ہماری سہل شریعت مباح کر دیا ہے وہ اسی مصلحت کے لحاظ سے مذہب کے نام پر نہ سمجھی جاتی ہیں غیر مذہب والوں کے ساتھ کھانا اور پینا جونی نفسہ مباح ہے اسی ایک مصلحت کے سبب متروک ہو رہا ہے یہاں تک کہ بعض مقدس مناج اور متراط طبیعتیں غیر مذہب والوں کے ساتھ آمدورفت اور نشست و برخاست کو بھی پسند نہیں کرتیں علما اسلام کا یہ حال ہے کہ وہ دنیا اور دنیا کے حالات سے تو مطلق آگاہی نہیں رکھتے ان کو یہ کچھ نہیں معلوم کہ آؤر گھوں میں کیا ہو رہا ہے اور ضرورت وقت کے لحاظ سے ہم کو کیا کرنا چاہئے وہ نیک نیتی سے یہ سمجھے جاتے ہیں کہ اگر غیر مذہب والوں سے اس قسم کی راہ و رسم جاری کی جائے تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ عوام اہل اسلام جو اپنے مذہبی مسائل سے ناواقف یا کم واقف ہوتے ہیں وہ غیر مذہب والوں کی صحبت میں خراب اور اپنے دین مذہب متخوف ہو جائیں گے اس لئے وہ بالقصد مسلمانوں کو مباحات شرعیہ کے عمل میں لائیکلی اجازت نہیں دیتے اور خود اس لئے انکا ہتھمل نہیں کرتے کہ جو بات باپ دادوں سے نہیں ہوئی اُس پر جرأت کرنا مشکل ہے اور جن عاملوں کی ثابت قسمی اس شکل پر غالب بھی آسکتی ہے وہ اس لئے ان مباحات سے کنارہ کر دیتے ہیں کہ ہم کو کتنا ہوا دیکھ کر عوام بھی ویسا ہی کہنے لگیں گے اور پھر وہی غلطی پریش آئے گی جس کا اندیشہ ہے۔ حالانکہ یہ اندیشہ بالکل غلط اور اس غلطی کا یہ علاج اور نیا وہ غلط ہے جو عام کا عقیدہ جن کا عمل بالکل یوں منوں بالغبیب ہو سکتا ہے پختہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہادیہ اور صدقے پڑھنے والے طالب علموں کو اپنے بعض مذہبی مسائل کی طرف تردد ہو جاتا ہے کہ جو عام کو کبھی خراب میں بھی کوئی تشویش لاحق نہیں ہوتی اور یقیناً یہی کیفیت ان کی غیر مذہب والوں کی صحبت میں بھی باقی رہیگی پس عوام کے خوف سے اپنے مسائل کو انادی سے میلن کر نہیں سنا کرنا بلکہ مثال جانا اور اس کو اپنے وہی اندیشہ کا علاج خیال کرنا حقیقت میں سخت الزام کی بات بلکہ گناہ اور مصیبت میں داخل ہے اور اپنی شریعت میں ایک قسم کی تحریف ہے +

اور ایسے عاملوں اور عبادوں سے بھی زمانہ خالی نہیں ہے اور ان مباحات صرف اس فرض سے متع نہیں ہوتے کہ ہمارا تشخص اور تقدس صاحبانِ عقل کے دلوں میں جو اٹکے مانے تو کل میں اٹکے باعث

مذہب میں قائم ہے۔ اس غیر گروہ کی ذلت و تعالیٰ خدا کی طرف سے روزِ برزخ کا مال ہوتی چلی جاتی ہے۔ لہذا یہی  
 مسلمانوں کو وحدت کی نظر سے دیکھنے لگے ہیں اور اہلِ خاق نے اپنی اصلاح میں ان کا تعصب تحصیلدار رکھ دیا  
 ہے جو اوقاتِ معین پر دورہ کرتے ہیں اور اپنا زمانہِ معینہ وصول کر رہا ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ان تحصیلداروں  
 کے اعمال و افعال سے کچھ بحث نہیں ہے بلکہ گفتگو اول الذکر فرقوں کے خیالات کے ہے۔

پس ماضع ہو کہ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک محبت من حیث الدین اور یہ وہ محبت ہے جسے مسلمانوں کے  
 باہم صرف توہم مذہب کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ ایک مسلمان عالم اور دیندار جس کو پسہ ہم نے کبھی دیکھا ہو  
 اسی محبت کے سبب ہمارے نزدیک واجبِ تعظیم ہوتا ہے۔ اسی جوشِ مذہبی کے سبب اُس دیندار اور  
 عالم کی محبت ہمارے دل میں اثر کر جاتی ہے۔ پس یہ محبت مسلمانوں کو صرف مسلمانوں سے ہو سکتی ہے اور  
 مسلمانوں ہی پر منحصر نہیں۔ جدیدانِ میں قدر اہلِ مذاہب ہیں ان سب کی یہی کیفیت ہے کسی مذہب کا  
 آدمی دوسرے مذہب والوں سے محبت اور من حیث الدین پیدا نہیں کر سکتا۔

دوسری قسم کی محبت وہ ہے جو امورِ دنیوی و دنیوی کے دنیاوی اثرات کے واسطے نہ ملے اور نہ  
 عالم کے ساتھ پیدا کی ہے اور وہ ایسی ضروری شے ہے کہ نظمِ عالم کے جسے جسے ارکان اُسی پر منحصر ہیں  
 یاں باپ کو اپنے بچوں سے جتنی کو بھائی سے میاں کو بی بی سے اور بی بی کو میاں سے اپنے خاندان  
 والوں سے اپنے ہم محلہ سے اپنے شہر والوں سے اپنے ملک والوں سے اپنے ہمجنسوں سے اور اپنے دو گروہ  
 اور اپنے محسنوں سے جو محبت ہر انسان کو ہوتی ہے وہ اسی دوسری قسم کی محبت ہوتی ہے۔ البتہ محبت من  
 حیث الدین اکثر اس محبت من حیث الدین کے شریک شال ہو جاتی ہے۔ یہ خلاف اس کے اگر ہم یہ ملاحظہ کریں  
 کہ ماں باپ کو اپنے بچوں سے اس لئے محبت ہوتی ہے کہ بطنِ غالب آخر کو وہ اولاد اپنے دل باپ کے مذہب  
 کی پیروی کرے تو اس بات کی کیا وجہ ہوگی کہ چوپایوں اور پرندوں میں بھی جو کچھ مذہب نہیں لگتا اسی  
 ہی محبت پائی جاتی ہے جیسی انسانوں میں ہوتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ محبت من حیث الدین اکثر  
 ایک دوسری قسم کی محبت اور ایک قسم کی اثر ہے جو محبت من حیث الدین سے بالکل علیحدہ ہے لیکن یہ  
 دونوں جہتیں باہم ایک دوسری کے مخالف اور ضد نہیں ہیں۔ ایک جوشِ مذہبی جو انسان کے دل  
 میں پیدا ہوتا ہے محبت من حیث الدین کو قہراً پیدا کرتا ہے لیکن محبت من حیث الدین اکثر کو جتنی  
 ایک جوشِ مذہبی نہیں کرتا اور نہ اُس کے جوشِ مذہبی میں یہ تاثر ہوتا ہے کہ کسی محبت من  
 حیث الدین کے ساتھ ہم مذہبوں یا غیر مذہبوں سے منقطع کر سکے۔

غالباً یہی اس غیر جان سے کہ جوشِ مذہبی محبت من حیث الدین اکثر کو جو کسی غیر مذہب سے لے کر

کچھ ثابت شکل ہو گیا ہے

مسلمان اگر خدہ انصاف کے دیکھیں تو وہ جانتے ہیں کہ اگر وہ حقیقت منہ پر اسلام کے مسائل کا پیمانہ ہو جائے جو مسلمانوں کا خیال ہے تو مذہب اسلام کے زیادہ مسلمانوں کے حق میں کوئی دوسری آفت نہ بدال ہوگا جن غیر قوموں اور غیر مذہبوں کیساتھ مسلمانوں کو معتقدات غلطیاتی بشری پائنا کا درد جاری کرنا پڑتا ہے یا آئندہ پڑے یا جو غیر قومیں مسلمانوں پر چکر لاتی کریں جن کو مسلمانوں کی طرف سے رفاقت کی کیا امید ہوگی اور کس بھروسہ پر وہ صفائی ہول سے مسلمانوں کی سلفہ معاملات میں استبدادی کر ٹیگی اور وقت پر ان کی ضرورت قتل کے سرانجام میں انکی مددگار ہوگی چارک والوں نے ایسی ضرورتوں کے لحاظ سے ایک شرعی جیل یہ تصنیف کر لیا ہے کہ ضرورت کے واسطے غیر مذہب والوں سے ضروری ملاپ ہوتا ہے۔ یہ راز اگر سرار تصوف کی طرح سینہ بسینہ چلا آتا تو شاید کچھ کام کا بھی ہوتا لیکن جیسا اس سے گناہیں مرتب ہوئیں اور چھاپی گئیں اور اس کی بنا فرماں پاک کی اس آیت پر قائم ہوئی کہ الا ان يتقوا هنم نقاءا تو اب وہ راز مخفی نہیں ہو سکتا۔ ج

خاں کے مانند آن راز سے کرو سارے مذہبوں

غیر قومیں کوئی احمق یا غافل نہیں ہیں جو ہمارے دلوں میں آ جاؤنگی وہ ایسی اندھی نہیں ہیں کہ جب مسلمان اپنی ضرورتوں کے وقت انکے سامنے خدشاہ اور جھوٹے نظارات جبت اور دوستی سے پیش آئیں تو وہ ان کی اس منافقانہ کارروائی سے نفرت نہ کریں اور ہمارے اس خود غرض اور ذلیل طریقہ کے سبب ہم کو وہ ذلت کی نظروں سے نہ دیکھیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بینک مسلمان صفائی قلب سے کسی قوم سے نہ لینے بینک وہ قوم ہرگز ہمارے شریک حال نہیں ہو سکتی نہ وہ ہمارے کسی کام میں مدد کر سکتی ہے اور نہ ہم سے صفائی کے ساتھ مل سکتی ہے +

اب خیال کرنا چاہئے کہ جو حالت مسلمانوں کی ہندوستان میں اندیز اور ملکوں میں بافضل ہے وہ کس قدر غیر قوموں اور غیر مذہب والوں کی امداد اور شگہری کی محتاج ہے اور جب یہ بات بھی ہمارے لیجان میں آئی ہے کہ خدا کو یہ سب کیفیت جو مسلمانوں پر اب طاری ہے یا آئندہ طاری ہوگی سب کچھ روز انزل سے معلوم تھی اور اس پر بھی ہم ایمان لائے ہیں کہ اب آؤ کوئی نبی ہماری شریعت کی مصلح کیسے ملے یا کوئی دوسری شریعت لیکن تو اب نگاہ ہماری شریعت اب ہر طرح کامل اور ختم ہے اور اس شریعت کے وہی احکام صیح فرض کئے جاویں جن سے ہم نے اوپر اختلاف کیا ہے تو گویا نہ ان حال سے ہم اس بات کا اثر نہ کرتے ہیں کہ خدا کو اب جو اس تمام مظہر شان کے اتنی بھی لیاقت نہیں ہے جو وہ اپنے پیچھے

مستحق کی طرح اس میں شریعت مقرر کرنا جسکے احکام ہر وقت کی تبدیلیوں کے لحاظ سے متن کی بنا  
 وقت و اثر اور احوال کی تمام ضروریات کے سر انجام کے واسطے کافی اور کافی ہوتے مگر یہ نہیں تو دوسری  
 بات یہ تسلیم کرنی چاہیے کہ انسان نے ہم کو دھوکہ میں رکھا اور ہم کو ایک ایسی شریعت میں پھانسا جسکے  
 احکام خود بخود ایک وقت میں ہماری تباہی اور بربادی کا موجب ہو جائیں تمام اقدار و قویں ہماری تباہی  
 ہو جائیں اور ہر شخص حقارت کی نظر سے ہمارے اوپر تھوٹھو کرے۔ نعوذ باللہ منہا  
 مگر الحمد للہ کہ نہ ہمارا خدا ایسا بے وقوف ہے اور نہ ہماری شریعت غرہ مصطفویہ ایسی مہمل  
 شریعت ہے۔ - -

ہر چہ ہست از شامت ناسازی اذام ماست  
 ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کو تاہ نیست

ہمارا خدا جس نے اپنے سچے بنی کے ذریعہ سے اپنے پُر حکمت احکام ہماری ہدایت اور عمل کیلئے  
 بھیجے جسکے زیادہ دانا اور بینا اور حکیم ہے اس حکیم مطلق نے جو شریعت ہمارے واسطے مقرر کی وہ جیسی  
 وسعت میں کمال ہے ویسی ہی برائوں میں سہل ہے اپنے برتاؤ کے لحاظ سے جیسی وہ شریعت ایک بہت  
 موسم میں کسی جوان آدمی کی جوانی کے مناسب حال ہے ویسی ہی ایک نامناسب موسم میں وہ ایک پُر ضعیف  
 مرد کی ضعیفی کے مناسب اپنی وسعت کے لحاظ سے وہ تمام گذشتہ شریعتوں سے فرخ تہ ہے اسکی ہر حکمت  
 اور نہایت آسان احکام کا یہ قدرتی اثر ہے کہ مسلمان ہر ایک انقلاب کی حالت میں خوشی سے سیر کریں مذہب  
 اسلام کا ہرگز یہ نشا نہیں ہے کہ کسی قوم یا مذہب کے لئے کی طرف سے دل میں عداوت اور کینہ اور بغض قائم کیا جاوے  
 جو بالکل انسانی کے برخلاف ہے، قرآن شریف کی تمام مذکورہ بالا آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو غیر مذہب والے  
 مسلمانوں سے دین کے معاملہ میں لڑتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالے ان سے محبت  
 اور دوستی نہ رکھنا چاہئے ان سے صرف اس قدر معاملت جائز ہے جس سے پانچ پاؤں ہے اور یا اخلاقی  
 انسانی کا ایک ایسا معتدل حصول ہے جس سے کسی ہیبکا آدمی انکار نہیں کر سکتا یہ کسی طرح جائز نہیں  
 ہو سکتا کہ دو لشکر جو آپس میں مقابل ہوں ان میں سے ایک گروہ کے بعض لوگ دوسرے گروہ والوں  
 سے دوستانہ راہ و رسم جاری کریں اور اپنے لشکر کی سب خبریں دوسرے لشکر والوں کو پہنچا دیں اور لشکر  
 کے ضعف اور قوت کی قیمت کا باعث ہوں پس جہاں جہاں مسلمانوں کو غیر مذہب والوں کی دوستی سے  
 منع کیا گیا ہے وہ سیاسی قسم کی دوستی اور محبت ہے نہ وہ دوستی اور محبت جو من حیث الوجود ایک  
 انسان کو دوسرے انسان سے لازمی ہے +



رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ اِنَّ زَيْنَ الدِّينِ لَا يُنَافِقُ اِنَّهُ عَنِ الدِّينِ لَمُتَّقٍ اَمَّا زَيْنُ الدِّينِ فَلَا يَنْفِقُ  
 فِيْهِمْ كَذِبٌ دِيَارُ كَذِبٍ وَتَوَدَّ اَنْ يَنْفِقَ لِيُحْمِلَ عَلَيْهِمُ اِنَّ اللهَ يَجْزِيُ الْمُتَّقِيْنَ اَمَّا زَيْنُ الدِّينِ فَلَا يَنْفِقُ  
 اِنَّ زَيْنَ الدِّينِ قَالُوْا كَذِبٌ اِنَّ زَيْنَ الدِّينِ قَالُوْا كَذِبٌ اِنَّ زَيْنَ الدِّينِ قَالُوْا كَذِبٌ اِنَّ زَيْنَ الدِّينِ قَالُوْا كَذِبٌ  
 يَتَوَلَّوْنَ اَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ الظَّالِمُوْنَ يَتَوَلَّوْنَ اَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ الظَّالِمُوْنَ يَتَوَلَّوْنَ اَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ الظَّالِمُوْنَ  
 سَالِمِيْنَ يَتَوَلَّوْنَ اَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ الظَّالِمُوْنَ يَتَوَلَّوْنَ اَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ الظَّالِمُوْنَ يَتَوَلَّوْنَ اَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ الظَّالِمُوْنَ  
 بِيْشِكِ اِنَّ اَنْصَافَ الدُّوَالِ كُوْدُوسْتِ كُتَابُ هَٰؤُلَاءِ الظَّالِمُوْنَ يَتَوَلَّوْنَ اَوْلِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ الظَّالِمُوْنَ  
 تَمَّ سَ لَئِيْ اَتَمَّ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا  
 دُوْسْتِي كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا  
 دُوْسْتِي كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا لَئِيْ كُوْتَمَا

پھر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مذہب والوں کے متعلق قبول کئے ان کی دعوتیں منظور کیں جو بالکل بہت  
 کے مقامات ہیں۔ خدا نے ہم کو یہ اجازت دی کہ جن غیر مذہب والوں سے تمہاری بی بی لڑائی نہیں ہے ان سے  
 ملو اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ہم کو اپنے مذہب کی رُمت سے لازم ہے کہ جہاں ہم محکوم ہوں ان سے اپنے  
 حاکم کی اطاعت کریں اور جہاں غیر قوموں پر حاکم ہوں ان سے اپنے محکوموں کی واجبی رعایت کریں ان کی  
 شرب کی ایسی ہی مخالفت کریں جیسی اپنے سرکر کی اور ان کے سوروں کی ایسی ہی نگہداشت کریں جیسی اپنے  
 دہنوں کی ہم کو یہ بھی تاکید ہے کہ جب ہم کسی سے عمل کر لیں تو مضبوطی سے اس پر قائم رہیں کہ یہ سب باتیں  
 مجموعہ من حیث المجموع باہم جماعت اور دوستی کو مستحکم کرتی ہیں +

خدا نے خود ہم کو اس بات سے مطلع فرمایا ہے کہ خدا نے تمہارے ساتھ زیادہ دوستی کریں گے کمالاً  
 وَلَيَقْدِرَنَّ اَقْرَبُهُمْ وَاَوْلَاؤُهُمُ اَلَّذِيْنَ اَقَالُوا اَنَافِصَارِيْ ذَالِكَ بَانَ مَتَّهَدٌ قَبِيْصِيْنَ  
 دہا ناوا انہم لایستلکون بعض دوستیاں اس قسم کی بھی ہیں کہ گویا ایک فریق دوستی کا اظہار کرے  
 لیکن دوسرے فریق کو اس سے کنارہ ہی کرنا ملے ہے لیکن خدا نے نصائے کی اس دوستی کی علت بھی  
 بیان فرمادی تاکہ کسی کو شبہ نہ رہے کہ وہ دوستی کس قسم کی ہوگی اور فرمایا کہ وہ اس واسطے تمہارے دوستدار  
 ہونگے کہ ان میں عالم ہیں اور رویش ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے یعنی ان کی طرف سے یہ دوستی تمہاری  
 نسبت کمال تہذیب کے سبب ہوگی جیسا عام دستور ہے کہ ایک مذہب انسان دوسرے مذہب انسان سے  
 مستعد دوستی سے پیش آتا ہے۔ پھر کیا مسلمان اپنے نامذہب اور وحشی ہو جاویں گے کہ ہر فرقہ کی دوست  
 ہو اور دوست بھی باہر دوست جس کی دوستی کی خبر خدا نے ہم کو دی اس کیساتھ بھی وہ فرقہ کی دوستی نہیں

کیا یہاں کسی مسلمان اور فرانس کے خدائی کے ان احکامات کو بھول سیکھے جو کہ یہاں کی دینی سرپرستی کی  
 طرف سے مسلمانوں کی عظمت و فہم نہیں بلکہ مسلمانوں کی مذہبی حریت پر زور رکھنے اور مسئلہ امینہ سے  
 میرا سلام کا جھٹکا دینا دیکھنے کے واسطے برتی گئی۔ اس لڑائی میں ہمارے یہ مدعا جن کو خدا جہاں نے خیر و  
 خاص اپنے مذہب یعنی روپیوں کے مقابلہ پر جنہوں نے ظلم پر کراؤ نہ ہی تھی کہ اسے سے کہہ حاکمینہ سے  
 سینہ ٹکراتے اور جہاں ہمارا خون گراواں انہوں نے اپنے خون کی بھی دھاریں بہا دیں اور ہمارے  
 دشمنوں کو مغلوب کیا اور حرم شریفین پرچن کا نام لے کر ہمارے عالم و دین آجاتے ہیں ہمارا قبضہ  
 قائم رکھا مگر یہ سب اس سے ہو کہ سلطان روم خلد اللہ علیہ اپنے ان مدعا رول سے نہایت صفائی اور خلوص  
 کے ساتھ دوستانہ ملا۔ بخارا میں اس کے بغلاف اور علما و افاضت اندیش کی مرضی کے مطابق کام ہوتا  
 فطرت ہو گیا پھر کیا مسلمانوں پر یہ فرض نہیں ہے کہ جب کبھی خدا خواستہ اور نصیب اور کوئی موقع آوے تو  
 جہاں ہمارے ان مدعا رول کے پسینا گرینا کا احتمال ہو وہاں اپنے خون کے لئے بہا دیں۔ اب ہم اپنے  
 مالوں سے دیانت کرتے ہیں کہ کیا ایسے ایسے معاملات کے بعد بھی دو مختلف قوموں کے باہم سچی محبت اور  
 دوستی نہیں ہو سکتی مگر افسوس جو شخص یہ بھی نہ جانتا ہو کہ انگلستان اور فرانس کی مدکیسی اور کریمیائی جہاز  
 کا نام ہے یا کسی زبان کا لغت ہے اور کجا روس اور کجا کہ مدینہ وہ کیا خاک ان ہاتھوں کا جواب دے سکتا ہے  
 ایں انصاف سے باز شمس باز غم نے آید

ضامن ہم کو اجازت دی کہ ہم اہل کتاب عورتوں سے نکاح کریں پس جو اولاد ان عورتوں سے ہوگی  
 کیا وہ اپنی ماؤں سے ملی پیارا اور محبت نہ کرے گی مہذا جس قدر تحقیق بیبیوں کے خاندان پر ہماری شریعت  
 کے بموجب ہیں اور عیسیٰ کچھ رعایت اور محبت اور حسن اخلاق ہم کو مسلمان بیبیوں کے ساتھ برتنا چاہئے وہ  
 سب ہم کو ان اہل کتاب بیبیوں کی نسبت برتنا ضرور ہوگا ورنہ ہم گنہگار ہونگے پھر کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہی  
 خدا فیہد حب الوں سے ایسے ایسے رشتوں اور قرابتوں کو جن میں محبت ثواب اور ترک محبت گناہ ہو ہمارے  
 لئے جائز کرے اور خود ہی جائز کرے اور قوموں کو ہمارا دوست ٹھہراوے اور پھر وہی خدا ہم کو یہ حکم دے کہ  
 تم ان سے بغض و عداوت کر دے خدائی کا یہ کہو ہے یزانیوں کی نکلیات یا لوگوں کا کھیل ہے۔ ولھذا  
 بہتان ظلیلہ

مگر مسلمان ہی ہیں است کہ واعظ گوید

دائے گرد پس امر مذہب و فردائے

مسلمانوں کو یہ بات بخوانا چاہئے کہ قرآن شریف تمام کتب ملوی کا معتقد ہے جس میں تمہارے خلیفہ کی خدائی

ہائیں بھی شامل ہیں۔ یہ بھی حق کہ معلوم ہے کہ جناب سرور کا خطاب علیٰ مشائخہ و اہل بیت سے کیا گیا  
 بڑی فرض یہ بھی تھی کہ اخلاق انسانی اپنے حوالہ کو پہنچا دے مسلمان اس میں اپنی بہت کی کشت میں ہیں  
 جس کی تعریف میں خدا رشاؤں فرماتا ہے۔ و انما اعلیٰ خلق عقیلو اور جس کا خطاب عمرہ علیہ السلام ہے  
 ہمارا مذہب تمام نیکیوں کا سرچشمہ اور ہر ایک قسم کے انسانی اخلاق کا مکمل اور تتمہ ہے پس مسلمانوں کو چاہیے  
 گزشتہ خیالات پر مصلحت لکھ کر آئندہ ٹھیک ٹھیک خدا اور رسول کی مرضی اور نشانہ کے مطابق کام کریں۔  
 ہمارا مکمل اسی میں ہے کہ کوئی مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔ دوست ہو یا دشمن سب کے ساتھ ہم سلوک اور برکت  
 پیش آویں اور جس محبت کے ابتک ہم اپنی نا سمجھی کو سبک محروم ہے آئندہ اُس کے حصول کی واسطے بدل کوشش  
 کریں اور اُس کبرائی اثر کو کام میں لادیں جو ہمارے لیے مذہب نے ہم میں غیروں کو اپنی طرف مائل کرنے کی فرض  
 سے لکھ دیا ہے۔ اب مسلمانوں کو ضرور ہے کہ جس ناز و بر انداز مصلحت کے اثر سے ہماری شریعت کے وسیع دائرہ  
 کو وہ غیر مساوی حصوں میں تقسیم کر کے ایک بہت چھوٹا حصہ ہماری بسر زندگی کے قیوانہ کی واسطے خاص  
 کر دیا ہے کہ اُسی میں چاہیں ہم میں چاہیں ہم زندہ رہیں اُس مصلحت خلاف کو درمیان سے اٹھا کر اور تنگ  
 قید سے آزاد ہو کر اپنی شریعت کے پورے دائرہ کی وسعت میں خوشی اور خرمی سے گلگشت کریں اور  
 ان خدا و انعمتوں پر اپنے خدا کا شکر ادا کریں +

## مہمان و مہربان

مہمانی اور مہربانی کی خوبیاں اور برکتیں ایسی صریح اور صاف ہیں کہ ان کے بیان کی کچھ حاجت نہیں ہے  
 آپس میں محبت اور ارتباط بڑھانے کے واسطے یہ رسم بہت ہی مؤثر ثابت ہوئی ہے۔ اس رسم سے غیر بھی اپنے  
 ہو جاتے ہیں بلکہ دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں اور اُسی کے جاری نہ ہونے سے قریب تر عزیزوں کی قدرتی محبت  
 میں بھی کمی آجاتی ہے۔ پس جو شے اس قدر مفید ہو مٹا سب کے کہ وہ ہر ایک قسم کے نقصانات اور خرابیوں سے  
 پاک و صاف ہے ورنہ اُس کے تمام فائدے برباد ہو جاویں گے لیکن جس طریقہ پر اس عرصہ میں ہم لوگوں میں  
 مہمانی اور مہربانی ہوتی ہے وہ کچھ مفید نہیں ہے بلکہ اقرض کے قابل ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ موجودہ رسم و  
 مداح کے سبب کے اکثر اوقات مہمان اور مہربان دونوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے ضرور ہے کہ مسلمان موجودہ  
 طریقہ مہمانی اور مہربانی پر خود کریں اور جس قدر صلاح اس میں ضروری ہو وہ عمل میں لادیں +

اب ہم ان خرابیوں کا بیان کرتے ہیں جو قابل اعتراض ہیں سب سے بڑی غلطی جو اکثر مسلمانوں کی طرف سے  
 ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے مہربان کو پہلے سے اپنے نیکی غیر نہیں کرتے حالانکہ اس بخیر و امان ہونے سے

میزبان کو بڑی تکلیف پہنچی ہے اور وہ مکان کو بھی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے علاوہ اسکے اس طرح پیوستہ کسی کے مکان پر بطور مکان کے وارد ہونا خلاف تہذیب بھی ہے ۛ

کثر یہ ہوتا ہے کہ گھر والے کھانے سے فارغ ہو جاتے ہیں اسکے بعد معانوں کی آمد ہوتی ہے اور اُس وقت ایک نہ تشویش پیش آتی ہے اور تو کھانے کا کچھ سرانجام نہیں ہوتا اور ادھر یہ خیال ہوتا ہے کہ معانوں کے واسطے کھانے میں نہ رہے ہو۔ نوکر چاکر جن کو دوبارہ پھر چلھا جھوٹا پڑتا ہے جو بدل میں ناخوش ہوتے ہیں اور اگر کبھی اُن کو ناوقت یہ معان اُسی پیش آگئی تو اور زیادہ مصیبت آتی ہے اور یہ آفت خاص کر اُن مقامات میں زیادہ آتی ہے جو ریل کے اسٹیشنوں سے قریب ہیں اب یہ ہوتا ہے کہ راکٹ گیا رہا تو گئے ہیں یا رات ڈھل گئی ہے اور پچھلا پھر ہے سب لوگ اپنے آرام کی نیندیں لے رہے ہیں کہ یکایک دروازہ پر سے آوازیں آنی شروع ہوئیں (کوڑھ کو کوڑھ کو اور کھو لو) پھر بعض سونولے ایسے غافل سوتے ہیں کہ شکل سے جاگتے ہیں یا دروازہ سے بہت فاصلہ سے ہوتے ہیں یا جاڑوں کے موسم میں مکانوں کے اندر کو اڑ بند کر کے سوتے ہیں ایسی صورت میں پیچھے آنی والے مکان کو گھڑیوں پکارتے پکارتے اور چلاتے چلاتے اور کوڑھ کھٹکھٹاتے اور زنجیریں ہلاتے گزر جاتے ہیں اور جب ان تمام مشکلات کے بعد کوڑھ کھٹکھٹا خانہ بھی بڑی بے لطفی اور تکلیف کے ساتھ بگایا گیا تو اب خیال کر لینا چاہیے کہ اُس غریب اُس وقت کیا گذرتی ہوگی۔ پھر کبھی یہ ہوتا ہے کہ مکان مختصر ہے یا اُس میں پیسے سے اور معان فروکش ہیں اور مکان میں زیادہ جگہ نہیں ہے یا صاحب خانہ کسی ایسی تشویش میں ہے کہ اُس کو اپنے معانوں سے باطنیانہ دعوئی ملنے کی فرصت نہیں ہے ان تمام باتوں کے لحاظ سے ضرور ہے کہ اپنے آنے سے قبل اپنے میزبان کی الامکان اطلاع دیجائے اور نہایت صفائی قلب اور دوستی کی بات یہ ہے کہ اگر کسی وقت میزبان یہ اطلاع دے کہ جھگو ملنے کی فرصت نہیں ہے تو بغیر کسی ملال خاطر کے اپنے ارادہ کو ملتوی کرنا چاہئے میں نے بعض اوقات یہ بھی دیکھا ہے کہ ایسے میزبان نے اپنی تکلیف بچانے کے واسطے یا معان کے آرام کی نظر سے معان کو کسی ناقد مکان میں بٹا رہا تو معان نے دل میں بہت ہی بڑا مانا حالانکہ میزبان کا یہ بڑا تو کسی طرح قدرتی کے لائق نہیں ہوتا بلکہ بڑی عمدہ بات خیال کی جاتی ہے ۛ

بعض لوگوں کا یہ خیال ہوگا کہ جن خواہیوں کا ذکر اس مضمون میں ہے، صرف اُس خاص متعلق میں جیکہ معان اور میزبان میں باہم نہایت دوستی نہ ہو مگر یہ خیال غلط ہے اسلئے کہ یہ ایسے امور ہیں جو بطور واقعات کے پیش آتے ہیں جن میں زیادہ دوستی ہوتے یا نہ ہونے کو کچھ ممانعت نہیں ہے ۛ

کبھی اس پیچھے ایک نتیجہ بھی ہوتا ہے کہ اصل مقصود فوت ہو جاتا ہے جس سے طمانعت ہو جاتا ہے

مکان چسپاں ہوا اور اس وقت ہوتا جب معلوم ہوتا ہے کہ کسی بی بی یا کسی بچے کو قتل کرنے سے نفرت ہوئی ہو یا بظاہر مقام کو سارا ہو گئے اور تب حضرت کے ساتھ وہاں سے لوٹ چلنا ہوتا ہے اور یہ ایک کافی سزا اپنے بلا اطلاع آئیکل اس وقت آئینا لے کر مل جاتی ہے +

اس خیر آئینے کا وہ چند انداز بیان بھی بیان کے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ بعض خیریاں کے مزاج میں تکلیف اس قدر ہوتا ہے کہ ان کا صاف بھی تنگ آجاتا ہے ان تکلیفات کی وجہ سے کھانا اکثر دیر میں ملتا ہے اور تکلیف ہوتی ہے اور مزینان کو بھی زیادہ عورت تک اپنے عزیزان کا قیام ناگوار معلوم ہوتا تھا ہے اور اس کے آئیکل وہ ساری خوشی اسکی موجودگی ہی میں جاتی رہتی ہے +

سعدی علیا از کسی مقام پر اپنے ایک دوست کے ہاں صاف ہوئے ان کے دوست کے بہت اہتمام سے انکی صاف کاری کی بہت تکلیف کے کھانے کو آئے اور بڑی شان کے ساتھ دسترخوان چٹا گیا شیخ نے جب یہ سامان دیکھے تو بے اختیار اس کی زبان سے یہ نکلا۔ اے دعوت شیراز صاحبانہ سمجھا کہ دعوت کے اہتمام میں کچھ کمی رہی اسلئے اس نے دوسرے وقت میں پیش از پیش اہتمام کیا لیکن ہر وہ شیخ نے وہی افسوس ظاہر کیا آخر شیخ نے جب دیکھا کہ اب مزینان کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو اس نے اپنی اقامت کو منسخر کیا اور مزینان سے رخصت ہوا کچھ عرصہ بعد اسے اس زبان کا گذر شیراز میں ہوا اسی وقت اس نے اتر اور دل میں اس بات سے بہت خوش تھا کہ اب شیراز کی دعوتوں کے اہتمام دیکھنے میں آئیے جب کھانا کا وقت آیا تو شیخ گھوس گیا اور وہاں سے ہی روز روکا سیدھا سا دھا کھانے آیا اور اپنے دوست کے سامنے کھدیا اور کہا کہ بسم اللہ کجے۔ اس وقت شیخ کے دوست کو بہت ہی حیرت ہوئی اور اس نے بہت اہمیت کھانے کی طرف توجہ دے دیا اور کھانا شروع کر دیا۔ شیخ نے اس کی حیرت کو دیکھ کر کھانا کھا چکنے کے بعد اس سے کہا کہ اے دوست دعوت شیراز سے میرا یہی مطلب تھا۔ تم نے میرے اسطے بہت تکلیف کیا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اگر میں زیادہ قیام کرتا تو تم کو سخت ناگوار گذرتا اور میری صاف کاری کی جگہ مال سے بدل ہو جاتی اسلئے میں نے اس وقت مجبور ہو کر اپنی امت اقامت کو منسخر کیا اور جن غرض سے میں اس گیا تھا وہ بھی پوری ہوئی نہیں اچھی طرح وہاں ٹھہر سکا نہ سیر کر سکا اور جلدی سے رخصت ہو گیا اب آپ جس قدر رمت تک چاہیں قیام کریں جتنے روزوں آپ پیٹنے میری خوشی بڑھتی جاوے گی +

میرا مطلب اس حکایت سے یہ نہیں ہے کہ اپنے دوستوں کی صاف کاری کے زمانہ میں ان کی خوشی خاطر کے لئے مطلق توجہ نہ کی جائے نہیں بلکہ میرا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ کیا جائے اسے اعتدال سے کیا جائے اور زیادہ نہ ہو سکے اور صاف کاری کے قیام سے سوائے خوشی کے کسی دوسری بات حاصل نہ ہو +

ان تکلیفات کے مطابق قداہ تمام بھی جو اکثر محل میں آتا ہے ملان اور میزبان مدفن کے لئے سخت تکلیف کا باعث ہوتا ہے لہذا ملان اور میزبان کا ساتھ کھانے پر اصرار کرنا ہے اگر اتفاق سے انہیں سے کوئی باہر کو چکا گیا اور انہیں میں دیر ہوئی تو دوسرے صاحب اُنکے منظر پر ہتے ہیں اور کھانا نہیں کھاتے اور جب یہ یاد دہیر ہوتی ہے تو جی میں نہایت تنگ ہوتے ہیں۔ تلاش کے واسطے چاروں طرف کو ادھی دوڑائے جاتے ہیں اور جب بڑی سی دیر کے بعد دوسرے صاحب آئے تب کھانا نصیب ہوتا ہے اگر اتفاق سے کسی صاحب غاڈ نے بلا انتظار اپنے مہمان کے کھانا کھا لیا اور مہمان صاحب بعد کو آئے تو بہت کم مہمان اس طرح کے ہوتے ہیں جو میزبان کے اس برتاؤ سے برا نہ مان جاتے ہوں۔ میں نے خود ایک دفعہ یہ کھا ہے کہ ایک مہمان جو باہر کر گئے ہوئے تھے جب وہ ایک نیچے تک بھی نہ آئے اور صاحب غاڈ نے نظر کی نماز بھی پڑھ لی تب مجبور ہو کر بلا انتظار مہمان کے کھانا کھا لیا اس کے بعد مہمان صاحب سیر کر کے بھوک پیاسے واپس تشریف لائے اور تنگ کر بیٹھ گئے اور فریاد لگے کہ آج تو مرے جس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ بھوک بھی اُن کو لگی ہوئی ہے اور بشرط بھی ایسا ہی ظاہر ہوتا تھا لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ صاحب غاڈ نے کھانا کھانے میں میرا انتظار نہیں کیا تو نہایت ہی برا مانا یہاں تک کہ کھانا بھی نہ کھایا اور یہ عذر کر دیا کہ میں بھی کھانا کھا چکا ایک دست ملگئے تھے انہوں نے بغیر کھانا کھلائے نہ اٹھنے دیا اب غور کرنا چاہئے کہ ان مہاتوں کا کیا نتیجہ ہو گا کہ اس مہانی اور اس میزبانی سے کچھ بہت اور خوشی بڑھ سکتی ہے ۛ

ایک اور خراب طریقہ یہ ہے کہ مہمان کو کوئی موقع تخلید اور آرام کانیں ملتا اور یہ خرابی دو وجہ سے پیدا ہوتی ہے اول اس لئے کہ ہمارے مکانات کا طرز خراب ہوتا ہے۔ دوم ملنے جلنے کا طرز بھی اچھا نہیں ہے۔ ہمارے مکانات اس طرح پر علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم نہیں ہوتے کہ ہر ایک شخص کے لئے بغیر اسکے کہ آوردن کو تکلیف ہو آرام کے ساتھ تخلید ممکن ہو ایک ہی کھانا ہوا مکان ہوتا ہے وہی اپنے بیٹھنے اٹھنے کا وہی مہمانوں کے قیام کا۔ اگر کوئی یہاں ہے تو اُسی مکان میں ہے چوتھرہ کے نیچے نال بھسکا بھی اُسی کے سامنے چڑھا ہوا ہے ایک طرف کو قفاں لڑکے بھی اُسی مکان میں چڑھا ہے ہیں میفرہ وغیرہ اور اسلئے صاحب غاڈ مجبور ہوتا ہے اور اپنے مہمان کے لئے کوئی موقع تخلید کا آسانی سے موجود نہیں کر سکتا اس خرابی کا دور کرنا بالفضل غریب اور متوسط الحال شخصوں کے اختیار سے باہر ہے لیکن امر او اس طرف توجہ کرنا ضرور ہے چنانچہ بعض امراء اپنے نو تعمیر مکانات میں اس قسم کی رعایتیں اب ملحوظ رکھتے ہیں یا انکے متعدد مکانات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہ وقتیں اُن کو کستوش آتی ہیں لیکن اکثر لہرا کو بتک بھی اس طرف توجہ نہیں ہے اسائن کی پچاس پچاس ہزار اور ایک ایک لاکھ روپیہ کی عمارتیں اب تک بھی

کثر اسی پرانہ نقشہ پر بنائی جاتی ہیں جو بدینہ سوئی کا آرام نہ گرنی کا نہ مہمان کے لئے کوئی تنہا مکان بنانے  
لے ہیں اگر امداد اس طرف تو جو کہیں تو آخر کار متوسط الحال شرفاء بھی ان کی پیروی کریں اور نہ صرف  
غریب بھی حتیٰ الامکان انہیں کی تقلید کرنے میں سامی ہوں +

ایک نند تکلیف مہمان اور میزبان کے طرز مذاق سے پیدا ہوتی ہے جس وقت مہمان کسی اپنے دوست  
یا عزیز و قریب کے مکان پر وارد ہوا صاحب خانہ اور اس کے عزیز و اقارب اور دوست آشنا سب اس مہمان  
خوب کے گرد ہوتے اور مگر ٹیبل اور گھنٹوں بلکہ پروں اس کے پاس بیٹھنا شروع کیا ایک صاحب ٹھکر تشریف  
لیکے تو وہ صاحب آدمہ موجود ہوتے غرض ہر وقت یہ جلسہ اس کے پاس رہنے لگا اب جب تک کوئی مہمان کسی کو  
غریب ہو اسی قدر یا ہتمام زیادہ ہوتا ہے اور زیادہ غریب کی مٹی زیادہ خوار ہوتی ہے بہت ہی کم ہم سے  
اول ایسے بے تکلف مہمان ہوتے ہیں جو اس ہم غفیر کا کچھ ادب اور لحاظ نہیں کرتے اور اپنے آرام میں غل نہیں  
ڈالتے اور میزبان بھی ایسے بہت کم ہیں جو اپنے مہمان کی مکان آہ اور معذرت سفر کے لحاظ سے اس کے آرام  
و آسائش کا خیال کرتے ہوں اور خوشی خاطر ان کو ایسا موقع دیتے ہوں کہ جیتک وہ چاہیں آرام کریں اور  
خط و کتابت وغیرہ کا جو کچھ مشغل وہ چاہیں تنہا میں اطمینان کے ساتھ کر سکیں۔ ایک اور بڑی مشکل یہ ہے کہ  
مہمان بھی چونکہ ہماری ہی جنس سے ہوتے ہیں اور اسی قسم کے تپک اور طرز مذاق کے عادی ہوتے ہیں۔  
اس لئے ایسا بھی اکثر ہوتا ہے کہ اگر کوئی میزبان یا میزبان کا کوئی عزیز و قریب اپنے مہمان کے پاس زیادہ مہر  
نہ رہے تو مہمان صاحب بھی بُرا مان جاتے ہیں اور حماقت سے سمجھ کر کہ ہماری کچھ قدر و منزلت نہ ہوئی خود اپنی نظر و  
بیں حقیر اور فحشے تھوڑے ہونے لگتے ہیں اس لئے صاحب خانہ اپنے مہمان کے سر پر ہر وقت ایک بک بک  
کر نیوالا پروتھین کرتے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اب بکھنا چاہئے کہ یہ کیسی کچھ وقت اور تکلیف کی بات ہے اور چونکہ  
ہم خواہ بہ حیثیت مہمان اور خواہ بہ حیثیت میزبان اس قسم کی تکلیفیں بھیلنے کے عادی ہو رہے ہیں اور  
اپنے بیش بہا وقت کو راگلاں کھونے میں نہایت مشاق ہیں اس لئے یہ بڑا دہم کو کچھ زیادہ ناگوار نہیں  
گنہ زنا و زندہ شخص جو اپنے وقت کی کچھ بھی حفاظت کرتا ہو ایک دن کی واسطے بھی کبھی کسی کے ہاں اس طرح  
مہمان ہو کر یا ایسے کسی طمعہ شاہ کا میزبان ہو کر خوش نہیں رہ سکتا +

مہمانی اور میزبانی کی ان تمام مذکورہ بالا مصیبتوں کے علاوہ اور بہت سی ایسی ہی بیہودہ باتیں ہیں جو  
ہم لوگوں میں رائج ہیں اور جن کے بیان کرنے کے واسطے ایک مستقل رسالہ مرتب ہونا چاہئے اس لئے میں  
ان کی طویل و طویل تفصیلوں میں پڑنا ضروری نہیں سمجھتا اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ بڑی بڑی خواہیاں  
جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے جو عبادین تو اُنہم چھوٹی چھوٹی خرابیاں بھی جو امتین شی خواہیوں سے پہلے

ہوتی ہیں خود بخود مرغ و ہوا میں گیئیں ختم مضمون پڑھیں تازہ مصیبت کا تذکرہ جلد مناسبہ ہو گا کہ رخصت کے وقت فرماں واجب الانعقاد آمدن پر اداوت و رفتن پر اجازت سے پیش آتی ہے ۛ

عنان نے اب ڈرتے ڈرتے اور گناہیں سچی کر کے صاحب خانے سے رخصت ہو نیکی اجازت پا ہی مگر صاحب خانے نے صاف انکار کیا۔ عہان ہر چند منت کرتا ہے اور اپنی سخت سخت ضرورتیں بیان کرتا ہے لیکن صاحب خانہ راضی نہیں ہوتے اس مجلس میں اور جس قدر صاحب موجود ہوتے ہیں وہ بھی اپنا فرض ہی سمجھتے ہیں کہ صاحب خانہ کی تائید کریں ۛ بھی عہان کو قیام کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور اس نے کسی کے گھنٹے میں ایک متنفس بھی ایسا نہیں کھلائی دیتا جو خدا لگتی ہوئی کسے اور عہان کی بیکسی پر بھی رحم کرے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ ابھی آپ کہاں جاویں گے کوئی فرماتے ہیں کہ عہان صاحب کا کنسا نیچے ڈالے عہان صاحب نے نصرت بڑا تو بھری ٹھٹھے ہٹے فرماتے ہیں کہ کبھی تو آپ تشریف لائے اور آتے ہی جانیکی سائی آپ کے اس نے سے ڈانا تر تھا دنیا کے کام چلے ہی جاتے ہیں یہاں آپ کب آتے ہیں المختصر بیان تک اس عہان کو تنگ کیا جاتا ہے کہ وہ سخت رنج میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے دل میں کہتا ہے کہ اتنی میں کس صاحب میں آگیا اور کیوں کر اس سے نجات ہوگی اور اپنے آنے پر نہایت افسوس کرتا ہے اور قدر ویش برجان و ریش ایک مقام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر کیا یہ قیام فریقین میں کچھ محنت اور خوشی کو بڑھا سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بڑھا سکتا۔ بلکہ برعکس اس کے دلوں کو رنجیدہ کر دیتا ہے ۛ

اگر کوئی سخت بے جیا عہان ہو اور اس نے نالائقی سے اپنے شفیق میزبان کے اصرار پر کچھ خیال نہ کیا اور سمجھا تو والوں کی بات بھی نہ مانی اور چلنے کا ارادہ مصمم کر لیا تو اب یہ جنجال کسی طرح اس کا سمجھا نہیں چھوڑتا کہ کھانا کھا کر جانا ہو گا اور یہ اصرار عہان مقامات میں عہانوں کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے جہاں لیل کے اسٹیشن قریب ہیں اور مسافروں کو ریل کے ذریعہ سے سفر منظور ہوتا ہے اکثر یہ ہوتا ہے کہ اتنا دیر میں کوئی دوست اپنے دوست سے ملنے کے واسطے جو کسی اسٹیشن سے قریب ہوتا ہے اور وہ یہ ارادہ کر لیا کہ وہ صبح وقت کی ریل میں چلا جاؤں گا ایسے مسافروں سے بھی جب یہی معمولی تکلف آمیز جھگڑے ادا قے پیش آتے ہیں تو ان کو سخت حیرانی ہوتی ہے ۛ

اور ہر ریل کے وقت میں صرف ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے یہاں صاحب خانے کے اس نوکر بازار سے گوشت لیکر بھی نہیں لوٹا عہان کہتا ہے کہ برائے خدا مجھ کو رخصت کیجئے لیکن صاحب خانہ اس میں اپنی نہایت ذلت سمجھتے ہیں کہ بیکر کھانا کھائے یا کھانا ساتھ لے عہان گھر سے رخصت ہو اب ذکر بھی بائد سے آگیا کہ ریل کا وقت بھی بہت نزدیک پہنچا اور عہان پر ایک سخت اضطراب کی حالت طاری ہوئی



کبھی وہ اپنے من خوف کو کہ ریل چلی جائے گی اور من ہاؤس کا شرم سے ضبط کر چکا ہو گا اور کچھ دیر کے بعد گھبراہٹ اور کئی دفعہ چپنے کے بعد اٹھنا چاہا مگر صاحب خانہ نے دبا دھنے دیا آخر جب وقت بہت قریب آ گیا اور صاحب خانہ کو بھی کچھ ذامت سہی ہوئی تو وہ بھی جلدی سے اٹھے دوکر بازار کو پھر بھاگا کچھ مٹھائی بازار سے آئی کچھ آدھا کچا آدھا پکا کھانا نیز بان صاحب گھریں سے لائے اور ہزار سرعت دستانی مکان نے دس پانچ قدم کھائے اور قندڑا سا کھا کر اٹھ کھڑا ہوا نیز بان صاحب اب بھی مقررہ جگہ کے آگے کچھ نہ کھایا نہ کھائے غرض جس طرح سے ہوا وہ کجنت مکان صاحب خانہ سے سخت ہوا شرک پر دوڑ کر مدد شگائے پان دیاب مکان صاحب بھاگ بھاگ اسٹیشن کو پہلے راستے میں ریل کی آواز سنائی دی اور بھی اوسان خطا ہوئے گاڑی والے سے تعاضا ہوا کہ جلدی چلو اور کچھ دیر پہنچ کر انعام کا بھی وعدہ کیا گیا اُس نے بھی بے تماشہ گاڑی دوڑائی اور ریل چھوٹنے سے بھی پہلے اسٹیشن پر پہنچا دیا اور کرایہ اور انعام لیکر علیحدہ ہوا اسٹیشن کے مزدور چلائے کہ پہلی گھنٹی ہو چکی ہے جلدی چلو کٹ گھر میں پہنچ کر جلدی سے کٹ لیا اتنے میں دوسری گھنٹی بھی ہوئی میاں اور مزدور دوڑے جب ہی اسٹیشن کے اندر کے چوہرہ پر آئے تیسری گھنٹی ہوئی یہی بھی اور ریل نے آہستہ آہستہ آگے کو بڑھنا شروع کیا اب مکان کجنت حیران کھڑا ہے اور حسرت کیساتھ ٹرین کی اُس نرم نرم رفتار کو دیکھ رہا ہے ایسا بے لے مزدوروں نے سمجھایا کہ میاں آپ ہی نے دیر کو ہی جانا تھا تو گاڑی بھر پہلے سے آئے ہوتے اب چلو دوسرے وقت کی ریل پر جانا یہ سکر مکان غریب لوثا اور پھر گاڑی کرایہ کے کمیز بان صاحب کے مکان پر آیا۔ راستہ میں سو سو طرح کے ٹھگین خیالات اُس کو بخیر کیا جب مکان صاحب مکان پر آئے تو نیز بان صاحب دوسرے دیکھتے ہی بے اختیار ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ کیسے ریل پر ہوائے اپنے تو کمال کر دیا کہ تھوڑی ہی دیر میں پہنچ بھی گئے اور پھر چپے بھی لائے ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ آج نہ جاؤ ہمارا کہنا نہ مانا یہ اس کی سزا ہے ۔

اب ہم اپنے اپنا نے جس سے اس طریق مکانی اور نیز بانی پر انصاف چاہتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ طریقہ تبدیل اور ترمیم کے لائق ہے یا نہیں کیا ایسے برتاؤ کی حالت میں کوئی مکان خوشی سے کسی اپنے دوست کے پاس آئیگا ارادہ کرے گا۔ یہ کونسی آدمیت ہے کہ اپنے عزیز مکان کی تمام ضرورتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر کر قیام پر جاوا نہ اصرار کیا جائے ایسی مصیبت کی حالت میں سفر کرنا لوگوں کو انواع و اقسام کی تکلیف ہوتی ہے وہ اپنے کج و مقام کا کوئی انتظام اپنے اختیار سے نہیں کر سکتے اپنے دقوں کی تقسیم پر قادر ہو سکتے ہیں اور اسکے علاوہ بہت سے ہرج اور نقصان جو اس قسم کی مزاحمت سے پیدا ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں ان کی وجہ سے بجائے فاقوں کی خوشی کے ایک قسم کا طلل اور سنج پیدا ہو جاتا ہے

پس ہمارے خواہش یہ ہے کہ ہمارے اس مضمون کے پڑھنے والے ہمارے اس مضمون پر انصاف سے غور کریں اور ہر دم و معاج اصلاح کے قابل ہیں اس میں مناسب اصلاح کریں تاکہ معانی اور نیز روانی کی خوشیاں آؤ زیادہ ہوں اور معانی یا نیز زبان کسی کو تکلیف نہ ہو اور وہ اصلاحیں جیسا ہم نے اوپر مفصل بیان کیا ہے مفصل ذیل مراتب میں ہونا چاہئے :

اول حتی الامکان بلا اطلاع کسی کے ہاں آنے سے ستر از کرنا چاہئے گویا ہم کسی ہی بے تکلفی اور گنگاہت ہو جہاں تک ممکن ہو اس قدر پہلے اطلاع دیجاوے کہ جواب بھی آسکے ورنہ کم سے کم ایک دن پہلے نیز بلان کو اطلاع ہو جائے اگر بدرجہ مجبوری یہ بھی نہ ہو سکے تو رات کے وقت حتی الوسع کسی کے مکان میں پہنچنے سے کنارہ کیا جائے مگر جب ایسی کوئی سخت ضرورت پیش آجاوے :

دوم - دعوت میں اس قدر تکلف نہ کرنا چاہئے جس سے اپنے عزیز و معان کا قیام آخر کار ناگوار معلوم ہونے لگے بیچ بیچ کی چال ہمیشہ بستر ہوتی ہے۔ و خیراً لکھو راؤ سطرھا :

سوم - یہ خیال بھی کہ نیز بان و معان عموماً ساتھ ہی کھانا کھادیں ترک کرنا چاہئے کھانے کے معمولی وقت پر اگر کوئی فریق غیر حاضر ہو تو اس کی حاضری کا انتظار نہ کیا جاوے اور فریق غیر حاضر کو دوسرے فریق کی اس کارروائی سے آزدہ نہ ہونا چاہئے :

چہارم - تخلیق کے موقع کا بھی جہاں تک ممکن ہو خیال رکھنا چاہئے تاکہ معان اور نیز بان دونوں کو آرام ہو ورنہ وقت کے پاس اٹھنے اور بیٹھنے سے تکلیف بھی ہوتی ہے اور ملاقاتوں سے بھی جی گھبرا جاتا ہے اور اہمراطر زعمارت کا بھی خیال کریں :

پنجم - آمدن برار ادات و رفتن بہ اجازت کے غلط اصول کو بھی منسوخ کرنا چاہئے اور دونوں باتیں آنے والے ہی کی مرضی پر منحصر کرنی چاہئیں تاکہ ہر شخص اپنے کوچ و مقام کا انتظام ٹھیک ٹھیک کر سکے :

## انسان کی زندگی

انسان کی زندگی کی ٹرین بھی ریل کی ٹرین سے مشابہ ہے

ایک ٹوہ برس کا صوفی مشرب بڑھا جس کو اپنے اس فانی زمانہ کی بنسبت ہمیشہ کے آنیوالے زمانہ کا زیادہ دھیان دہتا تھا ایک ریل میں سوار ہوا اس کی ٹرین راستہ میں متعدد سٹیشنوں پر ٹھہرتی اور

مسافروں کو آسانی اور سوار کر لی ہوئی، پچھلی رات میں جبکہ چاندنی چمکی چمکی جاتی تھی اس اسٹیشن پر پہنچی جہاں وہ بڑھا سا سفر اتارے، پچھلے تھا جب ہی ٹرین اسٹیشن میں داخل ہوئی انہیں کی نرم نرم ہفتا آمد ٹرین کی میری کو اُن سے ملی ہوئی یہ صدائیں اُسکے کان میں آئیں ٹکٹ کو لوٹکٹ کو لوٹو وہ بڑھا سا سفر اُن آوازوں کو سنکر چونک پڑا اور گزشتہ نوہ برس کا زمانہ یک 'فدا' اور اس کی نظروں کے سامنے پھر گیا اُس نے خیال کیا کہ اسی طرح مرنے کے بعد ایک دن لوگوں سے اُن کے اعمال کا حساب طلب ہوگا پھر جتنا جتنا وہ پیر مرد خیال کرتا اور فطریں دوڑاتا تھا اُسی قدر اُس کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسانوں کی زندگی کا اور ریل کا بالکل ایک سا حال ہے۔ دونوں ٹرینیں ایک سی کیفیت سے منزلیں طے کر رہی ہیں +

اُس نے خیال کیا کہ جس طرح ریل کے مسافر ایک سی یا معاد معین تک کا ٹکٹ لیکر سوار ہوتے ہیں اور مقام مقصود پر پہنچ کر اُتر جاتے ہیں اسی طرح انسان ایک محدود زندگی خدا کے ہاں سے لیکر اس دنیا میں آتے ہیں اور وقت معین پر دنیا سے سدھائے جاتے ہیں +

جس طرح ٹرین اسٹیشن میں مختلف اسٹیشنوں پر ٹھہرتی ہے اور بہت مسافروں سے اُترتے ہیں بہت سوار ہوتے ہیں اسی طرح ہر نئے دن میں جو انسانوں پر گزرتا ہے اور جس کو انسانوں کی زندگی کا اسٹیشن کنا چاہئے بہت آدمی مرنے ہیں اور بہت سے نئے پیدا ہوتے ہیں +

جس طرح مسافر کو رستہ میں بہت خطرے پیش آتے ہیں اور ہر وقت اس لئے اُس کو ہوشیاری کرنی پڑتی ہے کہ چوراہہ نہ رن اُسکے مال و متاع کو زلیجیادیں اسی طرح اپنی زندگی میں ہر عقل انسان کو اس لئے ہوشیار رہنا پڑتا ہے کہ شیطان وقت بے وقت اُسکے ایمان کو برباد نہ کر دے +

ریل جس وقت کسی اسٹیشن پر پہنچتی ہے اُس اسٹیشن کے اُترنے والے اپنی گھڑی بوجھ بٹھا لے کر ہوشیاری سے اپنے اپنے ٹکٹوں کو دیکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح انسان اپنے آخر وقت میں تائب ہو کر اُنہوں کی خطائیں بخش کر اور اپنی خطائیں بخشو کر مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور ٹکٹ دیکھ لینے کی جگہ اپنے اپنے مذہبی خیالات کو تازہ کر لیتے ہیں۔ مسلمان کہہ طیبہ لا اِلهَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کا اقرار کرتے ہیں +

جس طرح ریل کے مسافر گاڑی کھلتے ہی ٹکٹ دیکر اسٹیشن سے باہر چلے جاتے ہیں اسی طرح وہ انسان جو بہت ہوشیاری سے آخر وقت تک اپنا ایمان سلامت لے جاتے ہیں جب ہی اپنی منزل پر رسی کر لیتے ہیں فرشتے اُس کا نامہ اعمال اور اعمال دیکھ کر اُن کو زندگی کی تکلیف سے آزاد کر دیتے ہیں اور

جنت کے دروازے کن پر کھول دیتے ہیں +

اگر کسی مسافر نے غفلت سے اپنا ٹکٹ کھو دیا تو ریل سے اترتے ہی پکڑ لیا گیا ریل والوں نے اس کو پکڑ  
 سمجھ کر گرفتار کیا پہرہ دہشتیں اٹھا اس کے ساتھ کے مسافر ٹکٹ دیتے جاتے ہیں اور جلدی جلدی اسٹیشن  
 سے باہر چلے جاتے ہیں اور وہ گرفتار بلا سب کو حسرت دیکھتا ہے۔ بعض دو تین بھی آئے جنہوں نے اپنا  
 ٹکٹ گم کر دیا تھا ان کو بھی ریل والوں نے روکا سپاہیوں نے ان کو بھی ذلیل کرنا چاہا لیکن انہوں نے  
 کہا کہ ہمارے پاس آمد نام موجود ہیں تب سپاہیوں نے ان سے زیادہ مزاحمت نہ کی اور ان کو اسٹیشن  
 ماسٹر کے پاس لے گئے آدی نامی گرامی تھے اسٹیشن ماسٹر نے ان کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور ان کی بڑی  
 سی عزت کی لیکن اس بات پر ان کو بہت شرم آیا کہ آپ ایسی غفلت بڑے تعجب کی بات ہے اس قدر زور دے کر  
 اور ریل بیگ اور منی بیگ اور پاکٹ بکس آپ کے ہمراہ تھیں کیا ان میں آپ اپنے ٹکٹ کو محفوظ نہیں رکھ  
 سکتے تھے اور ٹکٹ کچھ بوجھل بھی نہ تھا آپ اپنی جیب میں بھی اس کو رکھ سکتے تھے غرض کہ اسٹیشن ماسٹر  
 نے ان کو بہت ہی شرمایا اور آخر میں فرمایا کہ ابھی آپ میں پوری تندی نہیں ہے جب آپ پورے  
 منہب ہو جاؤ گے تو پھر کبھی ایسی غفلت نہ کریں گے مسافروں نے آخر کار اور نقد دام اپنے پاس سے  
 اسٹیشن ماسٹر کو ادا کئے اور تھوڑی مزاحمت کے بعد وہ بھی رخصت ہوئے +

مگر وہ بیچارہ مسافر جس نے ٹکٹ بھی کھو دیا ہے اور آمد نام پاس نہیں سخت بیکسی کی حالت  
 میں ہے حسرت سے اپنے ساتھیوں کو آسانی سے چمے جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور اپنی خوار اور ذلیل  
 حالت پر آنکھ آنسوؤں سے رورہا ہے بہت ہی کڑوے کڑوے خیالات اس کے دل پر گزرتے  
 ہیں مگر جب ہی اپنے کئے پر پشیمان ہے اور چپ بیٹھا ہوا ہے پورے پاس نہیں جو دو تین غافل لو  
 کا ہوں کی طرح وہ بھی رہا ہی پاتا۔ اس نے اپنا جیٹر ریل والوں کے سامنے پیش کیا کہ اس کو لیلو اور مجھے نڈا  
 کرو لیکن اس میں ستر بتر سودا خ تھے کسی نے بھی اس طرف التفات نہ کیا پھر اس نے اپنی پٹی پرائی  
 میل کیپلی دستار اپنے سر پر سے اتار کر ریل والوں کے قدموں پر ڈالی کہ اس کو قبول کرو اور برائے خدا  
 مجھے چھوڑ دو مگر کسی نے یہ بھی نہ جانا کہ کون بکتا ہے اور کیا بکتا ہے آخر اس نے اپنی جیب ٹولی اور  
 اس میں جو کچھ منصوصی پیسے نکالے اور ریل والوں کے سامنے پیش کئے کہ اب اسے سوا میرے پاس  
 رکھ کچھ نہیں ہے ریل والوں نے دو پیسے اس سے لے لئے مگر وہ بھی ہائی کے لئے کافی نہ ہوئے  
 اور آخر کار اسی علت میں وہ مجسٹریٹ کے ہاں سے قید ہوا اور کچھ میعاد کے بعد جیل خانہ کے عذاب اور  
 ذلتیں بھگتنے کے بعد اس نے اس سواری سے نجات پائی +

پہلی آنحضرتؐ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو اپنی زندگی میں اپنے ایمان کی کچھ ضمانت نہیں کرتے نہ اپنے  
 جتنے جی کچھ ایسے کام کراتے ہیں جو آخر میں ان کی نجات کا ذریعہ ہوں۔ جب وہ لوگ غلی غلی ہاتھوں میں  
 دنیا سے سواتے ہیں تو جاتے ہی پکڑے جاتے ہیں ہر طرف سے پھٹکار ہوتی ہے خدا کے فرشتے منتہیں ہوتے  
 ہیں وہ اپنے ان ساتھیوں کو دیکھتا ہے جو زندگی میں اپنے ایمان کی طرف سے ہوشیار تھے انکے احوال  
 طرز العین میں معائنہ ہوتے ہیں اور وہ جنت میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں پھر بعض ایسے لوگ آتے ہیں  
 جنہوں نے دنیا میں بہت سے عمدہ کام کئے تھے بہت سی نیکیاں اپنے ساتھ لائے تھے اپنی قوم کے لئے  
 ایسے ایسے مدرسے بنا گئے تھے جو کی بدولت دین و دنیا میں اُس کو حرمت ہو عامہ خلائق کی بھلائی میں  
 اُنہوں نے عیسٰی صرف کر دی تھیں مگر ادائے فرائض میں اُن سے کچھ قصور ہو گیا تھا اپنی قناعت اور  
 کاہلی سے غار و روزہ کو اچھی طرح ادا نہیں کیا تھا فرشتوں نے اُن کو بھی پکڑا اجڑا اور چاہا کہ ان کو بھی آفر  
 گنگاروں کی طرح ذلیل کریں مگر آواز آئی کہ خبردار یہ میرے خاص بندے ہیں ان کو میرے پاس لاؤ تب  
 فرشتے اُن کو خدا کے پاس لے گئے خدا کی عظمت و جلال دیکھ کر ان انسانوں کا رنگ فق ہو گیا بدن کا پ  
 عین پاؤں ڈوگ لگائے اور زبان لڑکھڑانے لگی تمام اعضا میں سوش سا آگیا تب خدا نے اُن سے ایک پُر عبادت  
 کیساتھ رشا دیکھا کہ بیشک تم نے اپنی زندگی میں اس قدر ذخیرہ اپنی نجات کا اکٹھا کر لیا ہے کہ وہ آج تمہاری  
 ان تقصیرات کا جن میں فرشتوں نے تم کو پکڑا کافی معاوضہ ہوگا۔ آج میں اپنا وعدہ ان الحسنات  
 یدھبن السیئات بھی کروں گا اور تم کو تمہاری کوششوں کا پورا صلہ دوں گا لیکن مجھ کو تم سے بہت ہی  
 بڑی شکایت ہے تم میرے خاص بندوں میں تھے اور ہمیشہ اس بات کی امید کرتے تھے کہ ایک دن خدا کے  
 سامنے عزت سے حاضر ہونگے تم سے ادائے فرائض میں قصور اور کاہلی ہونا نہایت افسوس کی بات ہے  
 تم میں سے ہر ایک کی کاہلی نے میرے اور بندوں کو بھی کاہلی کی تعلیم دی اور اپنے اس کردار سے میرے  
 بہت سے بندوں کو اپنی بکار میں کوششوں میں شریک ہونے اور اپنی عمدہ نصیحتوں پر عمل کرنے سے باز  
 رکھا۔ کیا تم نے یہ جان لیا تھا کہ مجھ کو تمہاری یہ کاہلی کچھ خوش معلوم ہوتی ہوگی کیا تم نے دنیا میں کسی  
 ایسے بادشاہ کا دربار نہ دیکھا تھا یا اُس کے حال سے واقف نہ ہوئے تھے جس نے اپنے درباریوں اور  
 اپنے نوکروں اور اپنی رعایا کے واسطے کوئی ضابطہ بادشاہ کی تعظیم بجالانیکا مقرر کر دیا ہو کیا تم بڑے جانتے  
 تھے کہ اگر کوئی شخص یا کوئی اعلیٰ رتبہ کا امیر اُس بادشاہ کی تعظیم اُس طریقہ سے بجا نہ لاتا تو اُس بادشاہ کا تہ  
 و غضب کس قدر متعل ہوتا کیا امیر اُس بادشاہ کا گوارا اُس کی ذات سے کسی ہی عمدہ عمدہ خدمتیں نہ دے گا  
 ہوتی یہ جرات کر سکتا تھا کہ بغیر حکم بادشاہ کے اپنی کاہلی سے اُسکی مقررہ تعظیم میں کچھ قصور کرے پھر کیا

تھامے پاس میرا کوئی فرماں آگیا تھا یا کوئی فرشتہ تھا اے کان میں کہہ گیا تھا کہ تمہارا روزہ نماز تمہاری خوشی پر منحصر ہے یا تم کو اس قدر عقل نہ تھی جو یہ سمجھتے کہ احکم الحاکمین ہماری اس کاہلی سے ناخوش ہوتا ہو گا کہ کوئی عام آدمی ایسی غفلت میں گزارتا تو مجھ کو اس سے اس قدر شکایت نہ ہوتی اور ایک خفیف سا عذاب اس کو دیکر چھوڑ دیتا لیکن تم میرے برگزیدہ بندوں میں سے تھے تمہاری ان کج ادائیگوں سے مجھ کو بہت مریخ ہوا ہے +

پھر خدا نے اُن سے سوال کیا کہ آیا تم کو یہ اُمید تھی یا نہیں کہ خدا کے ہاں ہم غرت سے حاضر ہو گئے تب اُنہوں نے بہت ہنسی ہوئی اور روتی ہوئی آواز سے جواب دیا کہ ہاں اے باری تعالیٰ! ہم کو تیرے رحم اور فضل سے ایسی ہی توقع تھی تیرے عنایت سے ہم کو ایسا ہی بھروسہ تھا اور ہم تیری ایسی عنایت کے بھروسہ پر اپنے رادوں میں اس قدر ثابت قدم ہو سکے۔ پھر خدا نے اُن سے پوچھا کہ کیا تم کو عامہ خلائق اور قومی بھلائی میں سامعی ہونے میں انبیاء کرام سے بھی کچھ زیادہ دعوئے تھا جواب دیا کہ حاشا! ہم حاشا! اُن کی خاک پا کے برابر بھی کبھی رتبہ نہیں ہوا پھر خدا نے اُن سے پوچھا کہ کیا انبیاء کے صحابیوں سے تمہارا درجن و کوششوں کے لحاظ کچھ بڑھا ہوا تھا۔ جواب دیا کہ نہیں ہماری کیا مجال تھی کہ ہم تیرے اُن مقدس بندوں کی برابری کا دعویٰ کرتے خدا نے فرمایا کہ پھر تمہاری بصارت کی قوت کہاں کھوئی گئی تھی جب ہمارے نبی اور ہمارے انبیاء کے صحابہ باوجود عامہ خلائق اور اپنی امت کی اصلاح حال میں اس قدر کوشش بلع اور سعی موفورہ کر کے کبھی ایک لحظہ کی واسطے بھی ہمارے ذرائع کے ادا میں کابل نہ پائے گئے۔ جیروں اور تلواروں کے طوفان میں بھی اُنہوں نے نماز روزہ کو چھوڑا۔ سخت سے سخت مصیبت میں بھی وہ ہمیشہ ان ذرائع کے ادا میں بستم رہے تو تم نے کیا سمجھ لیا تھا جو ہمارے خاص ان ذرائع کے بحال نہ کرنے میں کوتاہی کی۔ انبیاء اور صحابہ کا اس قسم کے ادا سے ذرائع میں ثابت قدم رہنا ہی ایک بڑا ثبوت اس بات کا تھا کہ خدا کے بندوں کو اتنے بجالانے میں کاہلی مناسب نہیں۔ علاوہ اس کے میں نے قرآن میں بھی صدامہ مقام پر باخصیص نماز کی تاکید کی اُنکی خویاں بتلائیں اُس کے فائدوں کو بتلایا اگر بائینہ تم نے میرے اُن احکام کی کچھ قدر نہ کی آج تم کس شے سے اپنے کاموں کا صلہ مجھ سے چاہتے ہو۔ تب یہ گنگا کچھ جواب دے سکے اور بے اختیار رو دیئے اور اپنے کئے پر بہت ہی شیمان ہوئے اور بڑی عاجزی اور زاری سے عرض کیا کہ اُسی ہم کو اپنے کاموں کا کچھ دھونے نہیں ہے تو محض اپنے کرم اور فضل سے چاہے تم کو بخش دے اور چاہے نہ بخش دے بیشک ہم گنگا ہیں مگر تیری ذات غفور الرحیم ہے اور تیری اس صفت پر جو تیری مین ذات ہے ہمیشہ ہم کو تپا یقین رہا ہے آج اُسی سے ہم کو اپنی نجات کی توقع ہے۔ تب اُس غفور الرحیم نے بڑے جوش میں آکر حکم دیا کہ میں نے تمکو

بخشاویہ بھی فرمایا کہ تمہاری خدمتیں جو اسلام کے حق میں ہوئیں سب میں نے قبول کی ہیں، خدمتیں جن کی تمہاری بد نصیب قوم نے کچھ مٹاؤں کی ایسی بڑی غفلت کی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک خدمت تمہاری ایسی ایسی سوکالیوں کا تلافی ہو سکتی ہے لیکن شکایت اس بات کی تھی کہ تم میرے خاص پیسے تھے نہ مارا تب میرے ہاں بہت بڑھا ہوا تھا اس لئے تم کو اپنا کام بہت اعیانہ سے کرنا مناسب تھا۔ سچ ہے جن کے رتبے ہیں ان کو سوا مشکل ہے +

جو لوگ اپنے ساتھ بہت سی نیکیاں لائے تھے وہ باوجود اپنی غفلت اور قصور کے بھی اسی طرح سے خوشی خوشی جنت کو تشریف لے گئے اور پھر وہاں جو کچھ ان کی خاطر مدارات ہوئی وہ بیان میں نہیں آسکتی مالا عین رات ولا اذن صحت۔ ولا خطر علی قلب بشر +

مگر وہ بیچارہ غریب مسافر جو بالکل خالی ہاتھوں آیا مشکیں بندھی ہوئی قیامت کے اُس ہولناک میدان میں دم بخود کھڑا ہے۔ ۵

۱۔ تہی دست رشتہ در بازار

ترسمت باز ناوری دستار

دنیا میں کوئی ایسا نیک کام نہیں کیا جس کی عوض میں اُس ضابطہ اور ذلت سے ناپی ہوئی مدرستہ العلوم ملے گی میں خلوص نیت سے کبھی ایک کام نہیں کیا جس کے بدلے نجات ملتی۔ آخر جب وہ بہت گھبرا یا تو اپنے دنیا کے ان کاموں کو اُس نے یاد کیا جن کو وہ نیک جانتا تھا اُس نے فرشتوں سے کہا کہ میں نے دارالحرب ہجرت کی اور مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کی مٹی کیا اس کا کچھ ثواب بھی آج مجھ کو نہ ملے گا فرشتوں نے جواب دیا کہ وہ ہجرت خدا کی واسطے نہ تھی پری رویاں ماہوش لونڈیوں کے اشتیاق میں ایک وحشیانہ حرکت تھی لوگوں کی نظروں میں اُس بیوقوف کام سے تم نے اپنی عزت پیدا کی لیکن خدا کو تو تمہاری نیت کا حال معلوم ہے +

پھر اُس نے کہا کہ میں نے پیسوں سے نہ بھنڈا رہا کیا اور راہ خدا میں فقیروں کو کھلایا کچھ اُس کا حساب دیکھو فرشتوں نے جواب دیا کہ وہ تمہاری ایک بجا فصول خرچی تھی ان تمام بھنڈاروں میں کسی ایک مستحق کو بھی کھانا نہیں پہنچا البتہ ایک لٹا کو تم نے پلاؤ کی بھی ہوئی ہڈیاں اُدی تھیں اُس کا کچھ تھوڑا سا ثواب ملا ہے جس سے تمہارے غلاب میں کچھ تخفیف ہو گئی ہے۔ اُس بھنڈا رہ میں جس کے سب ایسے لوگ تھمارا مال گھاگئے جنہوں نے جھنگ بوزہ کے سوا ناز و نہ کی کچھ بھی حقیقت نہیں جانی پھر فرشتے اُس کو ایک اونچے ٹیلہ پر لے گئے وہاں سے اُس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو نہایت ہی سخت غلاب میں مبتلا ہیں یہ شخص اُن کو دیکھ کر ڈر گیا فرشتوں نے کہا کہ یہی وہ فقیر ہیں جو تمہارے بھنڈا رہ میں حاضر تھے نا خدا میں

اگر کچھ دینا تھا تو مدرسۃ العلوم مسلمانان کے طالب علموں کو واسطے کچھ انعام اور وظائف مقرر کئے ہوتے مگر اُس کو بُرا جانتے تھے تو دیوبندھی کے مدرسہ کے طلباء کی خدمت کی ہوتی تھے تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا جس کام میں سوا آدمیوں نے تمہیں راہ و راہ کی اُسی کو تم نے پسند کیا پھر ثواب کہاں سے ملتا ؟

پھر اُس بد نصیب نے فرشتوں سے کہا کہ میں نے فلاں فلاں مولوی صاحب اور خواجہ صاحب اور مفتی صاحب اور ملا صاحب وغیرہم کی خدمت کی تھی بہت سارے یہاں یہ لوگ میری سرکاریں سے بجاتے تھے اور وہ سب مجھ سے کہا کرتے تھے کہ یہی نینا خدا کی راہ کا دینا ہے اُس حساب کو دیکھو اُس میں ضرور نعم کو مناسط ہوا ہے غالباً اُس حساب میں بہت سا ثواب ملے گا فرشتوں نے جواب دیا کہ میانِ یوا نہ ہوئے ہو ہم کو بھی تم نے اپنی سرکار کا کوئی عذر سبھا ہے جو ہم سے غلطی ہو جائیگا گمان کرتے ہو اس حساب میں بھی خاک تمہارا منتہی نہیں ہے سب حساب ہمارا دیکھا ہوا ہے جس وقت تم روپیہ دیتے جاتے تھے ہم اُسی وقت دیکھتے جاتے تھے۔ کیا مدلے تم کو ان سب لوگوں کا نام بتلا دیا تھا کہ ان کا دینا ثواب ہے یا جو کچھ یہ کہیں وہ سب سچ ہے۔ ان سب پیٹ کے پاپیوں نے تم کو دعا دی اُنہوں نے دین کے پردہ میں دینا کہا تمہارے خوش کرنے کے واسطے بہت سے فتوے تمہاری مرضی کے مطابق لکھ دیئے جس فقہ کے

کو وہ درحقیقت غلط جانتے تھے اُس پر بھی اُنہوں نے تمہاری خاطر سے میریں کر دیں۔ رستہ العلوم مسلمانان میں روپیہ لینے کو بُرا بتایا کہ اُن کی روزی میں غفل نہ پڑے اور خود رقیوں کی رقیوں معصم کر گئے اور کبھی دُکار تک نہیں لی خواہ ہزاروں روپیہ کئے ہاں کہ تھے مگر زکوٰۃ کا پیسہ ہیشہ لیتے رہے دیکھو وارثوں کو ہمیشہ اس بات کا یقین دلایا کہ میت کا اسباب ہم سے لوگوں کو دینے سے میت کی روح کو ثواب پہنچے گا کیا ایسے خوبی اور دعا بازوں کا دینا اللہ کی راہ کا دینا ہے۔ اللہ کی راہ میں عالموں کی خدمت کرنی تھی تو مدرسۃ العلوم مسلمانان میں مسلمان عالم مدرسوں کی تنخواہوں کے واسطے سڑا دیا ہوتا دیوبند اور علی گڑھ ہی کے عملی مدرسے میں کسی مدرس کی تنخواہ کی کفالت کی ہوتی یہ کافر فرشتے اُس بد نصیب کو پھر ایک اونچے ٹیلہ پر لے گئے وہاں سے اُس نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک آتش گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں تو خدا کا غضب اُن پر نازل ہو رہا ہے۔ وہ روپیہ جو اُنہوں نے دیا اور فریسے مال کیا تھا سانپ اور بچھوئل کی صوت میں اُنکے بدن سے پٹا ہوا ہے اور ان موزی جانوروں نے کاٹ کاٹ کر تمام ان کو چھلنی کر دیا ہے مگر اُن کے ماتھ کی انگلیوں پر جسکے زیادہ تکلیف ہے وہ نہریے جانوروں کے ڈنگ کے شرے پانی پانی ہو کر بہ جاتی ہیں اور پھر دوبارہ یہی مصیبت برداشت کرنے کے واسطے تازہ چلی پھر اپنی اہلی حالت پر آ جاتی ہیں۔ شخص اُن کی مصیبت اور غضاب کو دیکھ کر گنگایا اور خوف کے مارے کانپنے



لگا اور کچھ نہ پہچان سکا کہ یہ کون لوگ ہیں تب فرشتوں نے اُس کو بتلادیا کہ یہی وہ مولوی صاحب اور خواجہ صاحب اور مفتی صاحب اور ملا صاحب ہیں۔ دُعا دیکر تجھ سے ہر سال تہی کی رقیں بجاتے تھے اور تجھ کو دھوکا دیکر اس صوف کو خدا کی راہ کا صرف بتلا دیتے تھے اُن کی صورتیں اب مسخ ہو گئی ہیں اُس تو ان کو پہچان نہیں سکتا پھر اُس نے پوچھا کہ ان کی انگلیوں پر کیوں ایسا عذاب فرشتوں نے کیا کہ اُنہوں نے بالکل بدعتی اور قصب کی راہ سے نہ مخالفا یا اختلاف رائے کی وجہ سے ان انگلیوں سے درستہ العلوم مسلمانان میں نہ چندہ دینے پر مصر کی تھیں اور اس فریبہ سے انہوں نے تمام مسلمانوں کو ذلت اور ادبار میں پڑے۔ سُننے کی تدبیر کی تھی اور اُن کی دینی اور دنیاوی ترقیات میں ماسخ ہوئے تھے اس لئے خدا نے اُن کی انگلیوں پر زیادہ سخت عذاب نازل کیا ہے پھر اُس بدعتی فرشتوں سے پوچھا اُنہیں لوگوں پر کیا منحصر ہے درستہ العلوم کی نسبت تو اور بھی بہت سے عوام آدمیوں کی رائے مخالف تھی فرشتوں نے جواب دیا کہ وہ بھی انہیں حضرات کے ہکانے سے تھے علاوہ اسکے ابھی اُن لوگوں کا معاملہ تیری آنکھوں کے سامنے گزر چکا ہے جنہوں نے نماز روزہ میں کاہنی کی تھی اور تو نے دیکھا کہ خدا اُن پر کس قدر غصہ ہوا وہ کیا بات تھی وہ بھی یہی بات تھی کہ وہ لوگ خدا کے خاص بندوں میں تھے اُن سے ایسی حرکت کا ہونا نہایت پسندیدہ تھا غلطی ہذا القیاس یہ لوگ جو عالم اور فقیہ اور ملا اور مفتی اور مجتہد کہلاتے تھے اور اُنہوں نے علم حاصل کیا تھا دین کی کتابیں پڑھی تھیں ہر طرح کی سمجھ رکھتے تھے اُن کا کام یہ تھا کہ لوگوں کو نیک کام پر رغبت دلاتے نہ یہ کہ اُلٹا اُنہوں نے اُذرا اُن کو گرا دیا اسی لئے خدا نے ان پر سخت عذاب نازل کیا ہے اور انہیں محکوم کہہ سکتا اُن پر یہ عذاب قائم رہتا ہے +

تب وہ بدعتی گستاخ جو خالی ہاتھوں خدا کے ہاں آیا بہت پھنپھنایا اپنے اور تمام کاموں کو جن پر اُس کو بہت بھروسہ تھا اس طرح اڑتی ہوئی خاک کی طرح برباد ہوتا ہوا دیکھ کر بہت دیا گر پھر کچھ یاد کے اور ہمت باندھ کر سنبھل بیٹھا اور اپنے مذہب و آواز کے ساتھ فرشتوں سے اُس نے کہا کہ میں نے اپنے جیتے جی بہت سی مسجدیں اور خدا میں تعمیر کرائی ہیں اُن کا حساب کہاں ہے جن مینوں پر میں نے مسجدیں بنائیں وہ مجھ کو کچھ بھکا نے نہیں آئی تھیں جو انیسویں اور مصلح میں نے اُن مقدس اور پاک عمارتوں میں صوف کیا تھا اُس نے زبان سے کچھ اس کام کے واسطے میری خوشامد نہ کی تھی یہ کام میرا اس طرح کا کرت ہوگا فرشتوں نے وہ سب حساب اُس کو دکھلادیا جن مسجدوں میں ہزار ہا روپیہ صرف ہوا تھا اور جن پر اُس کجعت کو بہت ناز تھا وہ بالکل راہ خدا کے حساب میں سے خارج کر دی گئیں تھیں اُن میں سے کسی کی نسبت تو یہ لکھا ہوا تھا کہ گاؤں کے بھاکروں سے بید خلی کاشت پر نذرانہ ہوا تھا اُن کو بیخ دینے

کے واسطے یہ مسجد اُن کے مندر کے پاس بنائی گئی ہے ہم سے اس مسجد سے کچھ واسطہ نہیں اور کسی کی نسبت حساب میں یہ یادداشت تحریر تھی کہ اس پر ایک بڑا کتبہ قایم کیا گیا تھا جس پر اس کے بنانے والے نے اپنے آپ کو حاکم عدنان اور حامی دین ایمان لکھوایا تھا اور اُس سے یہ غرض تھی کہ میرا نام نیک اسکے ذریعہ سے دنیا میں قایم رہے چنانچہ میتنگہ مسجد زمین پر قایم رہی اُس کا وہ مقصد دنیا میں مال کا ہمارے حساب اُس کو کچھ سروکار نہیں ہے البتہ چند چھوٹی چھوٹی مسجدوں اور بعض پُرانی مسجدوں کی مرمتوں کا راہ خدا کے حساب میں شال کیا گیا تھا اور اُن کا ثواب بھی جاری تھا فرشتوں نے اُس پر نصیب کیا کہ صبح اور شام ایک ایک جام ٹھنڈے پانی کا جو تھکولجا آتا ہے وہ اسی ثواب کی وجہ سے یہ نیکو وہ پر نصیب پھر پونے لگا اور اپنی زندگی کی حالت پر بہت افسوس کیا مگر تھوڑی سی مزا محبت کے بعد اُس نے جی اُس مفلس مسافر کی طرح جس کو اپنا ٹکٹ گننے کی بدولت کچھ روزوں جیہان میں ہٹا پڑا عذاب سے رہائی پائی +

پھر جس طرح ریل کی ٹرین میں گاڑیاں مختلف درجہ کی ہوتی ہیں کوئی شاہی گاڑی ہے اور کوئی امرا شاہی کی۔ کوئی اول درجہ کی کوئی دوم درجہ کی کوئی درمیانی درجہ ہے اور کوئی سب سے آخر کا درجہ۔ اسی طرح انسانوں کی زندگی کی ٹرین کا حال ہے وہ بھی مختلف درجوں میں منقسم ہے شاہی گاڑیوں سے انبیاء و صلوات اللہ علیہم اجمعین کی زندگی مراد ہے جنہوں نے اپنی تمام عمر اپنی امت کی اصلاح حال میں صرف کی اُن سے گلیاں سنیں پتھر کھائے مگر ہمیشہ اُن کو دماغے خیر سے یاد کیا اور بڑے استقلال مگر طاقت اور نرمی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے +

اس کے بعد امرا شاہی کی گاڑیوں کے مقابلے میں نبیوں کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی ہے جو بالکل انبیاء کے قدم قدم چلے اور جن کاموں کی بنیاد اُن کے بنی ثمال گئے اُس کو اُنہوں نے ویسے ہی استقلال اور تحمل کے ساتھ پورا کیا +

ریل کے اول درجہ کی گاڑیوں کی مناسبت میں اُن عالی رتبہ لوگوں کی زندگی ہے جنہوں نے عام حقوق اور اپنی قوم کی بھلائی میں اپنا وقت اپنا آرام اپنا مال صرف کیا اور کہے ہیں جن کی بھلائی چاہتے ہیں ہی ہوائی پہنچانے پر مستعد ہیں جن کیساتھ دوستی کرتے ہیں وہی دشمنی سے پیش آتے ہیں جن پر اپنی جان قربان کرتے ہیں وہی گلے کا رہتے ہیں جن کی حمایت کرتے ہیں وہی مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔ چنگے اسلام کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں وہی کفر کے فتوے سناتے ہیں اور یہ خدا کے شیرازی قوم سے بڑا بھلا سنتے ہیں اور خوش ہیں کفر کے فتوے سنتے ہیں اور پھولے نہیں ملتے قوم کی پست ہمتیاں اور تلافیات دیکھتے ہیں مگر بہت نہیں باتیں میرے نزدیک اسی درجہ انسانوں کو وارث انبیاء کہنا صحیح

ہے فلسفہ اور منطق اور ریاضیات اور ادب وغیرہ میں لا جواب ہونے اور صاحب جبرہ و ستارہ بنانے کی طبعاً  
کاوش نہ نہیں مل سکتا۔ فوجی چھینڈو گئی اس چھینڈو گریست +

ریل کے دوم درجہ کی گاڑیوں کے مقابل میں نئی زمانہ ان لوگوں کی زندگی بچے بقول دوم درجہ کے  
لوگوں کی مدد کر رہے ہیں اور ان کے امداد کی تکمیل میں سعی ہیں ایسے لوگوں کا درجہ بھی بہت ہی قریب تھا  
بڑی خوشی کی بات تو یہ ہے کہ اس درجہ کے لوگ ایسی ترقی کریں جو اس ٹرین بہت سی قول درجہ کی گاڑیوں  
ان کے واسطے زاید لگائی پڑیں نہ کم سے کم اس قدر کوشش ان کو ضرور کرنا چاہئے کہ اگر وہ پہلے درجہ کے  
لوگ جن کی عمر زادہ ان کے اور ان کو ابھی مدت تک صبح و شام دست رکھے جس وقت اپنی منزل پوری کر کے اپنی گاڑی  
میں سے اتریں اور انڈل کے اسٹیشن یا شکر کو اپنا کھٹ حوالہ کریں تو یہ دوسرے درجہ کے لوگ ان کے جانشین بن جائیں  
اور اس ٹرین کی ان معزز گاڑیوں کو خالی نہ چھوڑیں +

درمیان میں درجہ تھوڑے روزوں سے ریل کی ٹرین میں شامل ہوا ہے یا ان لوگوں کی زندگی کے ٹھیک ٹھیک  
مناسب ہر کچھ تھوڑے روزوں سے زمانہ کے حالات پر غور کرنے لگے ہیں اور اپنے آپ کو بہت حالت سے  
نکلنے کی فکر میں ہیں لیکن جماعت عامی یا کم ہمتی سے ابھی اوپر کی معزز گاڑیوں میں جانے سے بچکتے ہیں مگر  
امید ہے کہ وہ سب اعلیٰ درجہ میں رفتہ رفتہ ترقی کریں گے +

سب کا اخیر درجہ ریل کا جو آہ تیسرا درجہ کہلاتا ہے ان عام انسانوں کی زندگی ہے جن کی صلاح اور ترقی  
میں معزز گاڑیوں والے کوشش کر رہے ہیں اور تھوڑے بہت فاصلہ سے ان کے ساتھ ساتھ اس ٹرین میں  
اپنی زندگی طے کر رہے ہیں ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ اس ذلیل مسوومین سے سب لوگوں کو نکال کر معزز درجہ  
کی مختلف گاڑیوں میں سوار کر دیں لیکن مجبوری یہ ہے کہ خود اس قدر مقدمہ نہیں کتے جو سب کے لئے اعلیٰ درجہ  
کا کھٹ لے دیں اور اس ذلیل درجہ کے بیٹھے والے صوف ہمت نہیں کرتے +

غرض کہ جانتے غور کیجئے ریل کی ٹرین اور انسانوں کی زندگی بہت سے حالات کے لحاظ سے کیسے  
طریقہ سے چل رہی ہے یہاں تک کہ ہم حقیقت کسی ملک کی ریل کی ٹرین کو دیکھ کر دیرافت کہتے ہیں  
کہ اس ملک کے انسانوں کی زندگی کس طرح پر بسر ہوتی ہے ہمارے ملک کی ٹرین میں سب سے پہلے میں  
مسافروں کی بہت کثرت ہوتی ہے جس کا نتیجہ ملک کی حالت کے ٹھیک ٹھیک مناسب معنی سب تباہی اور  
ذلت میں مبتلا ہیں معزز درجہ کی گاڑیوں میں بیگانہ ملکوں کے کالی کرتی والوں کے سوا اس ملک کے  
سفید پوش بہت ہی کم نظر آتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ ہمارے اس تمام علی غول میں بہت کم ایسے ہیں جو  
درحقیقت اہل عورت کے مستحق ہیں +

اب میں اپنے مسلمان بھائیوں سے ہمت عرض کرتا ہوں کہ وہ اس خراب اور ذلیل حالت سے بڑے تر درجوں میں ترقی کر نیکی نکھ کریں اور جو لوگ اس عہدہ کام میں اُن کی دستگیری کر رہے ہیں اُن کی بغیرتوں کو تمام تر شک و گمان اسی کے ساتھ سُنیں اور اُن پر عمل کریں۔ والسلام

## تہذیب و شائستگی

### اصل شائستگی خیال کی شائستگی ہے

ہمارے اس زمانہ میں شائستگی اور تہذیب پر بہت بحث ہو رہی ہے اور مسلمانوں میں اُس کی نسبت ایک گرم مباحثہ قائم ہے اور لوگوں کی مختلف رائیں ہو رہی ہیں کوئی طرز لباس کو شائستگی پر بہت کچھ مؤثر سمجھتا ہے اور کوئی کھانا کھانے کے طریقوں کی تبدیلی کرنا چاہتا ہے کسی کو ایک بات مذہب اور شائستگی معلوم ہوتی ہے دوسری اُسی کو نامذہب اور ناشائستگی سمجھتا ہے۔ کوئی اپنی گھنٹی جوتی اور جوبہ و دستار میں خوش ہے کہ شائستگی راہچہ نہیں شاید۔ کوئی انگریزی بوٹ چڑھائے اپنے کوٹ و پتلون پر خوش ہے کہ تہذیب نہیں یک معنی وارہ۔ مگر میری رائے میں یہ سب قصے ادب بکھیریں اور اصل شائستگی خیال کی شائستگی ہے۔

تہذیب و شائستگی کا عہدہ اور اعلیٰ منشا یہ ہے کہ انسان اس طرح پر اپنی زندگی بسر کرے جس سے اپنی ذات بھی ہمیشہ آرام اور خوشی اور تندرستی کے ساتھ رہے اور دوسروں کو بھی اُس سے فائدہ پہنچے اور ایسے وسیلے ہم پہنچائے جو ایں جن سے ہر قسم کی شکلات پر غالب آنا سہل اور ہر قسم کی خوشی اور راحت حاصل ہونا آسان ہو جائے۔ پس جس انسان کے دماغ میں ایسی قوت ہو کہ وہ ان تمام باتوں پر قادر ہو سکے اُسی کو ہم شائستگی کہہ سکتے ہیں اور اسی کا نام خیال کی شائستگی ہے باقی وہ امور جو طرز معاشرت اور طریق تمدن سے علاقہ رکھتے ہیں وہ انسان کی بسر زندگی کے ایسے خارجی اسباب ہیں جن پر ایک شائستگی اور مذہب آدمی ملک کے مختلف موسموں اور آب و ہوا وغیرہ کے لحاظ سے اس بات پر غور کر سکتا ہے کہ ان امور میں سے کس امر سے مجھ کو آرام ملے گا اور کس سے میں بخوبی تندرست ہو سکتا ہوں اور کوئی چیز میری خوشی کو بڑھا سکتی ہے اور میرا کوئی کام دوسروں کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ اور یہ جو رائے قائم ہو اُس پر ہر عاقل انسان کو عمل کرنا حق ہے لیکن خیال کی شائستگی اور دوستی سے پہلے اُن امور میں سے کسی کو تقلید اختیار کرنا اور کسی کو ترک کرنا انسان کو شائستگی نہیں جاسکتا۔

جس کوئی کا خیال شائستگی ہے اُسکے تمام کام خود بخود ایسی عمدہ ترتیب انجام پاتے ہیں جس سے وہ تمام

خوشیاں اور آدام چو تنذیب و شائستگی کا تہہ تھا بالضرور حاصل ہوں۔ نامہ مذہب آدمی کے تمام کام ہمیشہ بہت قریب ہوتے ہیں جن سے زندگی امداد ہو۔ مذہب آدمی کی مثال بالکل انسان کی تندرستی کی سی ہے۔ جب تک انسان تندرست ہوتا ہے اُس کے تمام اعضاء اپنے اپنے موقع سے وہ تمام کام خود بخود کرتے رہتے ہیں جس انسان کی راحت اور خوشی بڑھانے کا ذریعہ ہوں اور بخوں اور تکلیفوں کو دور کریں جن آدمیوں کا خیال شائستہ نہیں ہوتا ہے اور وہ کسی شائستہ اور مذہب قوم کی چند رسموں اور دستوروں کی تقلید ہی کو شائستگی سمجھتے ہیں اُن کی مثال بالکل ایک ایسے مریض کی سی ہے جو تندرستوں کی سی حرکتیں کرنا چاہتا ہو مگر کسی طرح اُس مریض کی یہ حرکتیں ایک تندرست آدمی کی کاموں کے برابر نہیں ہو سکتیں اسی طرح جن لوگوں کے ابھی خیال شائستہ نہیں ہوئے اُن کے بعض تقلیدی طریقے اُن کو مذہب اور شائستہ نہیں کر سکتے۔

پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ سب سے پہلے اپنے خیالات کو عمدہ کریں اور اگر اُن کے خیال عمدہ ہو گئے تو سب قسم کی ترقیاں خود بخود اُن میں ہو جاویں گی ورنہ تقلیدی شائستگی سے کچھ کام نہیں چل سکتا کبھی ایسی شئی سے پھولوں کے کھلنے کی توقع نہیں ہو سکتی جس کا سلسلہ ایک مستحکم جڑ تک نہیں پہنچتا گو دیکھنے والوں کی نظروں میں وہ کیسی ہی سرسبز اور شاداب معلوم ہوتی ہو۔

اور خیالات اُس وقت تک عمدہ نہیں ہو سکتے جب تک دوسروں کے خیال سے معاوضہ نہ کیا جاوے۔ جس طرح مال و دولت پھیر بدل سے بڑھتا ہے اسی طرح خیال کی بھی ترقی ہوتی ہے جب آدمی تعصب کے چھوڑ کر دوسروں کی رائے اور دوسروں کے خیال پر غور کرتا ہے اور اپنے خیالات سے دوسروں کو مطلع کرتا ہے اور پھر دونوں ایول اور دونوں خیالوں کا باہم مقابلہ ہوتا ہے اور ایک خیال صحیح اور دوسرا خیال غلط ایک کامل اور دوسرا ناقص معلوم ہونے لگتا ہے تب رفتہ رفتہ انسان کا خیال ترقی کرنے لگتا ہے اور جب ترقی کامل ہو جاتی ہے تو انسان مذہب اور شائستہ کہلائیگا مستحق ہوتا ہے۔

انسان کے خیال کی ترقی بالکل اس طرح سے ہوتی ہے جس طرح کوئی شخص درجہ بدرجہ سیر پڑھوں پر چڑھتا ہے اور کسی بلند زینہ کو طے کرتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ زینہ کو طے کرتے وقت انسان خود بھی دیکھتا ہے کہ کس قدر دوری میں طے کر چکا ہوں اور کس قدر دوری ابھی باقی ہے خیال کی ترقی میں انسان کو خود اچھی طرح معلوم نہیں ہوتا کہ کس قدر ترقی کی لیکن اور دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا ہے۔

انسان ایک وقت میں ایک عمدہ اور نہایت عمدہ کام کو اس قدر بڑا جانتا ہے اور اپنے نزدیک اُسکی ہوائی کا ایسا قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ اُس طے کے برخلاف تذکرہ کرنا بھی فضول سمجھتا ہے خیال کی یہ حالت اُس وقت ہوتی ہے جب تک وہ ترقی کے زمین پر قدم نہیں رکھتا۔

تجربہ نہیں کھینچیں اس کے سلسلہ پر پوری بات یہی ہے تو یہ شخص اُن کو اُن میں کوئی قابو نہ رکھتا ہے۔ اس کا اپنی حالت میں گمراہ کرنے کا مقصد ہے بہت سے ناکل اپنے خیال کی تائید میں پیدا کرتا ہے۔ اور پھر جلد جسے اپنی مخالف رائے کے جواب دینے کی فکر میں پڑ جاتا ہے۔ خیال کی ترقی کی پہلی سیڑھی ہے +

جب کوئی آدمی اس سیڑھی پر چڑھ گیا ہے تو اب وہ ایک ایسے مباحثہ میں پڑا جہاں بالآخر وہ کھانقہ اور مخالف رائے اُس کو دیکھتی پڑتی ہیں کچھ عرصہ تک وہ پہلی ہی سیڑھی پر قدم مضبوط گاڑے ہوئے کھڑا رہتا ہے مگر آخر کار اُس کا خیال اس بات پر غور کرنے لگتا ہے کہ ان دونوں رائے میں سے کون سی صحیح ہے اور کون سی غلط۔ یہ حالت خیال کی ترقی کی دوسری سیڑھی ہے +

سچائی کا یہ خالق وصف ہے کہ اگر انسان اُس پر بغیر کسی تعصب کے غور کرتا ہے تو بیشک اُس کو سچائی کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر سخت سے سخت تعصب کے ساتھ بھی کسی بات پر براہِ غور اور مباحثہ جاری ہے تو بھی ایک نیک دن سچائی غالب ہو رہیگی مگر بہت دیر کے بعد۔ پس جن ایوں پر انسان غریبی سیڑھی پر کھڑا ہوا غور کرتا ہے اگر اُن میں سے وہ رائے جس کو وہ پہلے بڑا جانتا تھا وہ حقیقت سچ ہوتی ہے تو بلاشبہ انسان اُس کو اپنی استعداد کے موافق خواہ جلد خواہ دیر قبول کر لیتا ہے اور یہاں وہ انما یستجیب الذین یسمعون کا مصداق بنتا ہے یعنی بات کو قبول وہی کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔ عیالت خیال کی ترقی کی تیسری سیڑھی ہے +

اس سیڑھی پر پہنچا آدمی اُس سلسلے کو جس کے برخلاف ایک دن گفتگو تک کرنا فضول خیال کرتا تھا۔ غلط سمجھنے لگتا ہے اور کچھ مدت تک وہ اسی تیسری سیڑھی پر کھڑا رہتا ہے وہ اردوں کو جو تھی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے دیکھتا ہے مگر خود ارادہ نہیں کرتا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو ایک کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے جس کو وہ صحیح تسلیم کر چکا ہے مگر اس پر عمل کرنے کو وہ اچھا نہیں جانتا۔ وہ اہل کتاب کے ساتھ مواصلت کو اب نہیں جانتا اُس کو سخت ضابطہ انہی نہیں سمجھتا اور آخر کار اسکی منفعتوں کا بھی اقرار کرنے لگتا ہے مگر وہ آپ اُس کے کئی جرات کھتا ہے نہ دوسروں کے اس عمل کو پسند کرتا ہے مگر کچھ دنوں کے بعد وہ جو تھی سیڑھی پر چڑھتا ہے وہ یہاں بھی اُس کام کو اختیار نہیں کرتا جس کو خود اچھا جان چکا ہے مگر تنازع ہوتا ہے کہ یہاں پہنچ کر وہ دوسروں کو بھی اُس کام کی وجہ سے بڑا نہیں سمجھتا اُن کو کامت کرنا اچھا ہو دیتا ہے جو حقارت اور نفرت اُن کے دل میں اُس کام کے اختیار کرنے کے سبب اُزردوں کی طرح ہوتی ہے۔ ماب باقی نہیں رہتی۔ ہمارے بعض دوستوں کا قول ہے کہ جن لوگوں کے خیال کی ترقی اس چوتھے درجے تک ہو جاتی ہے وہ تہذیب و

شائستگی کی رینیتھی یاد اور العلوم میں معاملہ کا امتحان پاس کرتے ہیں +

اسکے بعد جب آدمی دوسروں کو وہ کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے جس کا مفید ہونا اس کو تسلیم ہے اور وہ اس کو ناگوار بھی نہیں معلوم ہوتا تو عقوڑی و یرد م لیکر اب وہ پانچویں سیڑھی پر آتا ہے یہاں وہ اس تردد میں پڑتا ہے کہ میں بھی اس کام کو کروں یا نہ کروں۔ دوسروں کو مفید مفید کام کرتے ہوئے دیکھ کر جی بہت لچا آتا ہے مگر جرات نہیں پڑتی۔ عقل بالکل آگے چلنے کی رغبت دلاتی ہے مگر مصروفیت اس میں چھوڑتی۔ اس پانچویں سیڑھی پر بڑی چینی سی گذرتی ہے صبح کو ارادہ ہوتا ہے کہ آج تو مسلمان ہو ہی جائے مگر شام پھر ویسی ہی تاریک آتی ہے جیسی گزری ہوئی شام تھی شام کو یہ تفتہ ہوتا ہے کہ کل ہرچہ بادا باد۔ مگر صبح کو آفتاب کا قمرنگ چہرہ پھر ویسی ہی بہت طاری کر دیتا ہے +

لیکن آخر کار بہت عرصوں اور مذا ایک دن ٹیکل مقام بھی طے ہو جاتا ہے اور مذا کا نام لیکر آدمی گاموں کو خود کرنے لگتا ہے جن کو وہ ایک دن نادانی اور نا سمجھی سے برا سمجھتا تھا اور اب بہت سببوں اور فکروں اور غور و تال کے بعد ان کو نہ صرف بڑائی سے بری خیال کرتا ہے بلکہ ان کے مفید اور نہایت مفید ہونے پر کمال یقین کر لیتا ہے۔ یہ حالت انسان کے خیال کی چھٹی سیڑھی ہے +

اس سیڑھی پر قدم کھتے ہی آدمی کو معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ نہ نہ ختم ہو گیا اور اب وہ ایک ایسے بننا اور خوش فضا طے پہنچ جاتا ہے جس کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں اور ہر ایک سیڑھی پر جتنی ویر تھنر نیک اتفاق ہوا تھا اس پر افسوس کرتا ہے۔ اب وہ دیکھتا ہے کہ اس نہایت ہی دلکش میدان میں بجا بجا صاف اور شیریں چشے اور نہریں جاری ہیں سبز ہونے تمام میدان پر فرش زعفرین بچھا دیا ہے مختلف قسم کے پھول اور پوسے اور درخت جبراططف دکھلا رہے ہیں۔ مرفان خوش الحان اپنی اپنی بولیوں میں اپنے پروردگار کی یاد میں مصروف ہیں۔ وہاں اگر کوئی نا اہل اور مقام بھی ہے تو نہایت ہی دلچسپ دکھلائی دیتا ہے اور وسط میں ایک چشمہ کے کنارہ پر نہایت خوبصورت ایک مینا ہے اور اس پر مٹے مٹے طلائی عرفیل میں غلی خط سے عبارت لکھی ہوئی ہے + دنیا میں خدا کی رحمت خاص ان مسلمانوں کے واسطے ہے جو چھوٹی سیڑھیاں طے کر کے یہاں تک پہنچ جاویں +

میں نے ایک مقابل کے اونچے ٹیلے پر چڑھ کر اس تمام کیفیت کو دیکھا میں نے دیکھا کہ اس گلستان ہمیشہ بار میں جا بجا نہایت ہی قرینہ کے ساتھ بہت ہی پر تکلف بہت سے تخت اور آرام چوکیاں بھی چھٹی

۱۵۔ یہ ایک ہنسی ہے ان لوگوں کی جو کسی کام کی خوبی کو غفلت تسلیم کرتے ہیں مگر مصلحت کا حذر کرتے ہیں۔ ۱۶۔ بلکہ عقل اور مصلحت بالکل ایک ہے +

ہیں۔ بہت سے لوگ مجھ کو ٹن تختوں اور آرام چکیوں پر بیٹھے ہوئے معلوم ہوئے لیکن میں اُن لوگوں کی صحت پچان سکا دال کی بولی کچھ میری سمجھ میں آئی عقل سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ مصر اور قسطنطنیہ اور ٹرنس وغیرہ کی طرف کے مسلمان ہیں جو ان چھٹوں میٹرھیوں کو طے کر چکے ہیں اور اب خدا کی رحمت کے نرے لوٹ رہے ہیں \*

میں اُن بہت سے شخصوں میں سے صرف دو شخصوں کو پہچان سکا جن کے تخت میدان کے کنارہ پر اُس مقام پر بچے ہوئے تھے جہاں وہ زینہ ختم ہوتا ہے ایک تخت پر میں نے سید احمد خاں کو دیکھا کہ تہذیب و تمدن کی بہت سی نفیس نفیس اور سنہری جلدیں لٹکے سامنے رکھی ہوئی ہیں اُن میں سے وہ کسی کسی جلد کو اٹھا کر کوئی کوئی مضمون ہندوستان کے مسلمانوں کو سناتا ہے ہیں اور جس عمدہ مقام پر وہ خود موجود ہیں اور جس کی خوبیاں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اُس کو بڑی دلسوزی اور محبت کے ساتھ اُن لوگوں کو سمجھاتے ہیں جو اُس زینہ کے نیچے گر وہ در گر وہ نہایت بے حریتی اور بے سرو سامانی کی حالت میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں اور زبان حال سے یہ کہتے جاتے ہیں۔ یا لیت قومی یاعلمون \*

میں نے اُس ٹیلہ پر سے دیکھا کہ کوئی مسلمان جسکے کان میں سید احمد خاں کی آواز پہنچی ایسا باقی نہ رہا تھا جس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی ہو میں نے دیکھا کہ تمام مسلمان پہلی آواز پر اٹھ کھڑے ہوئے اور اُس خیال کی ترقی کے زینہ کی طرف کو دوڑے اور جیسی جس کی استعداد اور قوت تھی ویسی ہی اُس نے ترقی کی بعض ضعیف الجھت اور کم ہمت یا ناجناب اور لوے لنگڑے ابھی پہلی میٹرھی تک بھی نہیں پہنچے ہیں باقیوں میں کوئی پہلی میٹرھی پر ہے کوئی دوسری میٹرھی پر کسی نے تیسری میٹرھی تک ترقی کر لی ہے اور کوئی چوتھی میٹرھی پر پہنچ گیا ہے اور بعض جو بہت ہی عقلمند اور ذکی اور چست و چالاک تھے وہ پانچویں میٹرھی تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ جو لوگ پانچویں میٹرھی پر پہنچ گئے ہیں اُن کو سید احمد خاں ہاتھ بڑھا کر اپنی برابر پر لیتے ہیں چنانچہ میرے دیکھتے دیکھتے اُنہوں نے پانچویں میٹرھی پر سے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کو کھینچ لیا وہ بھی اُس پر فضا میدان کی راحتوں اور خوشیوں کا لطف حاصل کرنے لگا اور سید احمد خاں کی برابر اپنی آٹھم کی سے ہاتھ لگا کر کھڑا ہو گیا میں نے جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اے مولوی سید محمد علی صاحب ہیں جو اپنی جیتی اور رسائی عقل سے بہت جلد چھٹوں میٹرھیاں طے کر گئے اُن کو میں اس عمدہ مقام پر پہنچا ہوا دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ مولوی سید محمد علی صاحب نے بھی ایک جلد سید احمد خاں کے سامنے سلاطین اور اُمراء کے بھی اُسکے مضامین آواز بلند اُن لوگوں کو سنانے شروع کئے جو بازینہ طے کر رہے تھے یا زینہ کے نیچے اُس پر چڑھنے کی ٹھہریں کھڑے ہوئے تھے۔



میں نے ایک آدمی مولوی صاحب کو بھی دیکھا جو چلی میٹھی سے پنجویں میٹھی پر پہننے کی تیلی  
 کہہ چکے تھے اور غریب پنجویں میٹھی پر پہننا پڑتے تھے مگر انہوں نے مجھے دس سے شانہ سے  
 منع کیا کہ میرا نام ابھی کسی سے زینا انہوں نے بھی سید احمد خاں کی اس میں ماں دانا خرچ کر دی  
 اور عبادت وہ سید احمد خاں سے قریب ہونے کی وجہ سے اچھی طرح سنتے اور کہتے تھے اس کو پنجی  
 میٹھیوں والوں کو سمجھانے لگے +

پہلی صدہ سری میٹھیوں والوں کی کیفیت دیکھ کر مجھ کو بے اختیار ہنسی آئی میں نے دیکھا کہ وہ  
 سید احمد خاں کی آواز سنتے ہی ہٹے اور کوئی پہلی اور کوئی دوسری میٹھی اس نیند کی طے کر گیا گویا  
 سید احمد خاں کے فشا کی پوری تعمیل میں مصروف ہیں لیکن بائینہ وہ سید احمد خاں سے مخاطب ہو کر زبان  
 دما زیاں کرتے جاتے ہیں ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ سید احمد خاں کی ایک مت سنو کوئی کہتا ہے کہ اگل  
 اس کے برخلاف کام کر دیہ کہتے جاتے ہیں اور اوپر کو چڑھتے جاتے ہیں۔ سید احمد خاں بھی ان کی اس  
 حالت کو دیکھ کر مسکرا پڑے اور کہنے لگے کہ کیسے پاگل آدمی ہیں جس کام کو کرتے جاتے ہیں اسی کو بڑا کہتے  
 ہیں جس سے کہتے کہتے ہیں اسی طرف کو پھرتے جاتے ہیں مگر تاہم کئے تین میٹھیوں ان کو بھی ملنا  
 باقی ہیں سمجھا رہے جلد ملے کریتے نامان ہیں بری طے کریں گے +

یہ مزے نرے کی باتیں دیکھ کر میں اس ٹیلہ پر سے اتر آیا اور اس وقت سمجھا کہ سید احمد خاں  
 کے تہذیب الاخلاق نے ہندوستان کے مسلمانوں میں کیا اثر پیدا کیا ہے اور آئندہ کیا  
 اثر پیدا کرے گا +

## درستہ العلوم مسلمانان

اور

جناب حاجی مولوی سید علی بخش خاں صاحب بہاؤ

اور

جناب مولوی سید احمد خاں صاحب بہاؤ

ہندوستان کے جناب حاجی مولوی سید علی بخش خاں صاحب بہاؤ نے تیار کردہ اس دستخطیہ پر  
 کہ مولوی سید احمد خاں صاحب بہاؤ نے اس کے ساتھ وجہ خلافت کی اور جن شرطوں پر جناب غفر

یہ سب علوم میں آٹھ سو پچھتر ہونے کا وعدہ فرمایا تھا کہیں غرضتہ البخا نے اپنے اجلاس  
میں اس علم میں ان کے برکات کا ردیائی کی اور اس نے جناب موصوع اب نہ مدتہ العلوم  
میں شریک ہوئے اور پچھتر شرط دیئے +

میں نے جناب ممدوح کی تحریر کو اقل سے آخر تک دیکھا میری ہل جتنی تھی کہ میں اس تحریر کے پچھنے سے پہلے بچ کے طور پر جناب ممدوح کی خدمت میں کچھ عرض کرتا اور اگرچہ جناب ممدوح نے مجھ کو اس بات کا موقع بھی دیا لیکن انوس ہے کہ مجھ کو اپنے عہد کے کاموں سے اُس عرصہ میں مطلق محروم نہ ملی بعد تحریر جناب ممدوح نے شہر فرمادی۔ میں نے پہلے یہ سنا تھا کہ جناب موصوف کو بعض امور کی نسبت کچھ شکایت ہے لیکن میں یہ نہ سمجھا تھا کہ اتنی لمبی شکایت ہوگی یا وہ سید احمد خاں صاحب اور کیوٹی خزنہ بہاؤ پر اس قدر سخت الزام لایا کہ جیسے عیسائی ان کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے بڑا آب نہیں نے اُن کی تحریر کو دل سے آخر تک دیکھا اُن کی تمام تر تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ سید احمد خاں صاحب نے اُن سے دو شرطیں کی تھیں اور انہیں شرطوں پر جناب موصوف نے آٹھ سو روپیہ خندہ لکھا تھا پہلی شرط یہ تھی کہ سید احمد خاں صاحب اور اُن کی کیوٹی خزنہ البضاعہ کا کوئی ممبر تعلیم مذہبی میں مداخلت نہ کرے بلکہ مذہبی تعلیم کی کیوٹی جدا قائم ہو اور اُس میں اور ایسے لوگ شریک کئے جاویں جن پر عام مسلمانوں کو طہان اور اعتقاد ہو اور سید احمد خاں اور ممبران موجودہ کیوٹی خزنہ البضاعہ کبھی اس مذہبی کیوٹی میں شریک نہ ہو سکیں۔ دوسری شرط یہ تھی کہ اس مذہبی کیوٹی کے ممبروں کی تعداد اور اُن کا انتخاب اور اُس کیوٹی کی کل سربراہی یہ سب کچھ جناب حاجی صاحب موصوف کے یہ قدرت میں رہے جس کو وہ اپنے تئیں تکیہ مسلمانانہ و اہل بیت اعتقاد سمجھیں اُس کو شریک کریں جن پر اُن کو طہان نہ ہو اُن کو شریک نہ کریں +

پھر جناب موصح رقم فرماتے ہیں کہ کیسی خزانۃ البضاقہ نے بالکل ان شرطوں کے برخلاف کارروائی کی ذوق نہ ہی کیسی کے مبروں کا مقرر کرنا اور ان کا منتخب کرنا جناب مولانا صاحب کے اختیار میں چھوڑا گیا اللہ جو مذہبی کیسی قائم ہوئی تجویز ہوئی اُس میں سید احمد خاں صاحب اور ان کی کیسی کی مداخلت قائم رہی اللہ اکثر ہی لوگ اُس کے مبر ہونے قرار پائے جو پہلے سے کیسی خزانۃ البضاقہ کے مبر ہیں۔ و اذا فانت الشوط فانت المشوط جب جناب مولانا کی شرطوں کو کیسی نے پورا نہ کیا تو جناب موصوف کو یہی چند مال کرنے سے انکار کا جس کا نام چنانچہ انہیں شرطوں کے پورا ہونے پر منصرف تھا +

مگر میرے نزدیک جناب املا، مودوح کی پیش کش کا ریت اور ان کا یہ کُل خیال غلط ہے اور ان کا یہ منہ چھوہ دینے کے لئے کسی طرح کافی نہیں ہے اور نہ کبھی یہ صاحب کے اور املا صاحب کے کبھی اپنی طرف سے

جس پر جناب مولانا صاحب کی شرکت درستہ العلوم میں مخصوص قرار پائیں مہمان شمولوں پر جناب  
مدرس نے کبھی اپنے چندہ کا دینا شریک اس لئے نہیں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ میں کچھ کھول  
اور اُمید ہے کہ جناب مدرس میری اس جرأت کو معاف فرما دیں گے۔ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں اس کو  
وہی ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں گے جس کی مجھ کو اُن سے اُمید ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ میں اس وقت  
ایک گاؤں میں مقیم ہوں اور کوئی کاغذ درستہ العلوم کے متعلق یہاں میرے پاس نہیں ہے اور میں اس  
میں اس تمام خط و کتابت میں سے جن کا حوالہ اس مضمون میں دینا ضروری ہے بعض بعض عبارتوں کو  
بہ نسبت نقل نہیں کر سکتا لیکن چونکہ وہ سب کاغذ میرے بخوبی دیکھے ہوئے ہیں اس لئے غالباً کچھ کزن  
کو کوئی ایسی غلطی مذکورں گاجس سے اصل مطلب میں کچھ غلط واقع ہووے +

جس عرصہ میں مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب بہادر کے باہم  
گورکھپور میں یہ مصالحت واقع ہوئی اس میں بھی گورکھپور میں موجود تھا اور ہر ایک مجلس اور مشورہ میں شریک رہتا  
تھا بلکہ خود تئیں ہی اس باہمی مصالحت کا محرک ہوا تھا اور اسی لئے جب میں نے اقل ہی یہ سنا کہ جناب  
حاجی صاحب مدرس کو شرائط صلح کی تعمیل کی نسبت کچھ شکایت ہے اور چندہ دینے اور درستہ العلوم  
میں شریک ہونے سے انکار کرتے ہیں تو مجھ کو مد سے سو افسوس ہوا +

ملو جاہ کی تدبیر جو ہم لوگ کرتے ہیں

ہماری سعی باطل دیکھ کر تقدیر ہنستی ہے

خیر وہ توجہ ہو اسو ہوا۔ مگر اب اصل مطلب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے +

میں نے جب ابتداً جناب حاجی صاحب بہادر کی خدمت میں گورکھپور میں درستہ العلوم کا تذکرہ  
پہنچا اور اُن سے یہ خواہش کی کہ وہ بھی اب درستہ العلوم میں شریک ہو جاویں اور اس کی ترقی میں کوشش  
فرمادیں تو جناب مولوی صاحب مدرس نے بہت سے گلے اور شکوے کئے اور بہت بڑے تکبر اس باب  
میں گفتگو فرمائی۔ یہ گفتگو بہت لمبی تھی مگر خلاصہ کلام یہ ہے کہ جناب مدرس نے فرمایا کہ ”میں صرف اس وجہ  
سے اب تک درستہ العلوم میں شریک نہیں ہوا کہ مجھ کو اُسکے طالب علموں کی مذہبی تعلیم کی طرف سے کبھی  
اطمینان نہیں ہوا اور ہمیشہ اس بات کا خوف رہا کہ جس قسم کے عقاید سید احمد خاں صاحب کے ہیں ویسے عقاید  
کی تعلیم اس مدرسہ میں طالب علموں کو بھی ہوگی۔“ میں نے عرض کیا کہ میں آپ ایسا خیال نہ فرماؤں اور  
سید احمد خاں صاحب کا کبھی یہ ارادہ نہیں ہوتا ہے چنانچہ میں نے خود ہی اُن کے سامنے یہ تجویز پیش کی  
کہ اگر اس طرح سے مذہبی کیشی بالکل چٹا قائم ہو اور اس میں صرف ایسے لوگ شریک ہوں جن پر عوام مسلمان

کہ تھا وہاں بھر رہا تھا تو آپ کی خاطر جمع ہو جائیگی یا نہیں۔ فرمایا کہ اُن لیکن سید احمد خاں اُس کوئی فریاد نہ کرے  
 خزانہ البضائع کا اُس میں شریک نہ ہو جس نے عرض کیا کہ سید احمد خاں آپ کے نزدیک تھوڑا سا مال ہو تو شریک  
 نہ ہوں لیکن اُن کو میرا ان کیٹی خزانہ البضائع نے کیا قصور کیا ہے جو وہ عموماً قابل شرکت کیٹی نہ ہی ضرر پادیں  
 صحت اتنی بات سے کہ کوئی شخص کیٹی خزانہ البضائع کا ممبر نہ ملے اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔  
 میں نے اُن سے عرض کیا کہ کیا آپ جملہ ممبران کیٹی سے واقف ہیں کیا آپ کے نزدیک سب بدین اور  
 مرتد ہیں میں نے عرض کیا کہ کیٹی خزانہ البضائع میں ایسے ایسے بھی ممبر ہیں جو شاید سید احمد خاں صاحب کے  
 ہاتھ کا چھٹا ہوا پانی بھی نہ پیئیں اور آج تک انہوں نے ہمیشہ سید احمد خاں کی باتوں کو محض غور سمجھا ہے  
 اور کبھی اُن کی بات کا جواب تک نہیں دیا۔ ایسے لوگوں نے کیا تصور کیا ہے جو آپ اُن کو مذہبی کیٹی  
 میں شریک ہونے سے منع کرتے ہیں۔ اُن میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی دینداری اور تقویٰ پر ہماری طرف  
 تمام مسلمانوں کو اطمینان ہے پس اگر یہ شرط لگائی جائے تو وہ لوگ اپنے دل میں کیا کہیں گے اور کوئی دین نہیں  
 ہے کہ جب عام مسلمانوں کو اُن کی دینداری پر بھروسہ تو وہ کیوں مذہبی کیٹی میں شریک نہ ہوں پھر میں نے  
 جناب ممدوح کے سامنے محمد عبدالشکور خاں صاحب رئیس بھیکم پور ضلع علیگڑھ اور جناب محمد محمود علی خاں  
 صاحب رئیس چھتادری ضلع بلند شہر کا نام لیا کہ یہ لوگ بھی کیٹی خزانہ البضائع کے ممبر ہیں آپ ان لوگوں  
 سے واقف ہیں فرمایا کہ نہیں میں ان کے حالات سے واقف نہیں ہوں لیکن جناب ممدوح علیگڑھ کے  
 ضلع میں حرمہ تک وہ چکے ہیں اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ اُس وقت اُن کا یہ انکار کس مصلحت پر مبنی تھا  
 میں نے عرض کیا کہ بس اب آپ جب اُن کے حالات تک واقف نہیں تو اُن کو قابل اعتماد کیونکر تسلیم  
 کئے لیتے ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جناب ممدوح اُس وقت کچھ اس تقریر سے کنارہ کرنا چاہتے تھے۔  
 لیکن میری یہ گفتگو اس قدر صاف تھی کہ کوئی شخص اُس سے انکار نہیں کر سکتا تھا اور بھی لوگ  
 وہاں بیٹھے انہوں نے بھی مجھ سے اتفاق کیا اور اُن میں سے جن کو جرأت ہوئی انہوں نے کچھ  
 دلی دلی آمان سے اپنے اُس اتفاق بلے کو ظاہر بھی کر دیا اور اس مقام کی باریکی اور نرمی کو گور کر کے پورے  
 ہی خوب سمجھ گئے آخر مولانا صاحب ممدوح کو بھی سوائے تسلیم کے اور کچھ نہ بن پڑا اور انہوں نے فرمایا کہ  
 ہاں اگر مسلمانوں کو کسی ممبر کیٹی خزانہ البضائع پر بھی اعتماد ہو تو اُس میں کیا غم ہو سکتا ہے پس اُن کا  
 یہ فرمان تھا کہ سب تہہ ختم ہو گیا اس لئے کہ مجھ کو خوب معلوم تھا کہ ابتدا سے سید احمد خاں صاحب ہمارے  
 کی بھی رائے تھی کہ متواتر کیٹیوں میں یہ ذکر ہوا تھا کہ مذہبی کیٹی جاتا ایم ہوگی +  
 میں اس مجلس سے بہت خوش خوش اٹھا اور سید احمد خاں صاحب کے سب کمانی بیان کی

انہی کو میری اس گفتگو کا خیال تھا کہ جی نہیں تھا اور ان کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔  
میں نے خدا سے بات کر کے مسلمانوں کے آپس میں اس قسم کی نا اہمائی کا یہ بھاری حق ہو جس طرح  
میں سبقت کی تھی یہ سید صاحب نے نہایت غرضی سے ان سب باتوں کو منظور کیا۔ ان کے بعد چند دن کیس  
دخیر ہوئیں جن کا بیان میں خلافت ازلہ واری لکھتا ہوں ان کے بعد جناب ممدوح نے پتہ بتائی پتہ بتا  
خط لکھا جس کا مضمون اب یہ بیان فرماتے ہیں کہ تحفہ احمد خاں اور کیٹی خزانہ البصائر کا کوئی ترجمہ بھی  
کیٹی میں شریک نہ ہوں۔

مگر میری رائے نے خط انہیں کی ہے تو اس خط کا سوا وہ بھی خود میرے سامنے کھایا تھا ایک میز پر  
شعب کے سامنے ایک شخص لکھتا ہوا تھا جس کا میں نام ذراں لگا اور جناب مولانا صاحب ممدوح جانتے  
جاتے تھے ان کی زبان سے پھر وہی لفظ نکلا کہ سید احمد خاں اور میران کیٹی خزانہ البصائر کی مداخلت  
کیٹی مذہبی بیٹ ہو۔ میں نے پھر قلم کر دیا اور پھر عرض کیا کہ یہ بات ایک دفعہ طے ہو چکی ہے اور یہ نہیں  
سکتا چنانچہ جناب ممدوح نے یہ لکھا تا موقوف کیا اور صرف یہ الفاظ قلم رہے کہ سید احمد خاں اور ان کی  
کیٹی خزانہ البصائر تعلیم مذہبی میں کچھ مداخلت نہ کرے اور تعلیم مذہبی کے واسطے علیحدہ ایک کیٹی  
قائم ہو۔ الخ +

پس جب اس قدر بحث و گفتگو کے بعد میروں کا لفظ جناب مولانا صاحب کی شرط اور ان کے خط  
میں سے خارج کیا گیا اور صرف سید احمد خاں صاحب اور کیٹی خزانہ البصائر کے (جس میں جناب ممدوح  
کے نزدیک مہدین اور مرتدین بھی شامل تھے) عدم مداخلت کی شرط باقی رہی تو اب میں نہایت اہم  
کے ساتھ جناب ممدوح سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا ان کا یہ فرمانا سچ ہے کہ کیٹی خزانہ البصائر  
سے ان کی مراد بلا افراد اس کیٹی کے ہر ایک ممبر سے تھی۔ اور اگر جناب موصوف اب بھی یہ فرما دیں گے  
کہ ان ہی مراد تھی تو میں آسمان کی طرف دیکھ کر اور ایک آہ بھر کر چپ ہو رہوں گا اور ان سے کچھ نہ  
کہوں گا اس لئے کہ وہ میرے نزدیک ہر طرح واجب التعلیم ہیں ان کو روئے منورہ جناب سالک  
سے سید الحاج کا مغز خطاب نہایت ہوا ہے مگر یہ ضرور کہوں گا کہ سخن فہمی عالم بلا ممدوح +

لیکن ابھی انصاف دینا ہے کہ پروردگار سے ہر ایک کو کچھ نہیں دیا ہے اس مضمون کے پڑھنے والے خود  
انصاف کر لیں گے کہ جناب سید الحاج صاحب کی کیٹی خزانہ البصائر کی عدم مداخلت کی شرط سے اب  
یہ استدلال کرنا کہ اس کیٹی کا کوئی ممبر اس شرط کے بموجب مذہبی کیٹی میں شریک نہیں ہو سکتا اور  
ان کا یہ خطر مشترک دینا کہ ہم سے مداخلت یہ شرط ہو گئی تھی کہ اس کیٹی کا کوئی ممبر مذہبی کیٹی میں

شریک ہوا یا سمجھ ہے یا جناب سید الحاج صاحب کی دیانت اور دینداری پر ایک بہت بڑے الزام کا متعلق ہے اور یہ شخص سید احمد خاں صاحب کی طبیعت اور جناب سید الحاج صاحب کے اقتدارِ علم سے آگاہ ہیں کیا اس بات کو شک ہے امتیازِ سنس نہ پڑیئے کہ یہ صاحب نے ایک جناب مولوی حاجی علی بخش خاں صاحب بھاد کے شریک کر نیکی غرض سے انھوں پر ایسی ٹھیکری رکھ لی ہوگی کہ محمد عبدالشکور خاں صاحب اور ذاب حاجی محمد محمود علی خاں صاحب اور مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب اور مولوی محمد سید احمد خاں صاحب اور اپنی کیٹی خزانۃ البضاعہ کے اذکار و دیندار اور پرہیزگار ممبروں کے ارتداد اور الحاد کو قبول کر لیا ہو جس کی وجہ سے جناب سید الحاج صاحب کیٹی خزانۃ البضاعہ کے کسی ممبر کو بھی مذہبی کیٹی میں شریک کرنا نہیں چاہتے تھے اور نہ تاہنگ اُس پر رضامند ہیں +

مجھے یقین ہے کہ ہر ایک شخص جس کو خدانے کچھ بھی عقل دی ہو گی اس مضمون کے پڑھنے کے بعد ایک لمحہ پھر بھی کبھی اس بات کا یقین نہیں کریگا کہ جناب سید الحاج صاحب کے اس خد میں کچھ بھی سچائی اور استیلازی شامل ہے +

اب میں دوسری شرط اور اس کے نقص کی نسبت کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں اور پھر اپنے اُسی مضمون کے کا احادہ کرتا ہوں جو میں شروع مضمون میں بیان کر آیا ہوں کہ جناب مولانا صاحب کی شرکتِ مدرستہ العلوم کے لئے ہرگز یہ شرط قرار نہیں پائی اور نہ اس شرط پر کبھی جناب ممدوح کا چندہ ادا ہونا منحصر ہوا تھا + یہ بات کہ مذہبی کیٹی کے ممبروں کا تہتین اور ان کا انتخاب صرف جناب مولانا صاحب کی ہلے پر منحصر ہو ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں تھی جن کو جناب ممدوح نے اپنی طرف سے منظور کیے لئے پیش کیا تھا پھر اس کی تعمیل کیٹی خزانۃ البضاعہ یا سید احمد خاں صاحب کے ذمہ کس طرح واجب قرار پا سکتی ہے جناب سید الحاج صاحب بھاد بھی مذاکی حنا پر ایک ایک سال کے قاضی القضاۃ ہیں کیا انہیں مجھے نزدیک کبھی کسی معی کوئٹس کے دعوے سے زیادہ کی ڈگری دی جاسکتی ہے +

یہ بات سید احمد خاں صاحب کی نہایت صفائی قلب کی تھی کہ جب انہوں نے جناب سید الحاج صاحب کی زبان سے یہ سنا کہ میری مخالفتِ مدرستہ العلوم سے اب تک صرف اسلام کی خیر خواہی کے لحاظ سے تھی تو انہوں نے فوراً اس بات کا یقین کر لیا کہ ایسا شخص ضرور مسلمانوں کی خیر خواہی کے کالوٹھوں نے اُس وقت اپنے نزدیک جناب ممدوح کو ہر طرح اس کام کے لائق سمجھا اور ان کی پیش کی ہوئی شرطوں کو بتدریج منظور کر کے نہایت گرجوئی سے اپنی طرف سے یہ فقرہ مسترد کیا کہ اس مذہبی کیٹی ممبروں کی تعداد ان کا امتیاز متعین کیا ہی سب آپ ہی کے ذمہ ہے اور میں اور ممبروں سے

اُس کی تکھی ملکہ تھیں۔ وہ مہجوداں موجود تھے اور جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ انہوں نے بھی اسی خیال سے اُس وقت سید صاحب کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ سوچے کہ کہیں خدا کی طرح مسلمانوں کے اس باہمی اختلاف کو معدوم بھی کرے جو ہماری قومی ترقی کے کاموں میں مانع ہے لیکن مصلحتاً انہوں نے اس کے بالکل برخلاف نکالا۔

ماہیاراں چشم نیک داشتیم خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم  
اور بھول کے پاس سے جو جواب آئے اُن میں اکثروں نے سید صاحب کے اس بلغزاد مستزاد سے اختلاف کیا یہ تو سب نے لکھا کہ مذہبی کیٹی بلاشبہ جدا ہونی چاہئے جس میں مسلمانوں کے معتد علیہ لوگ شریک ہوں لیکن اس کو پسند نہ کیا کہ صرف مولوی علی بخش خاں صاحب بہادر کی اکیلی رائے سے لوگوں کی دینداری یا بدینی کا فیصلہ ملے اور پس جب ممبروں نے کثرت سے اس سے اختلاف کیا تو اکیلے سید احمد خاں کی کچھ پیش نہ چلی اور کیٹی غرض البصاۃ نے ایک اور نہایت ہی عمدہ طریقہ اختیار کیا۔

ممبران موصوفے جس قدر خطا کو رکھیں سید صاحب کے پاس آجیکے تھے اور جس میں مذکورہ بالا اختلاف اٹھے شدد مکے ساتھ بہت کثرت سے موجود تھا یہ سب خطا سید صاحب نے جناب ممدوح کو ملاحظہ کرا دیئے تھے اور خود میں ہی اُن خطوں کو لیکر گیا تھا اور اُن کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ اب یہ بڑی ذمہ داری کا کام کیٹی فرزتہ البصاۃ صرف میرے سائیکل کی رائے پر منحصر نہ کرے گی اور پھر ان سب اتفاقات کے بعد گو رکھیں وہ جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں جناب سید الحاج صاحب بہادر نے آٹھ سو روپے چندہ کے لئے پس بعد معلوم کر لینے ان سب حالات کے کون شخص ہے جو یہ ہی کہہ سکیگا کہ جناب ممدوح کا چندہ اس شرط پر مشروط تھا اور اُس شرط کا نقص عمل میں آیا اور اگر اب بھی کسی کو ایسی شبہ باقی رہ گیا ہو تو میں اس سے بھی زیادہ صاف اور واضح طور پر اس کو ثابت کر سکتا ہوں۔  
گو رکھیں وہ کی مجلس میں جس وقت چندہ کی فرست پیش ہوئی تو سب سے پہلے جناب مولانا صاحب کے سامنے خدمت میں نے اُس فرست کو پیش کیا جناب مولانا ممدوح نے آٹھ سو روپے چندہ کے اُس میں صبح فرمائے اور اپنے دستخط ثبت کئے اور اُس کے بعد انہوں نے کچھ اور عبارت کھنسی چاہی میں نے جھک کر اُس کو دیکھا مولانا صاحب اس قدر لکھ چکے تھے کہ مسجد اہل سنت و جماعت کے واسطے اُس کے بعد انہوں نے اپنی شرطوں کی منظوری کا تذکرہ اور لکھنا چاہا میں نے اُس وقت اُن کو فدائہ کا ادا ہوتے سے عرض کیا کہ شرطوں سے کوئی شرطیں مراد ہیں آپ کی شرطیں صرف

وہ ہیں جو آپ کے خط میں ہیں سامیہ میں نے اسی لئے عرض کیا تھا کہ جو بات سامیہ نے اپنے خط میں اپنی طرف سے پڑھا دی تھی اور اس کی نسبت ہر طرف سے ممبروں کے انکار اور اختلاف پھیلے آتے تھے کہیں اس کو مولانا صاحب شرط میں داخل نہ کریں۔ جناب ممدوح بھی خوب طرح اس بات کو سمجھے اور انہوں نے اس کے بعد یہ لکھا کہ بعد تعمیل ہو جانے شرائط مند بعد خط ہمارے کے ہمارا یہ چندہ فرست چندہ میں جمع کیا جاوے۔ پس اب جناب ممدوح مرلانی سے ارشاد فرمادیں کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ یہ دوسری شرط بھی اُن کے چندہ سے متعلق تھی اگر فرمادیں کہ ہاں تو میں پھر ہی عرض کروں گا جو اوپر عرض کر چکا ہوں کہ ”سنن فہمی عالم بالا معلوم“ لیکن کیا کوئی شخص اب یہ کہہ سیکے گا کہ جناب ممدوح کا چندہ ان شرطوں پر شرط تھا نہیں کہی نہیں ۴

اب میں نہایت ادب کے جناب ممدوح کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کا چندہ صرف اس بات پر مشروط تھا کہ مذہبی کمیٹی جدا قائم ہو۔ سید احمد خاں یا کمیٹی خزانۃ البعائتہ کو لکھیں کچھ مداخلت نہ ہو۔ ایسے لوگ اس کمیٹی میں شریک ہوں جن پر مسلمانوں کا اعتبار ہو خواہ وہ پہلے سے کمیٹی خزانۃ البعائتہ کے ممبر ہوں یا نہ ہوں (میں) اہم اور ثابت کرائے ہیں) پس اب جناب ممدوح انصاف دیکھ لیں کہ اُن سب شرطوں کی تعمیل جیسی چاہئے تھی ویسی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ خوبی اور احتیاط کے ساتھ جو کئی ہے یا نہیں اس وقت مذہبی کمیٹی جدا قائم ہے اور اس کو ایسے لوگوں نے مقرر کیا ہے جن کا نام اس عرض کے واسطے تین مہینے سے زیادہ اخباروں میں مشترکہ ہو چکا تھا اور کسی مسلمان نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ سید احمد خاں یا کمیٹی خزانۃ البعائتہ کو اس کمیٹی کی کارروائی میں کچھ بھی مداخلت نہیں ہے۔ وہ کمیٹی اپنی کارروائی آپ کر رہی ہے اور اب مذہبی تعلیم کے لئے کتب و رسم کا سلسلہ پیش کرنے والی ہے غرض ہر طرح سے جناب ممدوح کی وہ شرائط جن پر ان کا چندہ ادا ہونا منحصر تھا۔ پوری ہو چکی ہیں۔ اب یہ وقت ہے کہ جناب ممدوح چپ چاپ آٹھ سو روپیہ کا نوٹ جیٹری کر کر سید احمد خاں صاحب کے پاس بھیج دیں لیکن یہاں حسب حال مجھ کو یہ شرط یاد آیا۔ ۵

گر جاں طلبی مضائقہ نیست

ز رمی طلبی سخن و دین است

والسلام



# مضامین سید محمود صاحب

## شدت آقا

ہم کو اپنے ایک دوست کا قول خوب یاد ہے کہ پرہیزگاری اور آقا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے ہم خود اس کے قائل ہیں پس اس مختصر مضمون کے لکھنے سے ہماری یہ فرض نہیں کہ آقا کی نفسا چھانیں بلکہ یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ آقا کو حد شرعی سے زیادہ لیجا نا اچھا نہیں ہے بہت سے ہمارے ہم مذہب جو کہ نہایت نیک اور پابند شرع ہیں اکثر اپنی نیک نیتی کی زیادتی کے سبب ایک بڑی غلطی میں پڑتے ہیں یعنی آقا کو اچھا سمجھ کر اس قدر حد کو پہناتے ہیں کہ فی الحقیقت جو غرض شارع کی آقا کی تقلید سے ملتی رہ جاتی رہتی ہے شاید اس سے بڑھ کر کوئی غلطی نہیں ہو سکتی کہ کسی شے کو نیک یا مفید سمجھ کر اس کو مقدار مناسب زیادہ اختیار کرے اور اس بات کو خیال میں نہ رکھے کہ شرع میں کس قدر جائز ہے ہمارے ہر ایک ایک بڑے شخص نے شارع اور شرع اور امت کی طیب اور دود اور مرین سے تشبیل ہی ہے تشبیل حقیقت میں نہایت عمدہ ہے اور اس ہی سے ہم اپنے قول کو ثابت کرینگے اگر کوئی مرین نخو میں یہ پڑھ کر کہ میں تو بھر گھنڈ چار در در ستوار کھانے سے اچھا ہو جاؤں گا یتیم نکالے کہ گھنڈا سی دوا ہے کہ میرے مرض موجودہ کو فائدہ بخش ہے تو یہاں تک اس کا تیجہ درست ہو گا کیونکہ بلاشبہ گھنڈا کے مرض کے لئے مفید ہے ورنہ طیب ہرگز نہ کھتا پھر اگر دوسرا یتیم یہ نکالے کہ تو بھر تو چار دن میں اچھا کرنا ہے تو چار دن ایک ہی دن میں اچھا کر دیا اور آدھیر تو کھاتے ہی شفا یاب ہو جاؤ گا یتیم ہاں کل غلط ہو گا کیونکہ آدھیر گھنڈ کا ایک مرتبہ کھا لینا شفا بخشے کی عوض آدھیر ہو گا اور جو مقصد طیب کا سفر میں گھنڈ کے کھنے سے تھا وہ ہرگز حاصل نہ ہو گا اور مرین طیب کو خوش کرینگے جسے اس کو آدھیر ناراض کر دیا۔ ایسی حالت آقا کا جو کہ مقدار مناسب یعنی حد شرعی سے زیادہ ہو ہم نے شدت آقا نام رکھا ہے +

اگر ہماری تشبیل مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اتنا آقا جس کو ہم شدت آقا کہتے ہیں نہ کرنا فائدہ کی عوض نقصان کرے تو بلاشبہ ایسا آقا شرعاً ناجائز ہے ہی باعث تھا کہ ہمارے مسلسل خدا مسلم

نے اس تمہکی عبادت کو جس سے کدینا کے تمام کاروبار میں خلل واقع ہوئے فرمایا ہے لا دھبانیۃ فی الاسلام حدیث صحیح ہے احاس سے ۷ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرعی حد سے زیادہ اتفاقاً کاروبار نہیں بگاڑیں گام اتفاقاً نہیں کام مجید میں بھی اس مقدار مناسب زیادہ عبادت کرنے کا دیکھا ہے یا ایہا الذلیل قد الیل الا حلیلا +

۷ بات تمام دلائل عقلی سے بھی ثابت ہے کہ زیادہ ہر شے کی ابھی نہیں جبکہ ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام ایسی نعمت عطا فرمائی ہے کہ جس سے دنیا دین دونوں کی بتری حاصل ہو سکیا صحت ظاہر نہیں ہے کہ ایک ہی کے پیچھے ہو رہنا نصف فائدہ کھانا ہے من کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو دعا سکھائی ہے دینا اتانی للذین احسنہ فی الاخرۃ تحسنہ فعاذ اب الناس دنیا الدین دونوں کے لئے دعا مانگی ہے اور اس سے بھی ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے +

تمام دنیا اس بات سے متاثر ہے کہ اسلام نے وحشی عربوں کو کبار دنیا اور دین دونوں کی خوبیاں کیونکر دیں اس ہی بات سے اسلام کو اور مذہبوں پر فوقیت ہے کہ اور صرف یہود کی آخرت سکھانیکا دعویٰ رکھتے ہیں اور اسلام میں جس قدر احکام ہیں ان سے یہود کی دین حاصل ہوتی ہے اس کی ہزارا مثالیں ہیں ایک اور نئے بات شراب و خمر پر اہل قاری کی مافقت ہے کہ اس کے فوائد بیان سے باہر ہیں۔ حکام اور پریسے ثابت کیا ہے کہ شراب و لحم الخنزیر نہایت مضر ہیں اور یورپ کی قوموں نے شراب خواری اور قمار بازی کے بند کرنے کے لئے قانون بنائے ہیں یہ قانون اب حال میں بنے ہیں اور اسلام میں قریب تیرہ سو برس ہوئے موجود تھے +

ہماری اہل غرض یہ ہے کہ مضر عی نے یادہ اتفاقاً کرنا کیا کہ شارع سے بھی زیادہ متقی ہو نیکا دعوے کرنا اور یہ درست نہیں ہم کو ایک نہایت بزرگ شخص کی قتل یا ہے کہ انہوں نے اتفاقاً اُس رجب کو پہنچا تھا کہ کافری شکل دیکھنے کو گناہ سمجھتے تھے اس اندیشہ سے کہ کافر کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو ریل کا سفر مناسب نہیں سمجھتے تھے دنیا دار لوگوں کو ترک کر کے رات دن نماز و طیف میں مشغول رہتے تھے اگرچہ یہ بنگلہا بسبب اپنی نیکی کے بیشک تعظیم اور ادب کے لائق تھے لیکن ان کے حال پر بلاشبہ افسوس آنا چاہئے ایسا شخص جو کہ تمام دنیا کی صحبت چھوڑ بیٹھا ہے گویا ایک نہایت خود غرض شخص ہوتا ہے کہ جس کو اُنہوں کو فائدہ دینا کچھ منظور نہیں صرف اپنی آخرت کے چین کے لئے یہاں محنت کرتا ہے بیشک مشبہ اللہ تعالیٰ نماز و طیف سے خوش ہوتا ہے مگر اس سے صرف ان گوشہ نشین صاحب کا فائدہ ہے اور نہ کسی اور کا +

بڑا فائدہ نیک ہونیکا اور دل کو نیکی سکھانا اور ان کی خدمت کرنا ہے اور نہ خود غرضی سے صرف

ہی عاقبت کی فکر نہ ہو شخص لوگوں کی محبت اس طرح ہرگز کر دیتا ہے جس سے وہ فائدہ کبھی نہ لے  
 میں نہیں آتا جو کہ نیک آدمی کی محبت سے جا مل ہوتا ہے نیک آدمی کو نیکی کرتے دیکھ کر اور نیک باتیں  
 کہتے سن کر خود نیکی کو دل چاہتا ہے اور نیکی پسندی ہے رسول خدا صلعم اور اصحاب کرام نے دکھا دیا کہ  
 کیونکر اس دنیا میں زندگی بسر کرنی چاہئے +

ایک اور صاحب کا ذکر ہم نے سنا ہے کہ جنہوں نے حج کا اس طرح ہر قصد کیا تھا کہ ہر قدم پر درگت  
 ناز چستے جلتے تھے گر یہ ان سے پورا نہ ہوا اور اگر ہوتا بھی شاید معرفت حکم انزال اعمال بالنیات لائق کو  
 ہوتا ورنہ ایسے جو گیوں کی طرح حج کو جانا گناہ درست ہے اگر حج کر لیا تو اب بقدر ان نکالیات کے جو کہ قصد  
 انسان اپنے پر ڈالے ہو گا تو ہندو جو گیوں کی طرح زمین پر لوٹ کر حج کو جانے سے شاید سب زیادہ ٹوبہ ہو  
 گو اسلام میں ایسی لغو نواح کی تکلیف اٹھانی درست نہیں لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا +

بعض ہمارے ہم مذہب مسلمان بھائی بلاشبہ نیک نیتی سے تعصب کر اٹھا اور جاہل سب نے کر پھر نگاری  
 سمجھتے ہیں حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ اگر ہم سچے اور سچے مسلمان ہیں تو شاید ہماری صحبت سے کافر مسلمان  
 ہو جاوے کافر کی زبان یا علوم تحصیل کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں حالانکہ اگر ہم اصل دیندار اور پختہ ایمان دار  
 ہیں تو فی الغین اسلام کے علم کو سیکھ کر ان کے ساتھ مناظرہ کرنے کے خوب قایل ہوں گے اور اسلام  
 بے کمزور ہونے کے آثار مستحکم ہو گا +

انگریزی علوم تحصیل کرنے کو ہمارے متعصب بھائی مسلمان گناہ سمجھتے ہیں حالانکہ خلفائے بغداد کے  
 زمانہ میں جس قدر علم عربی میں آیا وہ سب زبان گریک یعنی یونانی سے ترجمہ کیا گیا اور اس زمانہ کے اکثر علماء  
 گریک کو جو کہ کفار کی زبان تھی بدرجہ تکمیل تحصیل کرتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو جس قدر طب کہ ہمارے ہاں  
 موجود ہے کچھ نہ ہوتی اور فلسفہ اور منطق کا تو نام بھی نہ ہوتا +

الغرض جو فریاد کہ اپنے مخالف کے پیروں کے معلوم کرنے سے ہوتے ہیں وہ سب تعصب جاتے  
 رہتے ہیں اور ہم خود جاہل مرکب میں پڑے رہتے ہیں +

لیکن یہ جاہل تعصب فی زمانہ خاص ہمارے ادبار کو کمزوری کے سبب ہم مسلمانوں میں آگیا ورنہ زمانہ  
 قدیم میں کفار کی زبان تحصیل کرنا کچھ بُرا نہ سمجھا جاتا تھا حضرت شیخ سعدی رحمہم اللہ نے زبان لیشن نہایت  
 محنت سے تحصیل فرمائی تھی اور وہ لوگ جنہوں نے کہ تعصبات اور سطوہ اطالوں اور سقراط کا ترجمہ  
 عربی میں کیا وہ گریک سے خوب ہی واقف ہوں گے +

ہم اس مختصر مضمون کے لکھنے سے ذوق ان صاحبوں کو جن کو اٹھا کا دعویٰ ہے نا مان کر نا منظور ہے

امدیہ ہے کہ ہم اپنے تئیں صبح بننے کے لائق سمجھتے ہیں بلکہ چند اپنے خیالات اُن صاحبوں کے لئے صبح کرتے ہیں جو کہ جاہل ہیں اور متعصب ہونے کو تقویٰ سمجھتے اور اُن کو جو کہ عین اہل اسلام کی ترقی اور بھلائی کے خدائیں ہیں مخالفین اسلام میں شمار کرتے ہیں +

## دوستی کا برتاؤ

تذیب الافاق کے نمبر اول جلد دوم میں ہم ایک مضمون دوستی پر لکھ چکے ہیں اُس میں ہم نے صوفی اصول اور فائدہ دوستی پر بحث کی تھی اس مضمون میں دوستی کے برتاؤ کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کرنے منظور ہیں +

سب اس بات کو طے کرتے ہیں کہ دوستی انسان کی راحت کو دو چند اور مصیبت کو نصف کر دیتی ہے یعنی ہماری خوشی میں دوست بھی ہمارے ساتھ خوش ہو کر اُس خوشی کو دو چند کر دیتا ہے اور غمی میں دوست کی ہمدردی سے سوچ کا دھابوچھ ہم پر سے مٹ جاتا ہے اگرچہ یہ قول بالکل سچائی پر مبنی ہے مگر اس سے پیغمبر نہیں نکلتا کہ بہت سے دوست رکھنے بہتر ہیں۔ عقلاء و متقدمین میں سے ایک کا قول ہے کہ بہت سے ہوا خواہ بنا کر دوست بہت کم سبکے ساتھ امن سے رہ کر ہزار میں سے ایک کو اپنا صلاح کار بنا لے یعنی دوستی کم آدمیوں سے کراد کر کسی کو دشمن بنائے کہ دوستی کا بنا ہنا مشکل ہے دوستوں کی تعداد کے ساتھ ہماری شکل بڑھتی جاتی ہے اور دشمن سے اپنے تئیں محفوظ رکھنے میں ہمیشہ دقت ہوتی ہے بڑے ہونے دوست سے زیادہ کوئی خطرناک دشمن نہیں وہ ہمارے محبوب اور پیچیدوں سے واقف ہوتا ہے اور ہمارا ایسی ضرورتیں پہنچا سکتا ہے جو کہ ناواقف دشمن کے اختیار میں نہیں ہو سکتیں +

سب آسان دوستی وہ ہے جس کا ہم نے اپنے مضمون سابق میں آؤں کر لیا تھا یعنی وہ جو کہ بغیر آپس کی شناسائی کے ہوتی ہے ایسی محبت میں ہمیشہ ہم کو اختیار رہتا ہے کہ کس قدر دوستی رکھیں اور اُس کے بالکل موقوف کرنے میں کچھ اندیشہ نہیں ہوتا کیونکہ اُس حالت میں کوئی اپنا دشمن نہیں بننا کرے دوستی اپنے قسم کی دوستیوں میں شمار ہوتی ہے اور جو کہ جس قدر دوستی کی مقدار قلیل ہوتی ہے اُسی قدر اُس سے خط اور کاغذ بھی کم چل جاتے ہیں پس صرف اسی دوستی پر قناعت کرنی چاہئے +

البتہ دوسری قسم کی دوستی جس کا اب ہم ذکر کرتے ہیں سب زیادہ کارآمد ہے اور عام برتاؤ میں آتی ہے یعنی وہ محبت الفت جو کہ بسبب سبط و التباط کے پیدا ہوتی ہے اور جس سے صحبت کی خوشی اور صلاح کی حسی تر توجہ سبک مقدم شرط اس دوستی کی یہ ہے کہ وہ نفسی شخص اپنے مرتبہ و دنیاوی کو بالکل بھول جائیں

لوگ ایک دوسرے سے حلقہ امتزاج میں بد بھال ہو کر اپنی حالت دوستی میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں  
اس شرط کے ثابت قری اور صداقت لینٹ ہے یعنی کون غلابی اور بد باطنی دونوں میں ہو ایسے دشمنوں  
میں کال دوستی نہیں ہوتی حرمیں سے ایک اپنے نہیں دوسرے سے لفظ سمجھے یا جو کہ ثابت قلم صاف  
باطن نہ ہو لیکن بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو دوستی میں اپنے رتبہ کو خیل میں رکھیں اور یہی مقدم بحث  
ہے کہ مختلف صوبے کے آدمیوں میں دوستی کا ہونا شافد نام ہے +

ہم یہ پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ سچے دوست کا ذکر نہ بھولنا چاہئے جو کہ دوستی کے ایک بڑے خط کو  
غلاب کر دیتا ہے ہماری مراد اس بیودہ مشغلے سے ہے جس کو دل لگی یا ہنسی یا مزاح کہتے ہیں ہم ہنسی یا مزاح  
کے فی نفسہ دشمن نہیں بلکہ ضرور ہے کہ جب دوست بالکل گھل ل جاویں تو آپس میں اپنی خوشی کے لئے کچھ  
ہنسی کی باتیں کریں مگر ہم اس طرز ہنسی کے بغلاف ہیں جس سے کلمت میں فرق آتا ہے یہ وہ طریقہ  
مزاح کا ہے جس سے دوست بجائے خوش کرنے کے رنج دیتا ہے یعنی اپنے دوست کی کسی عج بات سے  
ہنسی کرنی مثلاً ہمارے دوست میں ایک عجیب ظاہری ہے۔ اب ہنسی میں اس عجیب کی طرف کسی قسم کا کھٹا  
گو یا اسکے بڑے ہونے کو جتا ہے اور یہ بالکل نامناسب ہے کیونکہ وہ ہنسی ہنسی نہیں جو کہ سچ ہو بلکہ ایک نوع  
کی گالی ہے اور اپنے دوست کی ہجو اور امانت کر کے اس کو رنج دینا ہوتا ہے +

علاوہ اس طرز ہنسی کے آجکل ایک افسانہ دوستی کا یعنی آپس میں گام گدج کا ہونا کمال محبت سمجھی  
جاتی ہے اس جگہ اس کی مذمت کرنی ہم ضرور نہیں سمجھتے کیونکہ ایسی بحث زیادہ تر اس موقع چسپاں  
ہو گی جہاں کہ شریف شخص کی تہذیب کا ذکر ہو +

ایسے بھی لوگ ہیں جو کہ نہایت مختصر عرصہ میں بڑی دوستی کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں اور گول میں محبت  
نام کو بھی نہ ہو کر ہمارے ساتھ ہر قسم کی ہنسی کا اپنے تئیں بجا سمجھتے ہیں۔ اکثر ایسے ہی لوگ رنج دل میں ڈالنے  
والی ہنسی کے بہت شوقین ہوتے اور خود بیودہ خوشی حاصل کرتے ہیں مگر اس سے بھی بدتر ایک اذکیبی  
عادت ہے کہ ہنسی کے پردہ میں کسی کو طعنہ دینا یا ایسی بات اشارہ کرنا کہ جس سے حقیقت میں ان کو کوئی منظور  
تھی مگر اپنی بد باطنی کے سبب صاف نہ کہہ سکتے تھے یہ بات دوا غور سے سمجھ میں آویگی اگرچہ ہر شخص کو  
اپنی زندگی میں ایسے لوگوں سے پہلا پڑتا ہے +

اصل ہنسی وہ ہے جو کہ ایسی بات کی نسبت ہو جو کہ چاہے دوست کا عیب نہیں یا جسکے ذکر سے  
اُس کو رنج نہ ہو۔ ایک قسم کی بات گڑھنے سے اگر چاہے دوست کو کچھ منجھلا دے تو اسے قہر و غصہ پہنچ

مخزن نہیں جتنا اور اُس سے کچھ ہرج ہو کہ تھوڑے عرصہ کے بعد سب کُاُس سے خوشی ہوتی ہے وہ  
 اُس دست کو کہ جس کی ہنسی کی گئی تھی اس وقت آتا ہے ہم کو یہ بھی بیان کرنا ضرور ہے کہ ہنسی میں کئی جھوٹ  
 بات بیان کرنی جائز نہیں سوائے اُنکے جس کی غلطی صریح ہو۔ ایسا جھوٹ جھوٹ نہیں کیونکہ وہ اپنے  
 جھوٹ ہونے کو خود صاف دکھا لے اور اُس سے کسی قسم کا ہرج نہیں ہوتا ۛ

ایک اُردب بات پر غور کرنا چاہئے۔ یہ مقولہ سب دستوں میں مشہور ہے کہ دست کا مال اپنا ہی ہوتا ہے  
 یہ نہایت اعلیٰ اور عمدہ قول ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ اس کا بھی بڑا دُری طبع پر ہوتا ہے اکثر یہ  
 معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص اس وجہ سے کوئی اچھی شے نہیں رکھتا کہ اُسکے ملاقاتی اُسکے پاس نہ شے  
 نہیں رہنے دیتے دوست اچھی شے نہیں چھوڑتے یہ اکثر اُنہی میں آتا ہے۔ کوئی شے اس نے یا دُشمن  
 اور اعلیٰ نہیں کر محبت میں اپنے اور اپنے دست کے مال کو ایک سمجھے اور اپنی سب چیزیں دے کر گویا اُسکے  
 لئے سمجھے مگر اس سے یا وہ کوئی خفیہ بات نہیں کہ باوجودیکہ ہکو معلوم ہے کہ ہاں یہ دست کو ایک  
 شے نہایت پسند ہے اور اس لئے اُس کو عزیز رکھتا ہے پھر بھی ہم اُس سے اُس شے کی درخواست  
 کریں خود کہنے کی بات ہے کہ اس کا اصول کس قدر غلط ہے اگر ہم اپنے دوست کی ایسی شے کو پسند  
 کریں جس سے اُس کو کسی قسم کی آسائش یا خوشی ہو تو کس قدر محبت کے خلاف ہے کہ اُس سے وہ لیکر دست  
 کی خوشی یا آسائش میں خلل انداز ہوں اگر وہ شے ہماری اُنت میں سے ہے تو ہم کو چاہئے کہ نہ خواہش  
 کریں کہ ہم سے پہلے ہمارا دوست اچھی شے رکھے اور خوشی اور آسائش حاصل کرے نہ کہ اُس سے وہ  
 لیکر محبت کے بنیاد پر بات کریں۔ باوجودیکہ ہماری اُنت میں اپنا اور دوست کا مال ایک ہے لیکن  
 تاہم اُس سے وہ چیزیں اپنی چاہئیں جو کہ ہماری ہی دانت میں عمدہ ہیں مگر اُس کو کچھ چنداں عزیز نہیں  
 یا اُس حالت میں اُن کی درخواست کی جائے جبکہ ہم کو کچھ نہ ہو کہ اُس خاص شے کے لینے سے ہم کو  
 اپنے دوست کی آسائش سے (جو کہ اُس خاص چیز سے اُس کو ہوتی ہے) بڑھا بڑھکر ہوگی اکثر اس  
 طرح بھی محبت میں فرق آتے دیکھ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دوست سے ایک شے کی درخواست کی  
 اور اُس نے انکار کیا تو ظاہر ہے کہ محبت میں فرق پڑا ہے دوستی کا ایسی حالت میں مقتضی ہے کہ اگر درخواست  
 کو یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں شے دوست کو نہایت عزیز ہے اور اس بنا واقعیت کی حالت میں درخواست کسے  
 تو معلوم ہوتی ہے اپنی درخواست کو واپس کرے اور اُس شے کے لینے پر راضی ہو۔ اس بات کو غور سے  
 سمجھ لینا چاہئے کہ کسی شے کا جو کہ ہمارے دوست کو عزیز ہے مگر اُنہی قدر محبت کے خلاف ہے جس قدر  
 کہ اُس دست کا اُس شے کو درخواست کے بعد نہ دینا۔ اگر کوئی وجہ خاص ایسی درخواست یا انکار کی ہو

تو سچے دوستوں کو لازم ہے کہ صاف بیان کر دیں اور نہ یہ کہ محبت میں خلل آنے دیں +  
 کیا اچھا قول ہے کہ دوست حقیقی ایک بہت مضبوط پناہ ہے جس نے ایسا دوست پایا گو یا ایک  
 بڑا خزانہ پایا سچا دوست زندگی کے ام و من کی دوا ہے اور جو لوگ دل سے نیک ہیں اپنی نیکی کے صلہ میں ایسا  
 دوست پاویں گے۔ جبکہ خالص دوست اور غرور و مال کے لالچ اس بقول کا اخیر حصہ ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ  
 اپنی طبیعت کی نیکی اور دل کی صفائی کے بغیر ہم کو سچا اور وفادار دوست نہیں ملتا۔

دل را بدل ہے ست دریں گنبد سپہر

وہ شخص جو کہ خود صاف اور نیک ہے ضرور کبھی نہ کبھی اپنا دوست پاویگا اور اگر اپنی صفائی کے سبب اس کو  
 کبھی بہ لوگوں سے مضرت پہنچے مگر بلاشبہ سچے دوست کے منہ سے محروم نہ رہیگا مگر یہ باطن کو بھی اچھا  
 دوست نصیب نہیں ہوتا اگر اسی کی سی خاصیت کا شخص ملا تو وہ اس کی نسبت اتنا ہی شبہ کریگا جتنا کہ  
 یہ اس کی نسبت اور کبھی کھٹکر دوستی نہیں ہونیکل۔ اگر یہ باطن شخص کسی صاف باطن سے ملے تو اس کو  
 اس کی نسبت بھی طبیعتی کے سبب شبہ نہ رہیگا اس بات کی خبریں ہیگا کہ اس کے عبید معلوم کر لیں انہی  
 میں مبتلا ہو کر چھپ چھپ کر باتیں سنیگا اور اگر اتفاقاً کوئی ایسی بات سن پائی جو اس کی دانست میں اس کے  
 برخلاف ہوئی تو اس کو اپنی قیمت تصور کر کے اپنے دل میں اپنے نہیں مبارک ہوگا کہ کس ہوشیاری  
 سے عبید معلوم کیا گو وہ بات جو کہ اس نے چھپ کر سنی اور اس طرح پر بات سننے اور چوری میں کچھ فرق  
 نہیں ایسی ہو کہ اس صاف باطن شخص کو اس کے روبرو کہنے میں بھی کچھ تامل نہ ہوتا ایسے شخص کو کبھی  
 سچے دوست کی سی قیمت نصیب نہیں ہوتی تعجب نہیں کہ نفوس عرصہ تک صاف باطن اس بد باطن  
 شخص کو اچھی اور صادق دوست سمجھے مگر نہایت جلد اس کے حرکات سے اس کی خاصیت سے کھل جاتی  
 ہے اور صاف آدمی اپنی اس ملاقاتی سے متنفر ہو جاتا ہے +

بقنا دوست ہر انا ہوتا جاتا ہے اتنی ہی قدر بڑھتی جاتی ہے اور گو اکثر ہم کو نئے دوست کی وفا پر  
 اتنا ہی بھروسہ ہو جاتا ہے جتنا کہ پرانے دوست پر مگر تاہم پرانے دوست کی ساتھ زیادہ تجربہ زندگی کا ہوتا  
 ہے اور اسی وجہ سے کہ وہ قدیم ہے اس کی قدر زیادہ ہوتی ہے مگر کھری دوستی بچے اندیشہ کی شے اور  
 اس کے برقرار رکھنے کے لئے ہم کو بڑی احتیاط لازم ہے ایک نئے دوستی ٹوٹنے کے بعد گو عقلمند لو  
 عالی ہمت شخص اس شخص کا جو کہ اس کا دوست تھا مقصور معاف کر دیگا مگر پھر دوستی کا ہونا مشکل ہے اور  
 میری دانست میں اس شخص سے جو کہ ہمارے ساتھ دوستی کا دعویٰ کر کے ہمارے ضرر کی بات اٹھتے  
 کرے دوستی پھر نہ کرنی چاہئے گو اس کا تصور بالکل دل سے معاف کرنے کا اصل حکم ہے۔ اگر یہ معلوم ہو

کہہ حرکت جس سے ہم نے ناراض ہو کر ملاقات ترک کی تھی حقیقت میں دشمنی کی نہ تھی تو پھر محبت کے جاری کرنے میں کچھ ہرج نہیں اور ایسی بات کہ اگر کوئی شخص معاف نہ کرے تو وہ بہت بے رحم اور بے مروت سمجھا جانا چاہئے +

ایک عقلمند کا مقولہ مشہور ہے کہ ”اپنے دشمنوں سے دور رہو اور دوستوں سے ہوشیار ہو گویا قول ایک دانشمند کا ہے مگر ہم اس کے اخیر حصہ سے اتفاق نہیں۔ دو دوستی کیا جس میں کہ دوست پر کچھ بھروسہ نہ کیا جائے اور وہ محبت کیا کہ جس میں اپنے دوست کی وفا پر شبہ رہے۔ شاید یہ قول دنیا کے کاروبار میں نہایت ٹھیک ہو مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے خیالات دوستی کے قطعاً برخلاف ہے۔ اس مقولہ سے گویا یہ سمجھا تا ہے کہ دوست کو بھیدوں سے مطلع نہ کرے گویا ایسی حالت میں سب بڑا فائدہ دوستی کا جانا ہوتا ہے۔ وہ شخص نہایت نادان بلکہ غافل ہے جو کہ اپنے دوست کے بھیدوں سے ”سروں کو مطلع کرتا پھرے ہکو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں اپنا راز دار بنا دیں مگر یہ بیشک امانت کے برخلاف ہے کہ اپنے دوست کے بھیدوں کو غیروں پر کھول دیں الغرض اپنے دوست کی بڑی خاطر داری لازم ہے اور کوئی بات اس کو رنج دینے والی نہ کرنی چاہئے۔“

دل ہی تو بہنے سنگ و خشت درد سے بھرنے لگے کیوں  
بڑے دوست کی ذرا سی محبت کے برخلاف باتیں بڑا رنج ہوتا ہے اور ایک دفعہ ایسی دل شکنی کے بعد دوستی کا جاری ہونا دشوار ہے۔ کیونکہ۔۔۔

دل را شکستہ نہ کہ گو ہر شکستہ

ہم نے اپنے مضمون سابق میں (جس کا یہ مضمون گویا تتمہ ہے) اُن فوائد کا ذکر کیا تھا جو کہ ہمارے دوست سے ہم کو ہوتے ہیں یہ سب فائزے اکثر دوستوں کے اپنے بنیہ کچھ تکلیف اُٹھائے یا کچھ دولت خرچ کئے نہیں ہوتے اور اس لئے اُن کے سبب ہم پر اُس کا بڑا احسان ہوتا ہے ایسا احسان کے معاملہ میں صرف اُس سے محبت زیادہ کرنی چاہئے اور مقولہ مشہور ”حساب دوستاں دو دان“ نہایت غلطی پر مٹی ہے مگر اس مقولہ کے معنی یہ سمجھ جائیں کہ جب کوئی دوست ہمارے لئے اپنی کچھ دولت خرچ کرے یا کسی اور طرح ہم کو فائدہ پہنچائے تو اس کے احسان کو ہم اپنے دل میں سکھیں اور موقع پر اُس کو اتاریں ہم اس کے بیان کرنے سے باز نہ رہیں گے کہ یہ معنی اس مقولہ کے ہماری رائے میں محض غلط ہیں جس وقت کہ ہم اس اصل کو قبول کریں تو ظاہر ہے کہ اپنے دوست کا احسان لینا گویا قرض لینا ہے اور ضرور ہے کہ ایسا احسان کا بوجھ قرض ناگوار ہوتا ہے کہ بوجھ اُٹھانے میں ہو سکتی قرض کو تو بوقت مفاد و تار بھی سکتے ہیں مگر ایسا احسان سے تو



ہاں چھٹائی شکل ہوتی ہے اس لئے بے اس کے کہ ضرورت کے وقت اپنے دوست کی سچی کوشش کر  
 کام میں ملاویں ایک خواہش اس کے برخلاف پیدا ہو جاتی ہے فی الحقیقت دوستی شل ہانا میں سوا غریب  
 کے ہو جاتی ہے احسان لیا اور آتا دیا جیسے سوا لیا اور ادا کئے دوست کی دوستی سے کیا فائدہ  
 اُس کے احسان کو ہم اپنے پر بار یا فرض سمجھیں ہاں یہ محبت کا متعلق ہے کہ جہاں تک ہم سے ہو سکے اپنے  
 دوست کی بیوقوفی کے لئے کوشش کریں مگر اس سچی کو اس نیت سے کہ اگر اُس کا احسان ہم پر سے  
 مل جاوے یا ملنی میں داخل ہے۔ احسان ہم پر سے کبھی مل نہیں سکتا کیونکہ احسان کنندہ کو احسان  
 کرتے وقت کچھ مدد نہ لینے کی توقع نہیں ہوتی وہ صرف ازراہ محبت ایک کام ہمارے فائدہ کا کرتا ہے  
 اس سے ہم اُسے ممنون ہوتے ہیں ایسا احسان صرف اس وجہ سے کہ اول کیا گیا ہے بعد کے ہزار  
 احسانوں سے بھی نہیں اُترتا بعض لوگ اس نیت سے احسان کسی پر کرتے ہیں کہ وہ شخص ہمیشہ اُن کا دلوں  
 سے ایسی حالت میں گواہی شغف کو ہمیشہ احساندہ رہنا زیبا ہے مگر اُس احسان کی خود قدر گھٹ جاتی ہے  
 ایسے ہی احسان کرنے والے بعد کو احسان جتنا یا کرتے ہیں اور موقع میں احسان کر کے بھول جانا اس کا  
 محبت کے اور کسی قسم کی عرض کی امید نہ رکھنا بہت غالی ہمت اور شریف لوگوں کا کام ہے +

گو اوپر کے فقرہ میں دوست کے احسان اُتارنے کی خواہش کو ہم پر لکھ آئے ہیں مگر ہم اُس بد باطنی  
 کی بھی مذمت کرتے ہیں جو کہ خواہش مذکورہ بالا کی ضد ہے یعنی اس بات کی خواہش رکھنا کہ احسان  
 پر ہم احسان کہ چکے ہیں اُس کا احسان نہ لینا چاہئے تاکہ ہمارا احسان اُس پر سے اُتر نہ جائے جس شخص  
 میں ایسی خواہش ہوتی ہے وہ کبھی سچا دوست نہیں ہوتا اور اُس کا احسان نہایت ناگوار گذرتا ہے کیا  
 اُس نے ہم کو بے بس یا بے مقدور سمجھ کر احسان کیا تھا یا یہ کہ ہم کو فقیر و ذلیل اور اپنے تئیں امیر و کبیر اور ہم سے  
 مرتبہ میں اعلیٰ سمجھتا ہے کہ ہم جو اُس کی خدمت محبت سے کرنی چاہتے ہیں اُس کے قبول کئے نہیں اُس کا  
 ہے ہاں اگر دوست کو تکلیف دینے میں ہم کو تامل ہو تو یہ عین محبت ہے کہ اس غرض سے اُس سے کسی بات  
 کی درخواست نہ کرنی یا اس کی دولت کے نہایت قلیل حصہ کو بھی اپنے لئے صرف نہ ہونے یا کہ ہم اُس کا  
 احسان ہونے پائے یا یہ کہ ہمارا احسان اُس پر سے اُتر جائے بد باطنی اور نفاق میں داخل ہے +

ایک اور بات کا ہم غور ذکر کرتے ہیں۔ زندگی کے تجربہ سے اکثر معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی دوستوں  
 میں لین دین شروع ہوا دوستی میں غالباً خلل واقع ہوتا ہے اس لئے ہماری ہمت میں سست کو ہمیشہ قرض  
 حسنہ دے کہ اگر بالقرض وہ ادا نہ کر سکے تو محبت شکنی نہ ہو یہ ستر ہے کہ اگر دوست قرض لئے تو صاف  
 بیان کر دے کہ مقدار قرض سے زیادہ وہ دے نہیں سکتا اور اگر ایسے انکار سے کوئی دوست تامل

ہو تو اُس کا قصہ ہے •

ہم نے ایک شخص کے منہ سے یہ قول سنا ہے کہ ”دوست دیا مانا“ گوارے کے بغیر یہ نہیں کہ اُس کے اصرار سے یا وقت ضرورت مدد کی درخواست کرنے سے عار رکھے بلکہ یہ معنی ہیں کہ با ضرورت مرث اپنے دوست کی وفا آزمائی گئے واسطے اُس سے کوئی درخواست نہ کرنی چاہئے کیونکہ آزمانا صوف شبہ کی حالت میں ہوتا ہے اور وہ دوست صادق نہیں جو اپنے دوست کی وفا پر شبہ کرے زمانہ خود ہر شخص کی غایت کو کھول دیتا ہے پھر ہم کیوں اپنے دوست کی نسبت بدگمانی کریں جب تک ممکن ہو اُس کو اپنا دوست سمجھیں اور اگر اخیر گو وہ بد باطن نکلے تو صرف خاموش اور علیحدہ ہو جاویں مگر ازل ہی آدمی کے چہانے میں ہم کو احتیاط چاہئے تاکہ آخر کو ندامت نہ ہو •

چرا کہ سہ کنہ عاقل کہ باز آید پشیمانی

## یونیورسٹی کیمبرج

کیمبرج ایک قدیم چھوٹا سا قصبہ قریب ساٹھ میل کے لندن سے واقع ہے جہاں سو برس سے یہ گدی ہے کہ ایک امیر بادری نے ایک مدرسہ قائم کیا اور اپنی جائداد اُس کو دیدی جس کی آمدنی سے خرچ چلتا تھا اور اُس آمدنی سے معلموں کی تنخواہ اور غریب طلباء کو وظیفے ملتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس مدرسہ کی جائداد کی قیمت بڑھتی گئی اور امیر لوگ بھی اپنی لودہ کو تعلیم کے لئے بھیجنے لگے۔ پھر اور مدرسے بھی قائم ہوئے اور اب وہاں سولہ کالج ہیں جن سے قریب تین ہزار آدمی کے تعلق رکھتے ہیں مدرسہ کی بنیاد اس طرح پر پڑی ہے کہ کسی شخص نے اپنی جائداد ایک مدرسہ کی بنیاد کے لئے دی۔ اُس کی آمدنی سے ایک مکان بنا جس میں کہ طالب علموں اور معلموں وغیرہ کے رہنے کی جگہ ہمار پھر اُس آمدنی میں سے اُس مدرسہ کا خرچ چلتا ہے اُس ہی آمدنی میں سے سالانہ نعام اور طلباء کے وظیفے دیئے جاتے ہیں اور مدرسہ کے انتظام کی صورت یہ ہے کہ ایک عمدہ دار جس کو کالج کا کاسٹر کہتے ہیں تنخواہ پاتا ہے اس عمدہ دار کا کام پڑھانا نہیں ہے بلکہ مدرسہ کے انتظام کا اور اُس کی جائداد وغیرہ کی آمدنی کا نگران حال رہتا ہے اس عمدہ دار کو قریب ہزار روپیہ ہفتہ وار کے اور ایک عمدہ مکان جو کہ کالج سے متعلق ہوتا ہے بلکہ ایہ رہنے کو دیتا ہے شیخ جسے تمام دار ہے اور اپنے مرنے تک اُس عمدہ دار کا مدرسہ رہتا ہے •

پھر کالج کے فید ہوتے ہیں وہ لوگ ہیں جو کہ امتحان میں نہایت عمدہ ہوتے ہیں اور شہر میں قریب تین ہزار روپیہ سال کے وظیفہ پاتا ہے۔ ان لوگوں کو رہنے کے لئے کالج میں مکانات ملتے ہیں اور اگر چاہیں تو

پڑھاویں ورنہ بلا کسی خاص کام کے ان کو سلائے خواہ ملے جاتی ہے مگر جب شادی کو تیس توہنہ پڑتی ہے اور وہ فیلو نہیں ہوتے۔ یہ لوگ ہمیشہ نہایت اہم ہوتے ہیں اور ان کو بلا کسی خاص کام کے خواہ دینے سے یہ فرض ہے کہ وہ علم کی ترقی کریں اور عمدہ کتابیں عام فائدہ کے لئے لکھیں۔ محاصل سبب یہ ہے کہ ان کو غلط اس لئے دی جاتی ہے کہ ہنگامہ جو ان شخص فیلو ہونے کے لئے کوشش کریں اور علم تحصیل کریں مثلاً جو تہنہ کہ فلو شپ حاصل کرنے کے لئے ہے وہ نہایت مشکل ہے بلکہ شاید دنیا میں اس سے زیادہ مشکل امتحان علوم میں نہیں ہے ہر سال کے شروع میں دروسوں میں طلب علم داخل ہوتے ہیں اور تین برس کے بعد ڈگری حاصل کرتے ہیں۔ ڈگری کے امتحان میں جو طالب علم کچھ علم رکھ رہے ہیں ان کو فیلو بنایا جاتا ہے مگر ابھی تک فیلو شپ دینی عمدہ فیلو صرف ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو کہ زبان لٹین اور گریک میں یا علوم ہند سادہ ریاضی میں عمدہ امتحان دیں۔ اس بات کی بحث ہے کہ اور علوم میں اچھا امتحان دینے والوں کو بھی ملے اور یقین ہے کہ چند سال میں اور علوم کی تحصیل کرنی والوں کو بھی فیلو بنایا جاوے گا۔

ہر کالج میں مختلف تعداد فیلو کی ہے۔ مگر اوسطاً قریب پندرہ فیلوئی مدرسہ میں ہیں۔ ان سب کا کام فکر و دبست کالج کا کرنا ہے۔ ان کی ایک کونسل ہوتی ہے جس کا پریسیڈنٹ کالج کا ماسٹر ہوتا ہے اور ہر اہم کا نصفیہ کثرت لئے پر منحصر رہتا ہے۔

فیلو مدرسہ کی مختلف جماعتوں کو پڑھاتے ہیں مگلاس کی تنخواہ ان کو الگ ملتی ہے۔ جو نیلو کو طالب علم کو درس دیتے ہیں وہ اکثر سب سے زیادہ عالم ہوتے ہیں اور ان کو ٹیوشن دینی مٹا دیتے ہیں۔ جب کہ کالج کا ماسٹر قریب ہزار فیلوئیں سے ایک شخص آپس کی سہ سے چنا جاتا ہے اور وہ ماسٹر بنادیا جاتا ہے اور اپنے مرتے دم تک اس عمدہ پر رہتا ہے فرنگہ ہر اہم متعلق مدرسہ فیلوئیں کی رائے سے قرار پاتا ہے۔

جب کوئی فیلو شادی کرتا ہے تو اس کو اپنی فیلو شپ چھوڑنی پڑتی ہے اور اس کی جگہ پھر اور کوئی شخص جس نے نہ نہایت اعلیٰ امتحان دیا ہو فیلوئیں کی سہ سے مقرر ہو جاتا ہے۔ ہر سال قریب ایک یا دو فیلو سب کے خالی ہوتے ہیں اور ان کی جگہ جو طالب علم کہ اس سال میں عمدہ امتحان دیتے ہیں مقرر ہو جاتے ہیں۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص علم دوست و یا تین ہزار روپیہ کالج کو اس شخص سے دیتا ہے کہ اس کی سلائے آسانی سے اس طالب علم کو جو کہ مضمون خاص میں سب سے عمدہ امتحان دے انعام ملے اکثر انعام کتابوں کا ہوتا ہے ایسے انعام کا نام اکثر اس سے مقرر کرنیوالے کے نام پر رکھا جاتا ہے۔

ہر کالج کے ساتھ ایک کتب خانہ متعلق ہے جس میں سے طالب علم کتابیں مستعار لاسکتے ہیں اس کتب خانہ

کا ایک اضعف ہوتا ہے جو کالج سے تھوڑا ہوتا ہے +

ہر کالج میں ایک مال بینی ڈاکٹر ہوتا ہے جس میں کد شام کا کھانا سب طالب علم اور فیلو ساتھ کھاتے ہیں ساسی کمرہ میں سالانہ امتحان دیکھ رہے ہوتے ہیں +

ایک ڈاکٹر دماغی کونسل فیلو کے ہوتا ہے اور مینہ میں ایک یا دو دفعہ سب فیلو جمع ہو کر امور مدرسہ کی بحث کرتے ہیں +

ہر مدرسہ سے ایک چھوٹا سا گرجہ متعلق ہوتا ہے جس میں سب طالب علم جو کہ عیسائی مذہب رکھتے ہیں صبح اور شام عبادت کرتے ہیں۔ فیلو میں سے ایک شخص جو کہ پادری ہو عبادت کرتا ہے اور گرجہ کا انتظام رکھتا ہے +

کالج کا ایک پچھلک ہوتا ہے اور ایک دربان مقرر ہوتا ہے جو کہ وقت معمولی پر شام کو دروازہ بند کر دیتا ہے۔ اکثر قریب لونجے شام کے پچھلک بند ہو جاتا ہے بعد اس کے کالج میں کوئی شخص نہیں آ سکتا +

طالب علم کے پاس ذکر ہوتے ہیں۔ ان کمروں کا مختلف کرایہ ہے اور طالب علم موافق اپنی حیثیت کے کمرے لیتے ہیں۔ ان کمروں میں سے ایک میں ٹینک اور منہ دھوئی میز اور کپڑوں کی الماری وغیرہ ہوتی ہے اور دوسرے میں میز اور کتابوں کی الماری اور کرسیاں اور اکثر ایک کچھ ہوتی ہے یہ کمرہ پڑھنے لکھنے اور دوستوں سے ملنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس کمرے کے دروازہ کے دو کواڑ ہوتے ہیں ایک باہر کی طرف اور ایک اندر کی طرف۔ جب طالب علم اپنے کمرہ میں نہیں ہوتا تو باہر کے کواڑ کو بند کر جاتا ہے۔ یہ کہ اگر اس کو یہ منظور ہے کوئی شخص اس کے پڑھنے میں ہرج نہ ڈالے تب بھی وہ باہر کا کواڑ بند کر کے اندر تکمیل کر لے۔ یونیورسٹی کا یہ دستور ہے کہ اگر باہر کا کواڑ بند ہو تو کھٹکھٹاتے نہیں کیونکہ اگر طالب علم کچھ یاد کر رہا ہو تو اس کی تکمیل میں خلل نہ ہو صبح کا کھانا اور دوسری چائے وغیرہ طالب علم اپنے کمرہ میں کھاتے پیتے ہیں لیکن شام کا کھانا مال میں کھانا ضرور ہے یہ طریقہ بومہ باش کا ہے۔ آج میں مختصر طور پر طریقہ تعلیم بیان کرتا ہوں +

جب کوئی طالب علم کالج میں داخل ہوتا ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ کس علم کو تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ اکثر طالب علم جو کہ زبان لیٹن و گریک یا علوم ہندسہ ریاضی یا ڈاکٹری علم پڑھنا چاہتے ہیں وہ مدرسہ میں داخل ہونے سے پہلے بھی کچھ پڑھ چکے ہوتے ہیں کیونکہ زبان لیٹن و گریک اس ملک میں اسی طرح پڑھ رہے ہیں پڑھائی جاتی ہے جیسے کہ ہمارے مال فارسی اور عربی پڑھائی جاتی ہے غرض کہ ہر طالب علم یہاں

ملحقہ دستور ہے کہ جب کوئی شخص کمرہ میں آتا ہوتا ہے تو پہلے ہاتھ سے کواڑ پر کھٹکھٹ کرتا ہے +

بیان کرتا ہے کہ میں ظالم تعلیم کرنا چاہتا ہوں اس کو پھر کوئی پسند کے موافق کرے بھلتے ہیں اور  
 لگن ہیں وہ خود اسباب غریہ کر لکھ لیتا ہے۔ کالج میں ہر صبح کو نفل اس کو گرہ لگاتا ہوتا ہے۔ پھر صبح  
 کے کھانے کے کالج میں تعلیم کے غصے کروں میں درس ہوتا ہے۔ دو سبقت رخصت ہوتے ہیں اور ان کے  
 یاد کرنے میں دن اور شام صرف ہوتی ہے +

لیکن اول ہر طالب علم کو خواہ کوئی علم وہ اختیار کرے ایک امتحان تیار ہے جس میں کہ اس کو اول کا تیار  
 ہونا شرط ہے۔ اس امتحان کے مضامین کچھ بہت مشکل نہیں ہیں گویا عام ہیں کہ ہر تعلیم یافتہ شخص کو  
 ان سے واقفیت ہونی چاہئے۔ مضامین یہ ہیں :-

- ۱۔ زبان لیٹن جس میں ایک کتاب جو کہ مقرر کر دی جاتی ہے +
- ۲۔ زبان گریک اس میں بھی ایک کتاب پہلے سے مقرر کی جاتی ہے +
- ۳۔ قواعد زبان لیٹن و گریک +
- ۴۔ اناجیل اربعی میں سے ایک انجیل اپنی اصلی زبان گریک میں +
- ۵۔ ایک کتاب جس میں کہ عیسائی مذہب کے دلائل بیان ہیں +
- ۶۔ حساب جبر و مقابلہ تحریر اقلیدس وغیرہ مضامین مذکورہ بالا کچھ چند اشکال نہیں ہیں اور ان میں امتحان  
 بآسانی ہو جاتا ہے مگر بعد اس امتحان کے مضامین مذکورہ بالا ذیل میں سے طالب علم ایک علم تحصیل کرتا ہے +

### مضمون اول

علوم میتھے ٹیکس جس میں داخل ہیں قریب ۳۶ مختلف شاخیں علوم کی مثلاً علم ہیئت گردش سیاڑوں  
 کی علم ادب ہوا۔ علم متعلق گردش زمین وغیرہ +

### مضمون دوم

زبان لیٹن و گریک متدایرخ یونان و روم کبیر اور حالات مختلف مضمونوں کے جو کہ اگلے زمانہ میں عموماً  
 عمدہ کتابیں لکھ گئے ہیں مثلاً سقراط اور ارسطو وغیرہ +

### مضمون سوم

علم مارل سائنسز جس میں شامل ہیں فلسفہ (معاصول حکومت) اور منطق اور پولیٹیکل اکاڈمی

۱۔ ہر کالج کے متعلق ایک اسباب دئے کی دوکان ہوتی ہے جہاں سے کہ اسباب غریہ کیا جاتا ہے طالب علم کو درسہ  
 چھوڑتے وقت دو تہائی قیمت اُس کے اسباب کی ہوتی ہے اور وہ اسباب بھی اُکاذا خربہ لیتا ہے +  
 ۲۔ جو لوگ کہ عیسائی نہیں ہیں مثلاً یہودی یا مسلمان ان کو گرہ لگایا جاتا نہیں پڑتا +

یعنی علم انتظام مدن وغیرہ +

### مضمون چہارم

پنچرل سائنسز یعنی علوم قدرت جس میں داخل ہیں +

علم کیمیشری یعنی کیمیا +

ایضاً مزالوجی یعنی علم معدنیات +

ایضاً بیالوجی یعنی علم جمادات +

ایضاً بائیٹی یعنی علم نباتات +

ایضاً زعالوجی یعنی علم حیوانات (معد اندرونی تشریح اُن کے جسموں کی) +

مگر ذکر کردہ بالا میں سے اکثر صرف دو باتیں ایک شخص اختیار کرنا ہے +

### مضمون پنجم

علم انبیات یعنی علم متعلق بہ مذہب عیسائی اس امتحان کو وہ لوگ دیتے ہیں جو کہ پادری ہونا چاہتے ہیں

اس میں زبان عبری اور یونانی کی شرط ہے تاکہ تورات و انجیل کو اصلی زبانوں میں پڑھ سکے سوائے عیسائیوں

کے تو کوئی اس امتحان کو نہیں دے سکتا +

### مضمون ششم

اصول قوانین اور تواریخ۔ اس مضمون میں داخل ہیں۔ پُرنے قوانین جو کہ روم کہیں عاری تھے اور جوق

قوانین اقوام یورپ میں ہیں اور وہ قانون جس سے مختلف قوموں کے تنازع فیصل ہوتے ہیں اور انفریشنل

کھلایا جاتا ہے۔ اس مضمون میں تاریخ قانون بھی داخل ہے +

### مضمون ہفتم

علوم طب تشریح وغیرہ۔ اسکی مختلف شاخیں اور مضامین میں مگر اُن کا بیان کرنا ضرور نہیں +

مذکورہ بالا سات مضامین سے طالب علم ایک پر اپنی پوری توجہ دیتا ہے اور کالج میں داخل ہونے

تقریباً تین سال کے بعد مکان سینٹ ہوس میں دینی اُس عالی شان مکان میں جہاں یونیورسٹی کے امتحان

ہوتے ہیں اور جس میں کہ ڈگری عطا کر نیکی رسم پوری کی جاتی ہے امتحان دیتا ہے اور بحالت کامیابی

ڈگری عطا ہوتی ہے اور ایک گون یعنی چھ اور ایک ٹوپی بطور سند عطا ہوتی ہے جسکے پہننے کا وہ مستحق

ہوتا ہے اور بڑے مجلسوں میں اُس کو بہتتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب یونیورسٹی کی ڈگری حامل

کی ہے بعد حصول ڈگری وہ شخص اپنی عمر بھر کیلئے یونیورسٹی کا ممبر بن جاتا ہے اور اُس کو سب حقوق حاصل ہوتے ہیں

اب مختصر حال بیان کرتا ہوں اُن مختلف باتوں کا جو طالب علم نے خود قایم کی ہیں۔ اس غرض کے  
جسوں میں پہلی یعنی گفتگو کرنا تھا۔ ایک سویشی قایم کی ہے جس میں مختلف مضامین پر بحث ہوتی ہے۔ یہ  
سویشی بالکل پارلیمنٹ کے نمونہ پر ہے اور ہر ممبر کو استحقاق گفتگو کا ہے۔ اکثر وہ لوگ کچھ پارلیمنٹ کے ممبر  
ہونے کی تشریح کرتے ہیں یا ہر شہر ہونے کو ہوتے ہیں اس سویشی میں گفتگو کی مشق کرتے ہیں ممبر گھڑ اسٹون فیبر  
اعظم مال ایک ایسی ہی سویشی میں جو کہ اکنسورڈ یونیورسٹی میں ہے اپنے زمانہ طالب علمی میں گفتگو کی مشق کیا  
کرتے تھے اور ناٹو مکالمی ہاؤس ہاں کی یونین سویشی کے زمانہ طالب علمی میں ایک نامی ممبر تھے اور پریزیڈنٹ مقرر  
ہوئے تھے۔ یہ عہدہ دہریوں کے دوٹوں سے ہوتا ہے مگر اکثر سب بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں۔

اسی طرح چربانی مشق کے لئے کلب ہیں اور طالب علم اکثر اپنی خدمت کے گفتگو میں دیکھ کر کم پر  
رجس کریمبرج واقع ہے کشتی کھیلتے ہیں +

ذکورہ بالا مختصر حال طرز تعلیم یونیورسٹی کیمبرج کا ہوا۔ اب میں چند سطریں اپنی رائے کے بیان کرنے  
میں کوشش کروں کہ ہندوستان کے مسلمان کیونکر اپنی تعلیم کر سکتے ہیں +

### تجویر

اس بات کے ثابت ہونے میں اب کچھ شک نہیں رہا کہ جو علوم کہ زبان یونانی سے اگلے زمانہ میں  
عربی میں ترجمہ کئے گئے تھے اُن میں سے اب بہت سے تو غلط ثابت ہو گئے ہیں اور باقی کی اب قیام یونانی  
اس قدر ترقی کر لی ہے اور میل کو پہنچا یا ہے کہ پرانے علوم بڑھی عورت کی سی باتیں معلوم ہوتے ہیں اس بات  
کو خیال کرنا چاہئے کہ ہمارے علم کی کتابوں میں صرف وہ باتیں ہیں جو حکما ریونان نے اپنے خیال و قیاس سے  
نکالی تھیں۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ عربی حکما اور فلاسفہ نے اُن کی بہت ترقی کی مگر وہ بھی قریب ہزار  
برس سے بند ہو گئی اور جو کتابیں کہ اب عربی درس میں ہیں وہ سب نہایت پرانی تحقیقات پر مبنی ہیں۔ مثلاً  
علم جغرافیہ چھائے ہاں نہایت غیر مکمل حالت میں ہے اور عربی کتابوں میں اُسی حالت میں ہے جو کہ تین ہزار  
برس ہوئے یونان میں تھا جب کہ امریکہ کا کچھ حال معلوم نہ تھا اور آسٹریا کا کچھ گمان بھی نہ تھا۔ یورپ کی  
ترقی اور تربیت سے تمام دنیا پر سفر کئے گئے اور جزائر وغیرہ دریافت کئے گئے جس قدر کہ متقدمین کو نہیں  
معلوم تھی اُس سے اب قریب چوگنی کے معلوم ہے مگر غیثات اللغات میں زمین کے نقشہ کو انگریزی نقشوں  
سے ماننے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم جغرافیہ میں کس قدر ترقی ہوئی ہے۔ غرض کہ سب علوم جو کہ چھائے ہاں  
موجود ہیں وہ سب نہایت پرانی حالت تک آلودہ ہیں اُس سے بے یار و مددگار قیاس کی بات یہ ہے کہ اُن علوم کو  
اسلام میں علوم دین کی نسبت کچھ بحث نہیں کرنا اور نہ اُن کو شامل کرتا ہوں +

بھی اب مسلمانوں نے تحصیل کرنا چھوڑ دیا اور وہ بدن علوم دین پر بھی زوال ہے یہ تو مسلمانوں کے علم کا حال ہے ان کی معاش کا حال اور بھی بدتر ہے اور دن ملن بدتر ہوتا جاتا ہے ایک نہایت بڑا حصہ مسلمان شرفا کا وہ ہے جو کہ اپنی جائیداد کی آمدنی پر گذر کرتے ہیں بلکہ شاید سب سے بد قسمت مسلمان صاحب جائیداد ہیں اس بات کو خیال کرنا چاہئے کہ ان میں سے کوئی بھی اپنی مولاد کی تعلیم قرار واقعی نہیں کرتا یہ بیشک اصل حال ہے۔ اب اس بات پر خیال کرنا چاہئے کہ موافق شرع شریعت مسلمان کی جائیداد بعد انتقال کے مولاد میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ تو اس سے نتیجہ صاف ہے کہ امیر سے امیر مسلمان کی مولاد و باتین پشت میں غریب ہو جاوے گی اور ملکی لوگوں کی کالی مشوہ ہے میں ایسی حالت تنزل سے یہ نتیجہ نکال ہوں کہ پچاس برس کے عرصہ میں مسلمان نہایت بے تربیت یافتہ اور ذلیل و خوار اور مفلس ہو جاوے گیے اور خدا خواستہ یہ بات بھی ممکن ہے کہ تھوٹے اور زمانہ میں ان کا ہندوستان میں وہ حال ہو جاوے گا جو کہ ذیل ترین اقوام ہندوستان کا ہے ہیں اپنی اس لئے کو اس بائیس سہارا دیتا ہوں کہ محمد تعلق کی مولاد اب دہلی کے قریب پڑنے قلعہ میں جس کا نام "تعلق آباد ہے" جتنی ہے اور ان میں سے کسی کو پڑھنا لکھنا نہیں آتا اور وہ گھاس کھو کر اپنی کوئی کاتے ہیں اور یہ بھی کہ شاہزادگان خاندان تیموریہ اب نہایت ذلیل طرز پر دہلی میں رہتی کاتے ہیں اور کسی کو کسی قسم کا علم نہیں +

جب کہ ہم اس بات کو خیال میں رکھیں کہ کوئی مسلمان خاندان موجود کسی قسم کی ترقی نہیں کرتا اور یہ بھی کوئی نیا خاندان جاگیر یا جائیداد نہیں پاتا جیسا کہ مغلیہ بادشاہوں کے وقت میں ہوتا تھا اور یہ کہ مسلمان دن میں گورنمنٹ کے محضر و عدوں پر سے کم ہوتے جاتے ہیں تو میری سچ آمیز رائے ہرگز نادرست نہیں معلوم ہوگی + اس بات کے ماننے جانے کے بعد سوال یہ ہے کہ کیا علاج ؟ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ "تعلیم" مگر اس کے ساتھ ہی ہم یہ کہتے ہیں کہ جو طرز تعلیم کہ گورنمنٹ نے اختیار کیا ہے وہ ہرگز ہماری حاجات اور ضروریات کے موافق نہیں۔ گورنمنٹ کا بھوں میں تعلیم صرف انگریزی کی اچھی ہوتی ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو بلی او فارسی کی نہایت خراب تعلیم ہوتی ہے مسلمان نوجوان گورنمنٹ کا بھوں میں اپنے مذہب کی تعلیم نہیں پاسکتے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سب علوم انگریزی میں ٹھلے جاتے ہیں جس سے ان علوم کی شکلات و چند چوڑائی ہیں یہ سچ ہے کہ بہت سے ایسے علوم ہیں کہ جن کی کتابیں ہماری زبان اردو میں موجود نہیں مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چاہو تو نہایت کم عرصہ میں بہت سی کتابیں ترجمہ ہو سکتی ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ بات کہ گورنمنٹ اپنے مدارس میں بھی تعلیم نہیں دیتی ہرگز گورنمنٹ پر اعتراض نہیں ہے بلکہ ہر تربیت یافتہ بعد از گورنمنٹ کو ضرور ہے کہ ذرا کچھ لگاؤ سے بچے مگر یہ بات کہ زبان اردو میں علم کیوں نہیں پڑھاتے بلکہ بڑا اعتراض



ہے اور گورنمنٹ خدا اس بات پر اب توجہ دے گی +

ہماری غرض یہ ہے کہ مسلمان اپنی تعلیم کو خود سبب بن کر رکھتے ہیں اور اگر کوشش کسی کریں تو ثبات آسانی سے وہ کام کر سکتے ہیں جو کہ گورنمنٹ مشکل سے بھی نہیں کر سکتی +

اس ملک کو دیکھو کہ جتنے بڑے مدرسہ اور دارالعلوم ہیں ان کو گورنمنٹ سے ملاؤ نہیں اور یہاں کے لوگ اپنی تعلیم خود کرتے ہیں اسی پر بنیورشی میں گورنمنٹ ایک جہ نہیں مٹی اور اس میں کچھ شک نہیں کہ دینا میں سب بڑا دارالعلوم ہے +

پس اب میں کشتی ترقی تعلیم مسلمانان کی خدمت میں بیرون کرتا ہوں کہ آپ اپنی عالی ہستی اور عبث وطن کہ اس بات کی کوشش میں کام میں لادیں کہ مسلمان اپنی خراب حالت پر غور کریں اور اس کا علاج اس بات میں سمجھیں کہ ہم میں تعلیم پھیسے ہم خود مدرسہ قائم کریں اور اپنی اولاد کی تعلیم کریں +

مگر سب سے مقدم بات یہ ہے کہ ایک بڑا مدرسہ کسی جمہور میں قائم کیا جائے جس میں کہ طالب علم اس اصول پر تعلیم پادیں جیسا کہ اس پر بنیورشی میں مبنی یہ کہ مدرسہ میں ہونا ہو اور سب سے کھانا کھادیں اور ہر طالب علم ایک دو دو کر لیکر رہوے۔ اور یہ کہ علوم سب بان اردو میں پڑھائے جاویں اور انگریزی صرف بطور ایک زبان غیب کے پڑھائی جاوے بلکہ یہ کہ جس کا دل چاہے پڑھے اور جس کا دل چاہے عربی و فارسی میں تکمیل کرے جس کا دل چاہے عربی کے علوم تحصیل کرے۔ غرض یہ ہے کہ ایک ایسا مدرسہ ہو جہاں کہ صرف مسلمان اپنی حسب خواہش تعلیم پاسکیں اور اپنے دین کی تعلیم بھی شامل رکھیں +

غرض یکے کے علی گڑھ میں یہ مدرسہ قائم ہو تو اس میں کچھ شک نہیں کہ وہاں ہندوستان کے سب طرح کے مسلمان آسانی آسکتے ہیں پنجاب اور اودھ و بہار سب کے ریل علی گڑھ کو جاتی ہے اور سفر کی کچھ دشواری نہیں + یہ بات کہنا کہ مسلمانوں کو فقہ و رہنمائی بالکل غلط ہے کیونکہ ہر محرم میں ہندوستان کے مسلمان فضول باتوں میں لاکھوں روپیہ صرف کر دیتے ہیں اور جو کچھ کہ فضول خرچیاں شادیوں میں ہوتی ہیں ان کا دسواں حصہ بھی نہایت عالیشان دارالعلوم قائم ہونے کے لئے کافی ہے۔ اصل یہ ہے کہ سب سے زیادہ دل کی سعی چاہئے مسلمان کس قدر شوق سے مسجدیں بناتے ہیں مگر ایسی بات کا خیال نہیں کرتے کہ جب علم بدن گھٹتا جاتا ہے تو مدرسہ بنانے سے دس گن زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ اگر مسلمانوں کا علم دین خدا خواستہ جاتا رات مسجدیں کس کام آویں گی اور کیا فائدہ ہوگا +

جیسے جیسے یہاں سولہ ہیں اگر ایسا ایک بھی مدرسہ مسلمان قائم کریں تو کل قوم کی ترقی ہو اور دنیا و دین کے مصائب بھگت پانے کی صورت نکلے +

# مضامین مولوی خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی

## انبیاء

### نبی کی ضرورت پر ایک وجدانی شہادت

جربا تین انسان کو مذہب سے تعلیم کی ہیں اور جن کو وہ الہامی جانتا ہے وہ عموماً یا تو خدا تعالیٰ کی ذات و صفات سے علاقہ رکھتی ہیں یا اُس جزا و منرا سے جس کا وقت موت کے بعد مقرر کیا گیا ہے اور اس لئے ہم تمام مذہبی تعلیمات کو علم مبدا و معاد کہتے ہیں پس نبی کی ضرورت ثابت کرنے کے لئے ہم کو دو باتوں کا ثبوت دینا کافی ہے۔ ایک یہ کہ مبدا و معاد نفس الامری میں ایسی دو حقیقتیں ہیں جن کا علم حاصل کرنا انسان پر واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ مبدا و معاد کا علم نبی کے سوا کسی باوجود ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

جس طرح مثلاً عمل کیمیا کے خذیرہ سے ہم اس بات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ پانی بسیط نہیں ہے بلکہ وہ مختلف گاسوں یعنی اوسکسین اور بائیڈروجن سے مرکب ہے اس طرح ہم یہ ہرگز نہیں دیکھا سکتے کہ یہ بسیط ہے اور یہ معاد لیکن ہم ان دونوں چیزوں کے وجود پر انسان کی اصل فطرت کو گواہ کر سکتے ہیں اور اُس کی گواہی ہمارے نزدیک مشاہدہ سے بھی زیادہ یقینی ہے +

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان کا حال جو تفحص کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو اس نے تال کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اُس کو اکثر چیزوں کا علم اکتساب سے حاصل ہوتا ہے اور اُس کو کسی علم کہتے ہیں اسی طرح بعض باتوں کا علم اُس کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے جس کو فطری یا وہبی یا قدرتی علم کہہ سکتے ہیں مثلاً ضرورت کے وقت کھانا پینا +

وصح پ اور مینہ میں سایہ ڈھونڈنا جائے میں گرم ہونے کی تدبیریں کرنی یہ باتیں اُس کو قدرت کے سوا کسی نے نہیں سکھائیں کیونکہ ہم بھی باتیں اُسکے اپنائے جنس یعنی باوجود حیوانات میں بھی مشاہدہ کرتے ہیں جن کا معلم اصلاً و قطعاً قدرت کے سوا ہر کسی کو نہیں ٹھہرا سکتے اور عجیب ہم گھونٹا بنانے میں بڑے

کی کاریگری اور شدہ مال کرنے میں کبھی کی حرکت بعد جلا پڑنے میں کڑی کا ہنر دیکھتے ہیں اور اکتساب کی راہیں چاروں طرف سے مدغم ہوتے ہیں تو ہر کوئی اس بات میں بالکل شک نہیں ہوتا کہ قدرتی علم صرف میل بسوی ہی کا نام نہیں ہے بلکہ بے شمار دیگر قوانین اور مصالح بھی اس میں داخل ہیں جو مادی مخلوق کی قدرت مشکلہ کے نتائج معلوم ہوتے ہیں ۔

پھر جب خداوند تعالیٰ کی جانتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی قدرتی علم کے لحاظ سے انسان اور اس کے بنائے جنس میں طرح کا امتیاز رکھا گیا ہے ایک یہ کہ آفرینہ جوانات کا قدرتی علم ہمیشہ ایک خاص حد پر محدود رہتا ہے کبھی اس سے تجاوز نہیں کرتا مثلاً جو گھوٹلا ابا بیل نے نوح علیہ السلام کی کشتی میں بنایا ہو گا اس میں اور اس زمانہ کے گھوٹلوں میں ہرگز کچھ تفاوت نہ ہو گا۔ مختلف انسان کے کہ اس کا قدرتی علم ہمیشہ ایک ہی حالت پر نہیں ہوتا مثلاً اگر پانچ چار ہزار برس پہلے کی بعض انسانی جماعتیں اس زمانہ کی جماعتوں سے ملائی جائیں تو شاید اس بات کا یقین بہت مشکل سے آئے کہ دونوں کام ایک ہی نوع کے افراد بنے بنائے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آفرینہ جوانات کو صرف وہ باتیں سکھائی گئی ہیں جو ان کے مصالح جزئیہ اور اغراض محسوسہ کے لئے مفید ہوں اور بری صفتیں ان کی نہ جانتے نہ فرمیں جیسے جوک کے وقت دانہ یا لہس یا گوشت وغیرہ کھالینا یا اس کی موت پانی پینا شوق کی حالت میں اپنی ماہ کیساتھ نزدیک کرنی دھوپ اور مینہ یا سردی کے بچاؤ کے لئے گھونسل یا بال یا بھٹ وغیرہ بنانا اپنے بچوں کی ایک خاص منہ پرورش کرنی۔ جذبات انسان کے کہ اس کے سینہ میں ان باتوں کے سوا وہ علوم بھی الفاظ کئے گئے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ اپنے مصالح کلیہ اور منافع آیندہ کا شراع نکال سکتا ہے جیسے جھوٹ یا زنا یا خیانت کو برائے جاننا اور سچ یا عدالت یا امانت کو اچھا جاننا ۔

پھر جب خداوند تعالیٰ کی جانتا ہے تو انسان کے قدرتی اور اکتسابی علم میں تین طرح کا امتیاز ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے ایک یہ کہ قدرتی علم کی اہل تمام نوع میں متحقق ہونی ضرور ہے کیونکہ ہم اس علم کے بتاؤ اور جوانات میں اسی طرح مشاہدہ کرتے ہیں مثلاً شہد کی بھٹی جس طریقہ سے شہدہ حال کرتی ہے اور کڑی جس ہنر سے جالا پڑتی ہے وہ طریقہ اور وہ ہنر ان کے تمام بنی نوع میں پایا جاتا ہے مگر چونکہ انسان کو خدا تعالیٰ نے عقل حیاتیہ کی ہے اور عقل کا مقصد تین تمام افراد میں یکساں نہیں ہوتا اس لئے وہ قدرتی اہل ایک حکمت پر قائم نہیں ہوتی مثلاً عورت اور مرد کو بغیر کسی تخصیص کے ایک دوسرے پر حرام جاننا ایک عام قانون ہے جو کہ انسان کو قدرت نے تعلیم لیا ہے لہذا اس تخصیص کی صورتیں ہر قوم میں پیدا ہوا ہیں مسلمانوں کے ہاں آفرینہ طریقہ ہے ہندوؤں کے ہاں آفرینہ دستور ہے عیسائیوں کے ہاں اور قاعدہ ہے بخلاف اکتسابی علم کے کہ وہ نوع کے بعض افراد میں متحقق ہوتا ہے بعض میں نہیں ہوتا جیسے علم جیولوجی اور علم برق کہ یہ دونوں علم عام ہر قوم کے

ساتھ مختص ہیں یا ایک نماز میں مختص تھے یا جیسے حرکات کو اکابر کا علم ہندسہ کہ ایک نماز میں اہل صحر کے ساتھ مختص تھا دوسرے یہ کہ جب انسان کو کوئی ایسی بات تعلیم کجائے جو قدرت نے اس کو پہلے سے سکھا رکھی ہے تو ضرور ہے کہ وہ بات بغیر دلیل اور برہان کے اُسکے دل میں نہ نشین ہو جائے بخلاف اکتسابی علم کے کہ جیتک اُس پر کافی دلیلیں قائم نہ کی جائیں تب تک اُسکی صداقت پر ہرگز دل گواہی نہیں دے سکتا مثلاً اگر ہمارے سامنے کوئی یہ کہے کہ گرمی کی شدت میں سرد ہول سے نہایت فرحت حاصل ہوتی ہے تو خواہ وہ اُس کا طبعی سبب بیان کرے خواہ ذکر کرے ہم کو اُسکے تسلیم کرنے میں کچھ تردد نہیں ہوتا لیکن اگر وہ ہم سے یہ کہے کہ ہوا دو مختلف گاسوں یعنی ایزوٹ اور ایکسین سے مرکب ہے تو ہم اس بات کے خواباں ہونگے کہ وہ عمل کیا کئے ذریعہ سے ہوا کے اجزائیں تحلیل کر کے ہلکودھکی دے تیسرے جو علم انسان کو قدرت نے تعلیم کیا ہے اس میں کبھی خطا واقع نہیں ہوتی لیکن مرض کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے پیاس کا بھجانا جو انسان کو قدرت نے تعلیم کیا ہے اس میں کبھی خطا واقع نہیں ہوتی لیکن مرض کی حالت میں جب پیاس اس قدر بڑھ جائے کہ صرف ٹھنڈے پانی سے فروزہ ہو سکے اور اُس کا علاج کسی ٹھنڈی دوا سے کیا جائے تو ممکن ہے کہ وہ بالکل فائدہ نہ بخشنے یا پیاس کو اور زیادہ کر دے ۛ

ان سب باتوں میں غور کر لینے بعد جب ہم اپنے ہل مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہم کو اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ جہاں قدرت نے انسان کو اور ہزاروں باتیں تعلیم کی ہیں انہیں باتوں میں سے مبدا و معاد کا احاطی علم بھی ہے یعنی اس قدر جانتا کہ کوئی ہمارا صانع ہے اور مرنے کے بعد ہم کو کچھ نہ کچھ اپنی برائی بھدالی کا ثمرہ ملنے والا ہے یہ انسان کی اہل فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے کیونکہ جہاں تک ہماری نگاہ پہنچتی ہے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آدمی عام اس سے کہ مذہب کا پابند ہو یا نہ ہو اور عام اس سے کہ الوہیت کا قایل ہو یا منکر بہر حال جس وقت وہ کسی ایسی خطرناک حالت میں پھنس جاتا ہے جس سے برہونگی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی اور جن وسائل پر اُس کو بھروسہ تھا وہ سب منقطع ہو جاتے ہیں تو جس طرح لوہا مفتاح کی طرف کھینچتا ہے اسی طرح اُس کی علی توجہ اور باطنی ہمت پاروں طرف سے سمٹ کر ایک ایسی بے بسی اور اُن کی بھی ذات کی طرف کھینچتی ہے جس کو وہ اٹھے وقت کا ساما اور اپنی تمام تدبیروں کا منتہا سمجھتا ہے اسی طرح جہاں تک ہم کو معلوم ہے ہم نوح انسان کے کسی فرد کو اس بات سے غالی نہیں پاتے کہ وہ بعضی نمائندوں سے نہ کسی دینی مضرت کے اندیشہ سے بلکہ ایک ایسے خوف کے سبب بچتا ہے یا بچنے کا ارادہ رکھتا ہے جس کا کھٹکا اُس کو مرنے کے بعد ہے اور بعضی بھلائیوں کسی دنیوی منفعت کے لئے بلکہ ایک ایسی توقع پر کرتا ہے یا کر نیکا ارادہ رکھتا ہے جس کے پوتے ہونے کی امید اُس کو مرنے کے بعد ہے

اسی مطلب کو ہم یوں بھی ادا کر سکتے ہیں کہ ہر فرد انسانی بعضے کا مول کو نہ کسی نبوی حضرت یا مسیح کے مصلحت سے بڑے محض دل کی شہادت سے ذمہ دار یا ممد و جاننا ہے مگر کسی شے کو بڑایا بھلا جاننا اس کے نتائج کے بڑایا بھلا جانے پر موقوف نہیں اس کے سوا کوئی بات ذہن میں نہیں آتی کہ معاد کا اجمالی علم جو اسکی فطرت میں دکھایا گیا ہے صرف اُس کی ہدایت سے وہ ان کاموں کو بڑایا بھلا جانتا ہے +

اس ساری تقریر سے یہ نتیجہ نکلا کہ مبداء و معاد کا اجمالی علم انسان کو قدرت کے تعلیم کیا ہے کیونکہ اگر اقتساب سے حاصل ہوتا تو اسے اتنا تمام بنی نوع میں بلا استثناء ہرگز نہ پائے جاتے۔ لیکن یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ خیالات انسان کی اصل فطرت میں مدیعت کے لئے رکھے گئے ہوں بلکہ مذہبی تعلیمات کے سبب نہ مذہب ہم دنیا میں پھیل گئے ہوں مگر یہ شبہ ہم کو ایک ایسی بیل کی طرف ہدایت کرتا ہے جس سے ہمارے مطلب کو آؤ دنیا کی تقویت حاصل ہوتی ہے۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ قدرتی علم کا ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ جب کوئی بات اس کے موافق انسان کو تعلیم کی جاتی ہے تو وہ اُس کو بغیر دلیل اور برہان کے تسلیم کر لیتا ہے پس اگر یہ بات صحیح ہے کہ خیالات مذکورہ مذہبی تعلیمات کے سبب دنیا میں شائع ہوئے تو بھی ہمارا مطلب کہیں نہیں جاتا کیونکہ اگر یہ دونوں اصول یعنی مبداء و معاد مجمل انسان کی فطرت میں مخفی نہ ہوتے تو کسی طرح ممکن نہ تھا کہ سارا جہان ایسی مدعا دیدہ باتوں کے تسلیم کرنے پر متفق ہو جاوے جن کا نمونہ سلسلہ محسوسات میں کہیں نظر نہیں آتا +

ہم اوپر بھی لکھ چکے ہیں کہ قدرتی علم میں اکتسابی علم کی طرح غلطی اور خطا کا احتمال بھی نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمیشہ سچا اور مطابق واقع کے ہوتا ہے پس جبکہ ہم یہ بات ثابت کر چکے کہ مبداء و معاد کا اجمالی علم قدرتی ہے اکتسابی نہیں ہے تو ضرور ہے کہ جیسا مبداء و معاد کی نسبت ہمارا اعتقاد ہے اسی طرح واقع میں بھی کوئی پہلا صانع ہے اور مرنے کے بعد ہماری بُرائی بھلائی کا ثمرہ ہم کو ملنے والا ہے اور جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ مبداء و معاد کا اعتقاد صحیح اور مطابق واقع کے ہے تو ہماری عقل ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ جس فیاض حکیم نے بغیر طلب اور خواہش کے اس اجمالی علم کی پاٹ لگا کر ہم کو اُس کی تفصیل کا مشتاق بلکہ ایسا جہتمند کیا جیسے بیمار دوا کا اور پیاسا پانی کا محتاج ہوتا ہے وہ باوجود ہماری طلب اور خواہش کے اُس کی تفصیل کا دروازہ ہم پر نہ کھولے چاہئے نزدیک اگر مبداء و معاد کا تفصیلی علم حاصل کرنے کے وسائل ہم سے منقطع کئے جائیں تو پہلا حل یا تو یہ ہے اُس پہلے سے کا سا ہو جس کو ایک سرور شیریں اور شفقت پانی کے چشمہ سے گھونٹ چاکر اُس چشمہ کی راہیں چاروں طرف سے مسدود کر دیں یا اُس غلام کا ساحل ہو جس کو اُس کا آقا کسی دور و دراز مسافت پر ایک خطرناک ستہ سے بھیجے اور سوالات کے اُس ستہ کا خطرناک ہونا اُس کو کسی طرح جتاوے اُن خطرات کی حقیقت یا اُن کے موقع و محل سے آگاہ نہ کرے اور کوئی تدبیر اُن سے بچنے کی اُس کو نہ سوجھائے۔ کیا پہلا دلی نصرت

ہیں گو ہم جو حکم کے ساتھ متعدد اور بغیر محنت سے منزه مانتے ہیں وہ ہمارے ساتھ ایسا معاملہ کر سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں کر سکتا بلکہ ضرور ہے کہ وہ ہمارے لئے کوئی ایسی شمع روشن کرے جسے جو اس جہل کے دھندلکی پر فحش کی روشنی پھیلے گا ہمارے جہل و تردد کو ظلم و یقین کے ساتھ تبدیل کر دے ۛ

یہاں شاید ہمارے دل میں یہ خیال گزرے کہ وہ شمع ممکن ہے کہ ہماری عقل ہو جو کہ ہم میں ادا ہمارے مایانے جس یعنی اور حیوانات میں بالاعتبار ہے اور جسکے سبب ہم کو تمام محسوسات پرشرف اور فضیلت حاصل ہے اور جس کی بدولت ہمارے بنی نوع پر موجودات عالم کے سرار روز بروز کھلتے چلے جاتے ہیں مگر ہم کو امید نہیں کہ اس خیال کو ہمارے دل میں پانی کے میلہ سے زیادہ قیام ہو کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ میں منہ ڈال کر دیکھتے ہیں تو اپنی عقل کو مباد و معاد کی حقیقت کے ساتھ وہ نسبت پاتے ہیں جو آنکھوں والے کو ایک اندھیری کوٹھری کے ساتھ ہوتی ہے کیا کسی کو یہ امید ہے کہ آنکھوں کی روشنی ایک کلیہ تیروتا میں کچھ کام دے سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں دے سکتی۔ اسی طرح آدمی کی عقل مباد و معاد کی حقیقت کا مسلخ ہرگز نہیں لگا سکتی۔ ٹیٹے ٹیٹے حکیم اور فیلسوف درٹے ٹیٹے محقق دانشمند جنوں نے اس سے بہان کی چیزوں کو چھان مارا اور حقائق انشا پر جو حالت کے پرے ٹیٹے ہونے تھے اُن کو نفع کیا اور قانون قدرت سے وہ اصول اور وہ قاعدے استنباط کئے جسکے سبب انسان کے چہرہ پر خلافتِ سماوی کا منصب ہونا کھل گیا جیسا انہوں نے قدم اپنی حس سے آگے بڑھایا یعنی بے اس کے کہ کسی شمع سے اپنا چراغ روشن کریں اپنی انگلی سے مباد و معاد کا سراغ ڈھونڈنے لگے تو صرف یہی نہیں کہ وہ بذاتِ مقصد نہ پہنچ سکے بلکہ انہوں نے ایسی ٹھوکریں کھنائیں اور اُن کی رابوں نے ایسی ہڈیاں کیں کہ جب اُنکے اُورق و آ کے ساتھ اُن ایوں کو دیکھ جاتا ہے تو اُن میں وہ نسبت معدوم ہوتی ہے جو عقل اور مغنوں کے ظالم میں ہونی چاہئے اور بڑی دلیل اس بات کی کہ یہ گرہ اپنی سعی میں ناکام رہا یہ ہے کہ اُس بے شمار گرہ میں سے شاید دو شخصوں کی رائیں ایسی نہ نکلیں جو کہ باہم اتحاد کلی رکھتے ہوں یہاں ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مطلب کے زیادہ تر و نشین کرنے کے لئے قدیم مصروفان کا تھوڑا سا ضروری حال رو لیں صاحب کی تاریخ سے بطور انتخاب نفل کیا جائے ۛ

جس طرح اس زمانہ میں اہل یورپ پتے تئیں پورا شایستہ اور اپنے اسو اتام عالم کو وحشی یا نیم وحشی خیال کرتے ہیں اسی طرح اہل مصر فیہ قلوب کے لوگوں کو وحش و کمار کرتے تھے چنانچہ جب نکیہ بادشاہ تخت پر بیٹھا تو اُس نے اول دریاے نیل کی نہر پر ستور سابق مدد جاری رکھی مگر چھ ایک مہینے کے خوراک کھا کر اُس نہر کا بنوانا چھوڑ دیا کیونکہ اُس کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اس نہر کے پھنے سے وحشی

قوموں کے لئے مصلحتیں پائی گئیں : پہلے لوگ مکہ منور کی ملکیت کا ایک عرصہ سے جو ملک  
 علوم کو نشوونما دینے میں ترقی دیتے تھے وہ حقیقت میں ہی مصر و مدینہ میں آباد ہوتے تھے۔ اس ملک کے  
 نہایت عمدہ ہندو عجیب و غریب فن اُن دنوں کو جو علوم میں ترقی کر چکے تھے قابل ہوتے تھے۔  
 کے بڑے بڑے لوگوں نے مثل ہرموفیسٹس اور اگلٹون اور دیاں کے اچھے اچھے متفکروں نے مثل  
 لائیوگس اور سولن اور بہت سے تالیفوں کے جن کا بیان یہاں ضروری نہیں ہے۔ کیمیل علوم مصر کا سفوف تیار  
 کیا اور خدائے نے بھی کتاب مقدس میں اُس کی تعریف کی ہے۔ کیونکہ اُس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 کی تعریف میں بیڑا بٹھا کر وہ مصریوں کے ہر طرح کے علم و ہنر میں کامل تھا : مصری ایک عجیب طرح کی  
 طبیعت رکھتے تھے اور کام میں نئے نئے ایجاد نکالتے تھے۔ انہوں نے اپنی طبیعت کو مفید کاموں کے ایجاد  
 کی طرف متوجہ کیا تھا۔ اور اُنکے زمانہ کے علماء نے جو کہ مصر کے بارہ مصری عجیب ایجادوں سے مصر  
 کو دیا تھا۔ انہوں نے کسی ایسی چیز سے جس سے طبیعت انسانی کی تکمیل ہوتی ہے اس سے رام و نغوشی حاصل  
 ہوتی ہے مصر کو جو ہم نہ رکھا تھا۔ اساتذہ کی حرکات پر وہ لوگ سب سے پہلے مطلع ہوتے اور سب سے پہلے انہوں  
 ہی علم ہندو سیکھا دیا۔ موجودات عالم کے حالات اور خواص دریافت کرنے میں یہ لوگ بہت کوشش کرتے تھے۔  
 مدیوں نے فن عمارت اور رنگ آمیزی اور سنگ تراشی اور اُن تمام فنون کو کمال پر پہنچایا تھا : جن لوگوں نے  
 قواعد حکمت و حکومت کو خوب سمجھا اُن میں سب سے اول مصری تھے۔ اس قوم نے یہ بات سب سے پہلے حیات کی کہ  
 فنون قواعد سلطنت کا اصلی مطلب یہ ہے کہ اپنی زندگی مزے سے گئے اور میت آباد ہے۔ مگر دین کے مقدمات  
 میں جس قدر مصری حق تھے کوئی نہ تھا۔ انہوں کی بہت کثرت تھی اور اُنکے قول اور اُنکے دے جو بجا جاتے  
 ان بتوں میں اور اس میں جن کو وہ چاند سورج تصور کرتے تھے بہت بڑے بہت تھے۔ ان کی پرستش عموماً  
 ہوتی تھی اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ انہیں سیاروں کی پرستش سے بہت پرستی نے غلبہ پایا۔ اُنکے سوا ہیل اور کتا  
 اور بھیر اور بتی اور بانو اور کچھ اور لگ لگ کی بھی پرستش ہوتی تھی اور ان میں سے بعض جانور ایسے تھے جنہاں  
 خاص شہر میں پوجے جاتے تھے اور نقشہ تھا کہ ایک قوم ایک دن کو قبضہ و کعبہ سمجھ کر دیوتا کی طرح پوجتی تھی اور  
 دوسری قوم اُس کی صورت سے نفرت کرتی تھی ان جانوروں میں ساہیڑا پس نہایت ممتاز ہوتا تھا۔ اُنکے نام کے  
 ٹیسے ٹیسے عایشان منڈ جاتے تھے اور اُنکے مردانیکے بدن نہایت اُسکے ایام حیات کے اُس کی عزت  
 اور توقیر زیادہ ہوتی تھی۔ تمام مصر اُنکے سوگ میں ناگم کرتا تھا اور اُسکی تجویز و کفین اس عہد و عہد سے ہوتی  
 تھی کہ اُس پر شکل سے یقین آتا ہے۔ ٹیوٹیوگس کی بادشاہت میں جب وہ ہزار و بیست ہوا تھا۔ جب اُنکی تہذیب و تمدن  
 مسلمانوں میں سولے اخراجات معمولی کے ایک لاکھ بارہ ہزار پانچ سو بیس ہوا تھا۔ جب اُنکی تہذیب و تمدن

فرمانت ہوتی تھی تو اُس کی جگہ دوسرے کے متحرک کر لی تھ کہ ہوتی تھی اور تمام مصر میں کی تلاش میں جاتا تھا اس سائنس میں چند تئیس ہوتی ضرورتیں جن کے سبب وہ افسانوں سے متاثر ہوتا پیشانی پر ہال کی شکل پشت پر تھاب کی صورت زبان پر بھڑکی کا نقشہ ہوتا ضرورت تھا اور جب قسمت سے ایسا سائنس دان پیدا ہوتا تھا تو تمام مصر میں گھر گھر خوشی ہوتی تھی اور اتم جاتا رہتا تھا جب شا کویمیس انتھوپیا کی عمر سے ناکام آیا تو وہ یلے وفد میں مصر گئے اور مصری سائنس دانوں کی خوشیوں میں کھل کود رہے تھے۔ یہ ناکام مل سونختان کو خوشیاں کرتے دیکھ کر سمجھا کہ یہ لوگ میری ناکامی پر ہنستے ہیں۔ اُس نے اُس نئے سائنس دان کو جس نے اپنی خدائی کا لطف بہت کم اٹھایا تھا قتل کر دیا اور تمام مصریوں کو بن خدا کا کر دیا مصریوں نے صرف جانوروں کے آگے خوشبوئیں جلائے نہ یہی اتنا ذرا کیا تھا بلکہ اپنے ہاتھوں کے نباتات کو بھی پڑتا سمجھتے تھے۔ نہایت تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ تمام دنیا سے فضل و ہنر میں فائز ہوں اور وہ آپ کو ایسا ہی سمجھتے بھی ہوں وہ ایسی حماقت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور جو لوگ معبودوں کی پرستش میں ایسے اندھا دھند پڑ جائیں کہ تھوڑی سی سمجھ والا بھی اُس کو پسند کرے جانوروں اور کیرے کوٹوں کا مندروں میں پوجنا اور مکالمات سے اُن کو پالتا اور اُن کے قاتلوں سے قصاص لینا اور مرنے کے بعد اُن جانوروں کو عطیات سے بھرنا اور بڑی حوم و حمام سے قبروں میں دفنانا اور رفتہ رفتہ پیمانہ اور رسن کو بھی پوجنا اور اڑے و قتل میں اُن سے مدد مانگنی اور اُن پر بھروسہ کرنا ایسی نادانی کی باتیں ہیں کہ اس زمانہ میں اُن پر مشکل سے یقین آتا ہے مگر اگلے لوگ ان سب باتوں پر گواہی دیتے چلے آئے ہیں۔ لوشین صاحب لکھتے ہیں کہ اگر تم کسی ایسے عالیشان مندر میں جاؤ جو سونے چاندی سے جگمگا رہا ہو اور پچاند سورج اُس کی ٹیپ ٹاپ کی تاب نہ لاسکیں تو تم کو اُس مندر کے دیوتا کے دیکھنے کا بہت شوق ہوگا اور تم نہایت مشتاق ہو کر جب اندر جاؤ گے تو کہ گنگ یا ملی یا ہندو بڑی شان شوکت اور تمام کدو فرسے ہاں جلوہ فراہم خداتائے نے بیشک اس باجکے دکھائے کہ انسان اگر اپنی عقل پر چھوڑ دیا جائے تو اُس کا یہ مدد ہو جاتا ہے کہ اہل مصر جیسے لوگوں کو جنہوں نے عقل انسانی کو نہایت اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا تھا ایسی نفرت انگیز اور بیوقوفانہ پرستی میں پھنسا رہے تھے تاکہ لوگوں کی تماشگاہ بنیں۔“

مصریوں کا یہ عبرت انگیز حال جو دون صاحب کی تاریخ سے نقل کیا گیا اہل زمانہ کا حال بھی اس کے قریب قریب تھا اور یاس بات کا نہایت کامل ثبوت ہے کہ انسان کی عقل معاش کیسی ہی اعلیٰ درجہ پر کیوں نہ پہنچ جائے بعد ازاں عالم کامل کرنے میں ہرگز کافی نہیں ہو سکتی۔ تاریخ زمانہ میں لکھا ہے کہ محمد بن ابوبکر و بادشاہ سلی نے حکیم سائینٹیفک ٹیڈر سے باری باری تعالیٰ کی حقیقت دریافت کی تو اُس نے پچھلے دنوں کے سائنس دانوں کے دوسرے دن معدنی کی حالت چاہی اور اسی طرح ہر صنعت و تجارت کا نام لے کر



ایک دن بادشاہ نے بار بار ملت مانگنے کی دہر پڑھی تو اُس نے کہا کہ یہ مضمون سمجھا دیکھو اس سے تعلیم  
 سے کہیں قداس میں غم نہ کرتا ہوں۔ تمہیں خبر نہ ہو کہ اس کا ہوتا ہے اور تاریکی چھائی جاتی ہے اور کفایت نہیں ہے۔  
 عدائے چین کا سرگروہ و دہلی چین کا معتد ہے اور جس کی تعلیمات کا مارا مصل مقل دے پڑے ہے جب اُس نے  
 لوگوں نے آخرت کا حال پوچھا تو اُس نے اُس کا جواب دینے میں اپنی کمال دانائی اور انصاف ظاہر کیا اُس نے  
 کہا کہ جب دنیا ہی کی ہزاروں چیزیں ہماری نظر سے غفلت میں تو ہاں تک ہماری عقل کیونکر پہنچ سکتی ہے ؟  
 بہر حال اگر ہماری اس رائے سے جو اپر بیان کی گئی یا کسی اور دلیل سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ واقع  
 میں کوئی ہمارا نفع ہے اور مرنے کے بعد ہم کو اپنی بُرائی بھلائی کا ثمرہ ضرور ملے والا ہے تو یہ شک کہ  
 ان دونوں باتوں کا تفصیلی علم حاصل کرنے کے لئے اپنی عقل ناقص کے سوا کوئی اور ذریعہ نہ ہوگا  
 پھر یہ یاد رکھو کہ یہ نہیں ہے مگر وہ جو صاحب الہام والحمد للہ علی الہتمام ۔

## زمانہ

### جب زمانہ بدلے تم بھی بدل جاؤ

نہ نئی چیزیں نہ شور و آواز کی تون فرمایاں نہ بادل ہیں سوہ سدا ایک حال پر نہیں رہتا وہ ہمیشہ  
 ایک حال پر نہیں چلتا۔ وہ گزرتی طرح برابر رنگ بدلتا رہتا ہے وہ اُس پتھر کی طرح جو پہاڑ کی چوٹی سے لڑکھایا  
 ہائے ہزاروں پٹے کھاتا چلا جائے۔ وہ جو روپ بھرتا ہے اُسکے چہرہ پوکل جاتا ہے وہ جو ٹھاٹھ بدلتا  
 ہے اس کا رنگ ساری مجلس پر چلا جاتا ہے وہ کبھی ن کی روشنی میں اور کبھی ات کی تاریکی میں کبھی گرمی کی  
 تپش میں اور کبھی جاتے کی شہر میں نمود کرتا ہے۔ پس میں اُس کا رنگ نئے بغیر نہیں رہتا جبکہ دن  
 کا پانا بدلتا ہے تو رات کے سائے عل باطل کر دیتا ہے۔ سو توں کو فینے سے بچاتا ہے۔ نکمروں کو کام  
 پر لگاتا ہے طبیعتوں سے شستی کو دور کرتا ہے اور دنوں کو اُننگوں سے بھر دیتا ہے۔ جب وہ رات کا  
 برق پہنتا ہے تو دن کی ساری کائنات حروف خط کی طرح مٹا دیتا ہے۔ مزدوروں کا دل محنت سے اُپاٹ  
 کرتا ہے جہاں شول کو بہتر راحت کی طرف کھینچ دیتا ہے۔ اور ساری دنیا پر غفلت کا پردہ ڈال دیتا ہے مگر  
 میں اُس کی بازی کا نقشہ کچھ اُٹھتا ہے۔ اور جاڑے میں اُس کی حکومت کا ڈھنگ کچھ اُٹھتا ہے۔ مبارک  
 وہ ہیں جنہوں نے اُسکے تیور پہچانے اور اُس کی چال ڈھال کو نگاہ میں رکھا۔ مگر وہ پوچھا اُسکے  
 ساتھ ہو گئے اور جدھر سے اُس نے رخ پھیرا اُس سے پھر گئے ۔

جس طرح دنیا کی بیسویں کا مدار مقتضائے وقت کی موافقت پہ ہے اسی طرح یون کی کاسیانی بھی اسی پر  
موقوف ہے۔ کتاب مقدس و قدرت میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑی تعریف اس بنا پر  
کی ہے کہ وہ مصر میں کے تمام علوم میں کامل تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت صباہیل القدر منصب بھی اسی  
شخص کو عطا ہوتا ہے جس میں مانہ کے سبب مال ہو نیکی پوری پوری قابلیت ہوتی ہے ۛ

ہمارے نبی برحق نے جو دعوت اسلام میں کامیابی نمایاں حال کی اس کا بڑا ذریعہ عبارات قرآنی کی ملاط  
اور ملاحت تھی جس کا مدار بالکل مقتضائے وقت کی موافقت پر تھا کیونکہ اس وقت شر و شکاری کے شور  
سے تمام عرب گورج رہا تھا اور فصاحت و بلاغت کے دعوے نہایت توجہ سے منئے جاتے تھے کہ کی کمال  
علم ادب کے ہم پل نہ سمجھا جاتا تھا۔ اور کوئی ہتیا ر تیغ زبان کے برابر کارگر نہ ہوتا تھا ۛ

آنحضرت (صلعم) کے بعد پہلی بلور دوسری خلافت میں محمد اسلام کو رتی روز افزوں نصیب ہوئی اور کوئی قوت  
ایسا حادثہ نہ ہوا جو اس کے زور و طاقت کی مزاحمت کرتا اس کا اہل سبب اس کے سوا کہو نہ تھا کہ منصب خلافت  
کے لئے آگے نہ بچھے ایسے دو شخص انتخاب کئے گئے جن کا چلن اور برتاؤ بالکل مقتضائے وقت کے موافق تھا  
اور اس سبب زمانہ ان کا معین مددگار بن گیا تھا۔ چنانچہ اسی مصلحت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے جناب رضوی کے اختلاف کی نسبت والی لا ارا کہ فاء دن فرمایا اوشیخین کی نسبت کچھ تردد ظاہر نہ کیا ۛ  
فاروق کی شدت چونکہ مقتضائے وقت کے موافق تھی اس لئے فرعہ اسلام کے حق میں برحمت کا  
کام کر گئی اور عثمان و النورین کی مروت جو انہوں نے مردان بن الحکم وغیرہ کے ساتھ برتی چونکہ مقتضائے  
وقت کے موافق نہ تھی اس لئے اس فتنہ عظیم کی اصل قرار دی گئی جو آپ کے آخر عمر خلافت میں ہوا اور  
جس کا ایک نتیجہ آپ کا قتل تھا ۛ

لیکن ماضی مقتضائے قیامت تھا کہ محدثین اسلام اس خیال سے کہ رسول مقبول کے ارشادات تمام  
وکمال فراہم ہو جائیں روایات کے اخذ کرنے میں طبیب یاس کی کچھ تیز نہ کرتے تھے۔ پھر دوسرے مانہ کا  
مقتضی یہ ہوا کہ ان روایتوں کی تنقید اور ان کے راویوں کی چھان بین کی جائے اور صحیح کو سقیم سے اور  
قوی کو ضعیف سے اور معروف کو منکر سے اور ثابت کو موضوع سے جدا کیا جائے۔ اگر وہ پہلا طبقہ مقتضائے  
وقت کا لحاظ نہ کرتا تو علم نبی کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو جاتا اور اگر یہ دوسرا اگر وہ کھڑا نہ ہوتا تو حق و باطل  
اور صدق و کذب کا امتیاز و شمار ہو جاتا ۛ

جبری دلیل اس بات کی کہ مقتضائے وقت کا لحاظ ضروریات دین سے ہے وہ روایت ہے جس میں امام  
ابن ہریرہ سے اور اُس کے قریب قریب محب طبری نے ابو موسیٰ اشعرثی سے روایت کیا ہے۔

اس مہارت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ شخص صدق دل سے کہے گا اَللّٰہُ اَکْبَرُ  
کیسا کہ غصہ نہ بخش جائیگا نہ دق نہ خون نہ شکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس بشارت  
نگ لفظ مالہ کی بجا آمدی میں قصہ کہہ سکتے آجپنے فادق غلم کی اس لئے کہ ہندو اور تاتیکہ دہلیات کی  
تدین کی تہی ضرورت نہ پڑی یہ بشارت تمام امت میں عام نہ ہوئی ۛ

الغرض یہاں کی بیسویں یارین کی کا یہی مقتضائے وقت کی مافقت بیسویں نہیں ہو سکتی مگر اس مافقت  
سے ہماری یہ مروت گزرنے نہیں ہے کہ مثلاً بیہی والہاد کے زمانہ میں یوں مذہب کے اٹھ اٹھ فیض اور پیش  
عشرت کے زمانہ میں جفاکشی اور محنت سے دست بردار ہو جائیں یا جمل خوشامد کا بازار گرم ہو جائے شامی  
بن جائیں اور جمل سفورین کا نہ رہد ہاں غیرت اور حیت کہ بلائے طاق رکھیں۔ نہیں بلکہ ہماری سائے  
میں کوئی جس سے بڑا زمانہ ایسا نہیں ہوتا جس میں مقتضائے وقت کے موافق کوئی مذکور کوئی جائز طریقہ کا یہابی کا  
موجود نہ ہو۔ مثلاً جب خدیوہ نازیہ نازیہ زبان سے عربی زبان میں قتل ہوا اور اعلیٰ یوں اس طرح کے خیالات عرب و عجم  
کے نگلی کو چوں میں تشر ہو گئے تو اہل اہل بیہی نے لوگوں کے دلوں میں چٹکیاں اپنی شرمع کیں یہاں تک کہ نصی  
قرآنی اور احادیث نبوی پر و طوطا و طوطا اعتراض ہونے لگے اور جب یارین میں بخنے بخنے لگے اُس وقت ہلاکے  
فروغ اہل کامیابی کے دوطریقہ پائے جاتے تھے۔ ایک ناجائز و سرا جائز۔ ناجائز طریقہ یہ تھا کہ مسائل فلسفہ کی تائید  
کر کے اہل وادی آگ کواد مشعل کر دیتے اور آنا نادی جیسی میں بھاتی چیز کو دنیا میں پھیلا کر دینیوی فروغ حاصل کرتے اور  
جائز یہ تھا کہ شریعت اور حکمت میں تطبیق یا مسائل مکبہ کی تخیط کہ کے اہل وادی کی آغی سے دین کو پکارتے اور معترفین  
کی زبان بند کرتے چنانچہ علمائے اسلام نے (شکو اللہ سعید ہم) یہی جائز طریقہ اختیار کیا اور فلسفہ و نانیہ  
کے مقابلہ میں ایک جدا فلسفہ قائم کیا جو اہل اسلام میں علم کلام کے نام سے مشہور ہے ۛ

دلوں کے ساتھ پھر گئے۔ گرمی میں گرمی کا سلاں کیا۔ اور جائزے میں جائزے کی تیاری کی۔ دن کو  
دن کی طرح بسر کیا۔ اور رات کو رات کے طور پر کاٹا۔ اور بد نصیب وہ ہیں جنہوں نے اُس کی پیروی سے  
جی چرایا۔ اور اُس کی ہر ویس سے ناک چڑھائی۔ گرمی چلی پرائنوں نے جائزے کے پڑے نہ آتارے اور  
ہلکے بھلے نہ بنے۔ دن نکلا پرائنوں نے کر وٹ نہ بدلی۔ اور خواب شبینہ سے بیدار نہ ہوئے۔ اب وہ  
بہت جلد دیکھیں گے کہ پیچھے کون رہا اور منزل تک کون پہنچا ۛ

جو لوگ زمانہ کی پیروی نہیں کرتے وہ گویا زمانہ کو اپنا پیرو بنانا چاہتے ہیں۔ مگر اُن کی سخت غلم خیالی  
ہے۔ چند پھیلیں اور پاک کے ہوا کو نہیں دک سکتیں اور چند جھاڑیاں ہوا کا رخ نہیں پھیر سکتیں اسی لئے  
ایک پختہ کار شاعر نے کہا ہے کہ ”زمانہ تو نسا زوق بان زمانہ بساز“ اور عرب کے ایک حکیم کا قول ہے کہ ہم سب

کیف مملکتاً یعنی زمانہ بھر کو پھرے اُس کے ساتھ پھر جا، +

شیخ اگر فرماتے ہیں کہ مرہیو نے نکل صورتہ یعنی اپنی ذات میں ایسی قابلیت پیدا کر کہ جس تک کو چاہے خدا قبول کرے اس لئے غور کیا کہ زمانہ کبھی انقلاب سے خالی نہیں رہتا۔ اور اُس کا مقابلہ انسان ضعیف البیان سے نہیں ہو سکتا۔ پس انسان میں ایسی قابلیت ہونی ضرور ہے کہ جیسی ضرورت دیکھے ویسا بن جائے تاکہ نہ کا کوئی انقلاب اُس کو سخت صدمہ نہ پہنچائے۔ آدمی کے پُر زندگی اُنہیں متاوردہ خوں کو نقصان پہنچاتے ہیں جو اپنی جگہ سے اُلٹنا نہیں چاہتے پچھوٹے پچھوٹے ٹکڑا پودے جو ہوا کے ہر جھوکے کے ساتھ جھک جاتے ہیں ہمیشہ برقرار رہتے ہیں +

اس بات کا انکار نہیں کیا جاتا کہ عارضی یا چند روزہ کامیابی مقتضائے وقت کی مخالفت میں ہی حاصل ہو سکتی ہے مگر جو لوگ نیا بنیں اگر کامیابی کا پورا پورا استحقاق حاصل کر گئے وہ وہی تھے جنہوں نے مقتضائے وقت کو ہاتھ سے نہ دیا اور یہ سائنہ کیجاویسے بن گئے +

حکیم اوصال الدین انوری جس نے اپنے زمانہ کے تمام علوم میں کامل دستگاہ حاصل کی تھی۔ اور پھر عجم کے اُن تین شاعروں میں شمار کیا گیا جو ہمیشہ شعر مانے گئے ہیں۔ اگر مقتضائے وقت کی پیروی نہ کرتا تو یہ شہرت اور عزت اُس کو ہرگز حاصل نہ ہوتی۔ وہ خراسان کی ایسی بستی دزاکان میں ٹھہرا تھا کہ اتفاق سے اُس عہد کے ملک الشعراء ابو الفتح سجری کا لشکر بھی وہیں آکر ٹھہرا۔ انوری نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سدا جلیوس سجری کے ساتھ ہے۔ کما بشمان اشد۔ علم کا مرتبہ ایسا بلند۔ اور میں اس قدر مغفل؟ اور شاعری کا درجہ ایسا ذلیل۔ اور اس شخص کو یہ جاہ و شہرت؟ اب مجھ کو بھی قسم ہے جو شاعری بنکر دکھاؤں۔ چنانچہ اُنہی ات کو ایک قصبہ سلطان سجری کی طرح میں لٹھکر تمام کیا جس کا مطلع یہ ہے۔

گر دل دوستِ بھرو کاں باشد دل دوستِ خدا ئیگاں باشد

پھر تمام عمر شاعری کی بدولت خرمشال اور فارس و البال رہا۔ اور دنیا میں شہرت اور بلند نامی حاصل کی + ایک مجلس میں شیخ ابوالفضل کے کلمات اور ترقیات کا تذکرہ تھا ایک صاحب نے کہا کہ وہ بائیں ہاتھ کی کلات اس زمانہ یعنی انیسویں صدی عیسوی میں ہوتا تو شاید بعد التوں میں عرضی نویسی کر کے اپنا پیٹ پالتا، ہم نے کہا اگر وہ اس زمانہ میں ہوتا تو ہرگز اپنی کامیابی کا ذریعہ اُس لیاقت کو نہ گزرتا جس کی بدولت اُس نے سولہویں صدی عیسوی میں ترقیات حاصل کی تھیں بلکہ اس عہد میں وہ کم سے کم ایم اے یا ایل ایل ڈی کا صاحبِ حاضر و محفل کہنا کچھ نہیں تو لندن کے کسی نامی گرامی اخبار کا کارپانڈنٹ ضرور ہوتا یہ ہمارا ایک سرسری جلب تھا جو اُس وقت بلاتل زبان سے نکل گیا اگر ب خود کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب بالکل صحیح تھا

اور افضل کی ذات میں ہر زمانہ کا رنگ بدلنے کی ایسی طاقت تھی کہ وہ جس زمانہ میں ہوتا اُس زمانہ کی حیثیت کے موافق خصوصاً اپنے چشموں میں متاثر ہوتا۔ وہ ایک قدر میں جو غالباً اُس نے اپنے ہاتھ کے نام لکھا ہے تحریر کیا ہے کہ بعض لوگ میری نسبت یہ کہتے ہیں کہ ایک طالب علم کو اس قدر نصیب ملے کہ پہنچا دینا بادشاہ کو زیارت تھا اس نے میری بھی اب یہی تمنا ہے کہ سپہ گری کا کوئی کاروبار نہ کھلے۔ اُس کا یہ قول مراد دعویٰ ہی دعویٰ نہ تھا بلکہ اُس نے مرتے وقت اُسکے اکثر مملو بھی بھاگ گئے تھے اور چند آدمی جو بچے تھے وہ اس کو یہ صلح دے رہے تھے کہ اس تھوڑی سی جمعیت پر بندوبست کا مقابلہ کرنا مصدحت نہیں مگر وہ نہایت ترشی سے یہ لکھ کر مگر گریز کیا لافروغ مخالفت میں جا لکھا۔ لیکن چونکہ پانچ عمر لڑنے ہو چکا تھا گھوڑا گھوڑا کھا کر گرا اور اُس کے گرتے ہی مخالفوں نے شیخ کا کام تمام کر دیا۔

سلطان شہاب الدین خوری کو مورخوں نے بہت سخت اور تند مزاج لکھا ہے اور اُسکے ثبوت کیلئے اُس کی وہ زیادتی پیش کرتے ہیں جو فتح اجیر کے بعد اُس سے غلو میں آئی۔ یعنی کئی ہزار آدمی جو فتح کے بعد بچ رہے تھے اُن سب کو تیغ بید رہنے کے حوالہ کیا۔ مگر باوجود اسکے اُسکی سختی اور تند مزاجی کو اس سبب مذموم نہیں سمجھا کہ جس فتنہ و فساد کے زمانہ میں وہ قسماً ہوا تھا اسکے لئے ایسے ہی مزاج کا بادشاہ ہونا مندر اور تھا۔ جلال الدین اکبر کا زمانہ (جیسا کہ اکثر مورخوں نے لکھا ہے) خطی ہر اہم بینی اور اتحاد کا زمانہ ثابت ہوتا ہے اور اس سبب مکن ہے کہ بہت سے لوگوں کی کامیابی کا ذریعہ یہی بینی اور الہی ہو مگر تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے عہد میں کامیابی کا بڑا ذریعہ شجاعت و بہادری یا فضل و کمال اور علم و ہنر تھا کیونکہ اُس کے درباریوں اور مقربوں میں کوئی آدمی ایسا نہیں معلوم ہوتا جس نے بدوں کسی کماں یا ہنر کے محض بینی اور الہی کے ذریعہ سے مستند یا تیاڑ حاصل کیا ہو بلکہ اُسکے کان دولت میں ایسے آدمی البتہ پائے جاتے ہیں جو اپنے مذہبی قواعد کے نہایت پابند تھے اور جنہوں نے صرف اپنے فضل و ہنر کی مدد سے بادشاہ کے دل میں جگہ پائی تھی جیسے ملائح اللہ شیرازی مسلمانوں میں۔ اور راجہ ٹوڈرل ہندوؤں میں۔ یہ دونوں شخص اکبر کی دور میں نہایت نہایت متعصب مانتے تھے۔ بالآخر ملانے اپنے علوم عقیدہ و تقلید کے سبب اور راجہ نے حساب سیاق کی عمارت کے یاد انشدیدی اور حسن تدبیر کی جست کے دربار بادشاہی میں حرم مزہب حاصل کیا وہ سب پر روشن و ہدیہ ہے۔

بہر حال جن کامیابی کے دوچار ناجائز طریقے پائے جاتے ہیں ان ایک دوطریقہ جائز بھی ضرور ہو چکا ہوتا ہے اور جو کامیابی ان ناجائز طریقوں سے حاصل ہوتی ہے وہ اُس کامیابی کے برابر کبھی پائدار و مستحکم نہیں ہوتی جو جائز طریقوں سے حاصل ہو سکتی ہے ہم نے بار بار تجربہ کیا ہے کہ جن باروں میں مشائخ شام کا بازار گرم تھا اور جہاں حاکم کی مرضی کے خلاف بولنا جرایم کبریہ کے ارتکاب سے زیادہ خطرناک سمجھا جاتا تھا جب ان کوئی

سچا انسان اور طبیعت کا آدمی پہنچا اگرچہ اس کو چند فحاشی آزاد طبیعت کی کسی قدر روک تھام کرنی پڑی لیکن آخر  
اس کی راستی اپنا رنگ جانے بغیر نہ رہی۔ رفتہ رفتہ اُسی کا قل متبرقہ اور اُسی کی صلاح نیک سمجھ گئی +

ان تمام شہادتوں سے ہم یاسانی نتیجہ نکل سکتے ہیں کہ ہندوستان کی اکثر قومیں جو روز بروز قابل اند  
ہوتی جاتی ہیں اور مسلمانوں کی قوم بد قبالی کے بھنوار اور ذلت کی دلیل سے کسی طرح نہیں نکلتی اس کا سبب  
سوا کچھ نہیں کہ آدروگ اپنی حالت کو زمانہ کے موافق نہایت جاتے ہیں پر مسلمان اپنی فعداری کی بات نہ کر سکتے تھے +  
اے ہندوستان کے مسلمانوں! کیا تم بھی اُس عالم میں ہو جس میں تمہارے آباد اجداد زندگی بسر کرتے تھے؟

کیا تم اُسی کھیتی کے پرمان چڑھنے کے منظر ہو جس میں تمہارے بزرگوں نے تخم افشانی کی تھی؟ مدت ہوئی  
کہ وہ عالم گزر گیا۔ اور وہ کھیتی دیرابر ہوئی۔ خدا آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ تم کمن ہو اور کہاں ہو۔ تمہاری  
گرہ میں جو دام ہیں وہ بازار میں آج پھوٹی گوڑی کو نہیں چلتے۔ تمہاری دوکان میں مال ہے اُسے کوئی مفت  
خریدنا نہیں چاہتا۔ تمہارے چرخ میں جو تیل تھا وہ جل گیا۔ تمہاری کھیتی میں جو پانی تھا وہ سوکھ گیا۔ دیکھو!  
تمہاری ناؤ بودی ہے اور دریادوم بدم چڑھتا جاتا ہے۔ تمہارا قہر پیادہ ہے اور زلیں کھنٹی جاتی ہیں +

اس تمہید سے ظہور کو ضروریہ خیال پیدا ہو گا کہ ہم آگے چکر اپنی قوم کو انگریزی پٹھنے کی میز کرسی لگانے کی  
کوٹھ پتھوں پہننے کی۔ پھر یہ کانٹے سے کھانے کی ترغیب دینگے کیونکہ ظاہر زمانہ کا حال مقتضی یہی معلوم ہوتا  
ہے۔ مگر ان کو یاد رہے کہ ہماری مراد اس تمہید سے یہ ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ جس بُری حالت  
میں ہیں اُس سے نکلنے کی جو سیدھی راہ اُنہیں نظر آئے اُسی راہ کو اختیار کریں اور جس طرح ہو سکے اپنا قدم آگے  
بڑھائیں کیونکہ زمانہ باز بند نہ رہا ہے کہ من استوائو ماکھو مغبون رہتی جسکے دو دن ایک حالت پر  
گننے و شمار میں آئے اور درو دیو اس سے یہ صد آ رہی ہے کہ قدم سہی پشتر بہتر +

دنیا میں کھل ایک عام گھوڑوٹکا تا شاہور رہا ہے۔ ہر گروہ نے شہسوار جوق جوق اس میں آتے ہیں اور  
اپنے اپنے ہنر دکھاتے جاتے ہیں۔ کچھ اُن میں سے مجرور آتے ہی برق فاط کی طرح ایک ان ادا میں گزرتے  
کچھ اُن سے پیچھے پہنچے کچھ راہ میں ہیں مگر فافاں و فیزاں چلے جاتے ہیں۔ کتنوں نے اپنے گھوڑوں کی ابھی  
باگ اٹھائی ہے۔ کتنے چلنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ لیکن بہتیروں کو ابھی گھوڑوٹک کی خبر بھی نہیں پہنچی! نئے  
گھوڑے تھان پر بندھے ہیں۔ اور وہ خود آرام سے پڑے سوتے ہیں۔ شاید وہ اُس وقت بیدار ہونگے۔  
جب گھوڑوٹک کا وقت نکلیا جائیگا اور وہ ہاتھ دتے رہ جائیں گے۔ اے مسلمانوں! ہم کو خوف ہے کہ وہ ناکام گروہ  
کہیں تمہاری ہی قوم نہ ہو۔ اور وہ ہاتھ جوڑے جائیں گے تمہارے ہی ہاتھ نہ ہوں +

اے مسلمانوں! تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ جو شے تم کو ابھرنے نہیں دیتی وہ کیا ہے؟ اور جس کے سبب تم

جنس نہیں کر سکتے وہ کون سی بندش ہے؟ یاد رکھو وہ تمہاری ہی وحدہ تہید ہے جس نے تم کو جنسی مادی میں  
 مجبور اور دبے اختیار نہیں کیا بلکہ تبارت میں - ذراعت میں - علم و ہنر میں - حرفہ اور پیشہ میں - غرض ہر کام میں  
 تمہاری عقلوں پر پروا اور ہر بارہ میں تمہارے پاؤں میں بڑی ڈال رکھی ہے اہم کم کو اس پر ہندوئی کی طرح نہیں  
 کر رکھا ہے جس کے پرکٹے ہیں اور آنکھیں ہی جوئی ہوں۔ تم میں طاقت پر مان ہے نہ نگاہ و درمیان ہے  
 تقید نے تم کو تہ و مینی اور دنیوی ترقیوں سے فارغ البال کر رکھا ہے اور تمہارے کان میں یہ بھوکے یا بکے  
 جو کچھ کہنا تھا سو اگلے کر گئے اب اس نے یادہ کرنا غیر ممکن ہے تمہارے نزدیک جس قطع کی کشتی طوفان فرج میں  
 بنائی گئی تھی اُس سے بہتر کوئی قطع انسان کے ذہن میں نہیں آ سکتی۔ اور جو پیشہ آج سے ہزار برس پہلے تھا  
 بزرگوں نے اختیار کیا تھا اس کے سوا کسی جیل سے تم رومی نہیں کا سکتے تمہارے نزدیک تمام عقل انسانی پہلے  
 طبیفوں پر تھی ہو گئی اور انہوں نے تمہارے لئے کوئی موقع ایسا نہیں چھوڑا جس میں تم کو اپنی انسانیت کے کچھ کام  
 لینے کی ضرورت پڑے شیخ نے قانون میں ان انسان کی تشریح جو کھسی سو لکھسی اور محمد حسین کنی برہان قاطع  
 میں لغات فارسی کی تحقیق جو کر گیا سو کر گیا۔ اب کون ہے جو قانون سے کچھ بڑھ کر لکھ سکے یا برہان کنی عیب  
 ڈھال سکے۔ تم صرف انہیں لوگوں کی تقید نہیں کرتے جنکے ساتھ تم کو حسن عقیدت ہو کہ طلب میں جالینوس کی  
 منطق میں رسطولی ہندوستان کی رسول میں ہندوؤں کی تقید کو بھی اسی نہ ضروری مانتے ہو جس قدر  
 ہیں اہم و عظمیٰ تقید تمہارے نزدیک واجب و لازم ہے اگر کسی کو اس بات میں تامل ہو تو کراچ بیوگان کے  
 معام میں غور کرے اور دیکھے کہ اس کا مجوز کون ہے اور مانع کون ہے اور ہندوستان کے عام مسلمانوں نے  
 مجوز کے حکم کی تعمیل کی ہے یا مانع کا کٹنا مانا ہے +

اس تقید کی بدولت تم میں ایک اور مرض پیدا ہو گیا ہے جس نے تمہاری ہی سہی ہمت خاک میں ملا دی  
 اور تم کو بالکل اپنا بیچ کر دیا۔ پوچھو وہ کیا ہے؟ وہ خراب و ضعیف ہے جس کی ہر بات تم ترقی کرنا والوں کو  
 مشنوں کے لئے سمجھتے ہو اور ڈھور ڈاگر مل کی طرح سد ایک حالت پر رہنے کو کمال نفس انسانی قرار دیتے ہو +  
 ہندوستان کے وضع داروں کی یہ رائے ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں محض طبقہ یا جوار عادت اختیار کرے اس کو  
 آخر تک ترک کرنا نہیں چاہئے۔ جوانی میں اگر ڈرامی چڑھائی کی عادت ہو جائے تو سن شیخوت تک اس منع  
 کو نباہنا ضرور ہے اور بچپن میں اگر کام اور ٹوپی پہننے کا لپکا پڑ جائے تو بڑھاپے کے جھریاے پھر کو بھی اس سے  
 محروم کھن نہیں چاہئے۔ چنانچہ معتبر راویوں سے سنا گیا ہے کہ وہ بزرگوار بھٹ خانہ جن کا سن شریف ساٹھ  
 پینسٹھ ہے تاجا وز ہو گیا تھا اور نہایت متقی اور متوجہ آدمی تھے ہر جمعہ کو شاہ عبدالغنی صاحب کے پاس میں حاضر ہوا  
 کرتے تھے۔ شاہ صاحب بھی ان کی کمال تعظیم کرتے تھے۔ بالآخر تقدیر میں ان حضرات ڈرامی گھٹواتے تھے بسے

منہ پھٹ آدھیوں نے جوان پر اعتراض کیا تو یہ فرمایا کہ ہم خود اس حرکت سے منتقل ہیں مگر کیا کریں جو وضع قدیم چلی آتی ہے اس کے خلاف کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اسی طرح ایک شریفوں کی بستی میں ایک صاحب سنا سیدہ بڑے مازمی اور پرہیزگار تھے مگر خوشاکی نازک بھی نہ پڑھتے تھے لوگوں نے سبب پوچھا تو یہ فرمایا کہ بہمن میں تو اس سبب کے نہ پڑھی کہ کھانا کھاتے ہی شام سے سو رہتے تھے۔ جوانی میں لود و لعب مانع رہا۔ اب بڑھاپے میں نئی بات کرتے ہوئے جی کچا پاتا ہے۔ خیر ہم اپنے قدما کی اس لئے پر اعتراض نہیں کرتے کیونکہ اس وقت زمانہ کا مقتضایں تھا۔ سلطنت مغلیہ پر زوال آچکا تھا۔ ترقی کی راہیں فتنہ و فساد کے سبب چاروں طرف سے مسدود تھیں طبیعتوں پر ایسی اور فساد کی چھائی ہوئی تھی۔ ایسی وقت میں منزل کے جس طرح راہ را مسلمانوں میں پائے جاتے تھوٹے تھے مگر ہم کو اپنے معصوموں کے حال پر بے اختیار رونانا آتا ہے جو اس امن و آسودگی کے اندر نہیں بھی وضو داری کے حصار سے باہر نہیں نکلتے اور مقتضائے وقت کو نہیں دیکھتے۔ ذرا ترقی کرنی چاہتے ہیں۔ نہ اوروں کی ترقی کو پسند کرتے ہیں۔ جو شخص اپنی اپنی حالت سے نکل کر اچھی حالت میں آنا چاہتا ہے اس کو زرا متلون مزاج اور بے استقلال ہی نہیں بتاتے بلکہ اس پر انواع و اقسام کی رائیں لگاتے ہیں جن میں سب سے ہلکی اتحاد کی پیشین گوئی ہے +

شاید ملکوں میں آجکل ترقی کی یہ صورت ہے کہ جو شخص پانچ سات برس کہیں پڑوس میں رہا ہے وہاں اس کا حال نہیں ہوتا کہ وطن میں پہنچ کر اسی وقت وہاں کی عام مجلسوں میں شریک ہو جائے جتنے دنوں وہ باہر رہتا ہے اتنی مدت میں وہاں اس قدر ترقی ہو جاتی ہے کہ وہاں پہنچ کر ایک دوسرا عالم دیکھتا ہے اور اپنے تئیں اس شعر کا مصلق پاتا ہے۔ - ۵

جہارت کو تہ و دل تنگ و خاصاں ملک نیبا یہ داندہ و صحرائی طریق کار سازی را

سچ یہ ہے کہ آیت کل یوم دھونی شان کے معنی ایسے ہی ملکوں میں جا کر کھلتے ہیں اور انسان کا شرف الخلق اور فنیقہ الرحمن ہونا دیں جا کر ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اور خاص کر بجائے مسلمانوں میں جن کی جا کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی فیاضی ایک خاص حد تک محدود و معدوم ہوتی ہے اور اس آیت کے معنی صرف عقلاً تسلیم کرنے پڑتے ہیں کہ "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوُجُوهِ وَالْجُرُودِ وَقَدَّمْنَا مِنْ الطِّبْيَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا" بارضایا ہماری قوم کو تعلیم عطا اور وضو داری کے سر پرست بناتے اور ان کو دینی و دنیوی ترقیات آباد کرنا کا ادب ان کو عطا کرتے تھے نہیں دیتا۔ اور ان کی وضو داری سچی ہی ہندی کی صورت نہیں ملنے دیتی بلکہ شیخ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تبرکہ قدم کے بڑھائیں اور اس میں ہر حال کی قدر چھانیں جو تو نے بنی نوح انسان کے تمام اعضاء و اعضاء و اعضاء کو یکساں رعایت کیا ہے۔ - ۵ سرور عانیان اور اسی بے خود را نہ مکتبی بخواب خود و را تا قبلہ مواجیلان بینی



# مضہ ون فارقلیط اللہ

## مباحثہ

### نئی تہذیب اور پرانے خیالات کا

ایک دوست ایک اپنے قدیم دوست پاس آئے اور دیکھا کہ وہ قدیم دوست کسی قدر نئی تہذیب میں ہیں کچھ دن میں آزرہ ہو گئے اور کہا کہ آج کل ہندوستان میں تہذیب کی کچھ بڑی معیوضہام ہے کہ فی گت ہے کہ تہذیبوں پہناؤ چھری کانٹے سے کھانا میز کرسی پڑھینا بہت بڑی تہذیب ہے اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب باتیں بن اسلام کے برخلاف ہیں اپنے بزرگوں کے دستوروں کو چھوڑنا بہت بڑی بات ہے پھر فرمائیے تو کہ آپ کس رنگ میں ہیں +

جواب۔ آپ نے اخلاق نامہ صری اور اخلاق جلالی ضرور ملاحظہ کی ہوگی اُس زمانہ میں علماء اسلام نے حکمائے یونان کے اقوال کو نہایت اچھا سمجھا تھا اور اُن کو اختیار کیا تھا اور جو کہ مکملے یورپ کے اقوال اُن سے بھی عمدہ ہیں اس لئے اس زمانہ کے مسلمانوں کو لازم ہے کہ یورپ کے حکماء کے اقوال کی عزت کریں +

سوال۔ آپ نے تہذیب کے کیا معنی سمجھے ہیں +

جواب۔ وہی جو اخلاق جلالی اور اخلاق نامہ صری میں لکھے ہیں یعنی سیاست نفس سیاست منزل سیاست مدن مگر اتنا فرق ہے کہ اُس زمانہ کے لوگوں نے لکھا پر کیا کچھ نہیں یورپ کی قوموں نے ان تینوں باتوں کو بدرجہ کمال پہنچا دیا +

سوال۔ کیا تہذیب انگریزی بوٹ اور کالا کوٹ ہی پہننے میں ہے جس پر لوگ ہنستے ہیں اور بڑا کہتے ہیں +

جواب۔ پہننا تو ایک طاقت کی بات ہے مگر سمجھنا چاہئے کہ ہر ایک چیز کی جڑ اجداد تہذیب سے لباس اور روزمرہ کے دستورات کی تہذیب بمنزلہ الف بے کے ہے اگر یہ شروع نہ ہو تو سبق تہذیب کا اگلے چل نہیں سکتا +  
میں نے جریہ کہا کہ ہر ایک چیز کی جڑ تہذیب سے اس کی چند مثالیں سنو۔ ہندوستان میں پہلے سبائی میٹھی کے چراغ میں تیل ڈال کر طاق میں رکھتے تھے جس سے طاق چمکتا اور دیوار کالی ہوتی تھی ہندوؤں نے تیل کے اُس میں چمکے رہ جاتے تھے اُس میں تہذیب ہوئی اور لکڑی کا دیوٹ بنایا گیا طاق کا چمکنا جو نا اور دیوار کا کالا ہونا تو

موقوف ہوا مگر دیوٹ ایک ایسی سیٹول چیز تھی جس پر سیروں جیکٹ جم جاتا تھا ہزاروں ہانڈرچٹ چمٹ کر  
 مچلتے تھے جب اٹھا کر دوسری جگہ لپکاؤ تو ہاتھ کالا اور چکنا ہو جاتا تھا پھر اُس میں بھی تندیب ہوئی کہ  
 پتیل کا ڈیوٹ بنایا اور قتل سوزا اُس کا نام رکھا اُس میں بھی وہ سب نقص نور ہے مگر اتنا ہوا کہ آٹھویں  
 دسویں روز سیدہ دوائے گھروں میں بھول ڈالکلا اور باجھ کر صاف کر لیتے تھے اب حکما دیوٹ کے اُس کی  
 نوند یادہ تندیب کی لہنپ نکالا جس کا تیل سب چھپا ہوا ہے۔ ایک کُل کے ہانے سے تھی اور پتے چڑھاؤ  
 آتی ہے پھر دشمنی کی چیزیں ترقی کی کر اسین کا تیل نکالا جس میں مطلق چکنا کی نہیں پھر اُس سے بھی بڑھ کر  
 کاس نکالی کہ وہ صرف ایک ایسی ہوا ہے جو نظر بھی آتی ہے مگر نہایت عمدہ بنیوٹل بتی کے ملتی ہے اور اب ایک  
 اور قسم کی دشمنی نکلتی ہے جو ان جب بڑھ کر ہے پس یہ تمام جے جو میں نے بتائے چلے گئے تندیب کے تھے اگر  
 ہائے مکے لوگوں سے کہا جانا کہ چلے گئے تندیب کرو تو وہ اپنی نادانی سے ہنستے اور کہتے کہ چلے گئے  
 کیا تندیب ہوگی تندیب کی باتیں تو انہیں اسی طرح وہ لوگ بھی احمق ہیں جو یہ بات کہتے ہیں کہ لباس  
 فشت ہر فاست میں کھانے پینے میں کیا تندیب ہے تندیب کی باتیں تو انہیں +

دیکھو ہندوستان میں بیٹھنے کی چیز پٹیر بھی تھی۔ کڑیاں اور کپڑے اُس کی تندیب ہیں چوڑے کی کا بلانی  
 تمام ہندوستان میں عمدہ چیز گنی جاتی تھی۔ اب چوڑے کے کس اور انواع و اقسام کے بوٹ مینڈو اور بیگ  
 اُس کی تندیب ہے کاٹ کے صندوق سب استعمال کرتے تھے اُس کی تندیب خانوں اور الماری ہے  
 جس میں سب علیحدہ علیحدہ احتیاط سے رہتی ہے +

ہندوستان میں توڑہ دار بندوق اور اخیر کو پتھر کلا کے شیر بچہ تھے۔ اب دیکھئے کہ اُس کی تندیب ہوکر  
 کیسی کیسی عمدہ بندوقیں اور عجیب عجیب ٹپنے ایجاد ہوئے ہیں اپنے پندی کی طرح سے بھٹو ملی بندوقیں  
 دیکھیں جن کا کارٹوس خود آتا جاتا ہے اور چھوٹے کے بعد خود گر پڑتا ہے اور فیروز جاک اور پٹا خانگے چل جاتا ہے +  
 آپ ہندوستانی گاڑی اور دیکھو رتھ پر ضرور سوار ہوئے ہیں جس میں بیچا ٹانگہ مل جاتا ہے اُس کی  
 تندیب بھی دچرٹ ہے اور اُس وقت ریل سبکے اعلیٰ اُن کی تندیب کا درجہ ہے پس اُن کا مذہب چیزوں  
 کا استعمال تندیب ہے یا مذہب چیزوں کا +

سوال۔ بیشک اُن تندیب یافتہ چیزوں کا استعمال تندیب میں داخل ہے اور نہ ہر ذرات تمام قوموں میں  
 اور مسلمانوں میں اُن کا استعمال ہوتا جاتا ہے مگر بوٹ اور کوٹ پتلون پنٹا اور مین کرسی چھڑی کانٹے سے کھانا  
 خاص انگریزوں کا دستور ہے ہم کو اُن کی تقلید کرنی کیا ضرور ہے جناب پیغمبر خدا صلعم نے چھڑی کانٹے سے  
 مینر پوشاک نہیں کھایا علامہ اس کے جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُن کی نسبت علماء من قنہہ بقولہ کی دلیل

سے کفر کا فتوے دیتے ہیں +

جواب : آپ نے تو بہت سی باتیں لکھ کر سب کا لنگ لنگ جواب منسے +

انگریز اس دلیل سے تو مزید کڑی پرکھنے پھرنے سے نہیں کھاتے کہ حضرت عیسیٰ یا حواریوں نے اس طرح پرکھایا ہے پھر آپ کیوں نیادی برتاؤ کی باطل میں جناب سول ضاحلم کا ذکر کرتے ہیں محالہ اس طریقہ زندگی اور گذر اوقات اور کھانے پینے کا جناب سول ضاحلم کا تھا وہ کسی کلمے جو کچھ نہیں آپ کھاتے ہیں اور پیتے ہیں اور سودی سے کھینچے ہوئے پتنگ پر سوتے ہیں اور چار چار بھار دار نکیر اور دھڑ دھڑکتے ہیں اور معدول کیا اس پر نہیں ہیں ات پان بازی ہوتی ہے۔ وہ گڑبڑا پاؤش ہوتا ہے کبھی جناب سول ضاحلم نے بھی ایسا کیا ہے پس ایسی باطل میں آں حضرت ضاحلم کا نام ہمارا نکالیتے ہوئے ہم کو شرم کرنی چاہئے۔ ہمارا منہ اس بات نہیں ہے۔ یہ سب اسودی ہیں عقل و حکمت سے علاوہ رکھتے ہیں ذہن کے ان کو کچھ تعلق نہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ تم انگریزوں کی تقلید کرو بلکہ دنیاوی باتوں میں جو عقل کے نزدیک بہتر ہو اس پر چلو +

آپ تمام ہندوستان کے لوگ انگریزوں کا بنایا ہوا کپڑا پہنتے ہیں کیونکہ وہ نہایت عمدہ ہوتا ہے لباس سے وہ چیزیں تعلق ہیں۔ ایک کپڑے کی عمدگی جبکہ لباس بنایا جاوے دوسرے لباس کی قطع۔ پہلی بات تو آپ قبول کرتے ہیں کہ انگریزی کپڑے سے بہتر کچھ انہیں مگر انگریزی لباس کی جو قطع ہے اس سے بہتر کوئی قطع بھی نہیں جس طرح کہ خدا تعالیٰ نے انسان کے بدن کو بنایا ہے اسی طرح انگریزی لباس کی قطع ہے اور یہی سبب کہ انگریزی لباس ہر عضو کے موافق اور بدن میں ٹھیک چست ہوتا ہے برخلاف ہندوستانی لباس کے کہ ایک اس کی قطع بھی اعضاء بدن کے موافق نہیں ہے پس اس طرح پر لباس کی قطع کا بھی ایک صنعت ہے۔ جس طرح کہ ہزاروں آدمی کپڑے کی صنعت کو پسند کرتے ہیں اسی طرح ہر آدمی قطع کی صنعت کو بھی پسند کرتے ہیں +

یہاں تک گفتگو ہوئی تھی کہ عجب صاحب خانہ نے ایک کتاب اٹھائی اور کھوکھریا کی تصویر سلطان عبدالعزیز خان مرحوم قیصرِ ہند کی ہے اور یہ تصویر نکلس شہنشاہِ روس کی ہے۔ اب بتاؤ کہ ان دونوں کے لباس میں کیا فرق ہے۔ چند صفحہ الٹ کر سلطان عبدالعزیز خان سلطان حال کی تصویر دکھائی۔ یہ تصویر اس وقت کی تھی جب وہ لندن گئے تھے پھر ایک ورق اُٹ کر اسمیل پاشا فریدی مصر کی تصویر دکھائی۔ پھر عبدالسلام پادشاہ مراکو کی تصویر دکھائی کہ سب انگریزی قطع کا لباس کوٹ پہنوں پہنے ہوئے ہیں اور کہا اب تمام مسلمانوں کو اس کے سزاواروں اور امیروں نے یہی لباس اختیار کیا ہے۔ یہ سب کا تو ہیں۔ بخود بادشاہ +

ایک اور صاحب جو وہاں بیٹھے ہوئے چپکے چپکے باتیں سن رہے تھے بول اٹھے کہ صاحب جس حالت میں

سلطان دوم اور تمام مسلمانان بادشاہ اور ملوک نے امر اور نذر ایسا لباس پہنتے ہیں جہاں ٹٹے ٹٹے کا بھی موجود ہیں اور خود سلطان عادل کا مرتبہ جہند سے فائق ہے تو اب اس میں بحث کرنا محض فضول ہے +

**سوال** - صاحب یہ سچ لکھ کر کیا کہئے ہندوستان کے ملاوتمن تشبیہ بقوہ کافرتوں نے دیکر کافر بنائے دیتے ہیں +

**جواب** - جناب یہ مانیں ہیں بلکہ کٹھ ملاں ہیں یہ ترجمہ در مختار کا جس کو مولوی محمد اصرح صاحب نے چھاپا ہے موجود ہے جتنی مذہب میں یہ کتاب نہایت مقبر ہے اور اسی چغنی مذہب کا مدار ہے اس کی جلد اول صفحہ ۸۷۵ میں یہ عبارت لکھی ہے - کہ تشاہد ہونا اہل کتاب سے ہر چیز میں مکروہ نہیں مثلاً کھانا اور پینا اور دوسری ضروریات حنی مسلمانوں اور اہل کتاب کی یکساں ہیں تو شہادت کے کچھ ہر جہ نہیں بلکہ بری بات میں مشابہت مکروہ ہے علاوہ اس کے احادیث شریف میں بھی آیا ہے - کہ جناب غیر ضاملم نے اور ملکوں کا لباس پہننا ہے یعنی جبہ شامیہ اور جبہ رومیہ اور کسروانیہ اور قبائے فرموج جس کا پیچھے سے دامن چاک تھا زیب تن مبارک فرمایا ہے اور انہی دلیلوں سے علماء روم نے فتوے دیے ہیں ہندوستان کے کٹھ ملا اگر تصعب اپنی آنکھیں بند کر لیں تو اس کا کیا علاج ہے بعد اس کے کتاب فتوح المصیر اور فتوح الشام میں اُس میں لکھا تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ طلائئ لباس حاکم جلیل کا پہنے ہوئے تھے پھر کیا نے سعادت نکالی اُس کے رکن سوم اہل حرم میں لکھا ہوا تھا کہ جناب سلطان الانبیا وسلم کے واسطے کفار جو کہ شرابیہ سمجھتے آپ اُسے بھی پہن لیتے صحابہ کبار بھی جو کہ کفار کی لوٹ میں پاتے بے تکلف پہن لیتے +

ایک صاحب طہرین میں سے بول اُٹھے کہ جب ہندوستان کے بہت لوگ متفق ہو جاویں گے ترتبیم لباس چھوڑا جاوے گا ورنہ قدیم چال چھوڑنی لازم نہیں +

صاحب غانہ نے کہا کہ حضرت ہزار عاقل تو ایک بات پر متفق ہو جاتے ہیں مگر جاہل و دبی ایک بات پر متفق نہیں ہوتے - ہندوستان میں تو بہت باطلہ بات ہیں ممکن نہیں کہ ایک مدت پر گو وہ کسی ہی اچھی ہو چند شخص متفق ہو جاویں ایک زمانہ تھا کہ کھڑکی دار گڑھی اور گھیر داہ جامہ اور گیتند جوتے کا علاج تھا پھر نیمہ بھی پہننے لگے اور رنگ برنگ کے حیرے اور پٹواں قیاں باندھنے لگے پھر وہ پڑی ٹوپی اور چھ کلپا آگ لکھا اور غرارہ دار پاچارہ شروع ہوا کسی کپڑی نے یہ لباس نہیں شروع کیا تھا کسی ایک شخص نے اُس کو جاری کیا دیکھا دیکھی مہک نے لگے مگر جو لوگ جامہ انیمہ پہننے کے عادی تھے وہ ان لوگوں کو

اسے اس باعث کے وقت سید احمد خاں کے کسی دوست کی مدد و ماں حاضر تھی وہ بول اُٹھی کہ اسی نے بتایا یہ مسلمان

سید احمد خاں نے بھی یہ لباس اختیار کیا ہے - ۱۲ - مہتمم +

ہزاروں نام رکھتے تھے اور بڑا بھلا کتے تھے پھر چند ہندو کے ہندو نہیں جا رہے اپنے والد نے اُس لباس کو پہنا اور اُن کی والدہ نے قریباً اُن اُسی کو اختیار کر لیا اب اگر کوئی جاہل ہنسکے نکلے تو اُن کے تایاں ہکا کر بیچے پڑ جائیں۔ میرا لباس دیکھئے کہ اگرچہ ہندوستانی لباس سے کسی قدر فرق ہے مگر انگریزی قطعاً کا بھی نہیں ہے صرف قدیمی لباس میں کسی قدر ترمیم کی ہے ختنان ایک قدیمی لباس ہے اُس کا طول نصف قد کی برابر رکھتا ہوں کلیاں جو بنگلہ بدستور ہندوستانی قطع گاہے اکثر شول میں صدی کا ساز لگا ہوا ہے بعض میں بٹن ہیں اور بعض پیٹ دار ہیں دونوں طرف سینہ پر اور پشت پر دو اونچے چوڑی پیٹ ہے یہ خاص ترکوں کا ایجاد ہے اور کہیں کچی ٹی بھی ترکوں کا دستور ہے ادھاپا جاہل مولوی وضع کا ہے بابیک کپڑو بسبب نفوذ کرنے سرد گرم ہوا کے انسان کے لئے مضر ہے اس لئے سخت کپڑا کی پوشاک بنانا ہوں جائے میں بانات اور کشیرو کا لباس پہنتا ہوں +

**سوال**۔ ہندوستان میں جو لباس رائج ہیں اُس میں کیا بُرائی ہے اہل اُس میں تبدیل اور تہذیب کی کیا ضرورت ہے +

**جواب**۔ آپ کو گاڑی اور تھ کے بدلے چرٹ اور گجی رکھنے اور ڈیوٹ اور قتل سونے کے بدلے لمپ اور خانوس پہنانے کی کیا ضرورت ہے صرف اُن کی عمر کی سبب تبدیل کی گئی ہے پس لباس کے تبدیل کرنے کی بھی یہی ضرورت ہے دیکھنا لباس آدمی کو چست نہیں رکھتا اور جائے میں مضائقہ یا دو سالہ میں لپٹ کر آدمی آدمی نہیں رہتا بلکہ ایک گھڑی ہو جاتا ہے +

مہمان نے کہا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اونچا لباس اور چست سبب طرح سے اچھا ہوتا ہے۔ سواری شکاری میں بھی فائدہ دیتا ہے مگر یہ تو فریسیے کہ چھری کانٹے سے کھانے کی کیا ضرورت ہے بلکہ خلاف سنت ہے اور ہاتھ سے کھانا سنت ہے +

**جواب**۔ ہاتھ سے کھانا سنت موکرہ نہیں ہے جس کے ترک میں گناہ ہوا آپ ہزاروں کام سنت موکرہ کے خلاف کرتے ہیں اور کچھ خیال بھی نہیں کہ تھے گناہ ہاتھ سے کھانے کی سنت آپ کو یاد ہے جناب خیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چالیس چالیس روز تک چھوڑا اور اس پانی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تھا بخیر کی بغیر مجھے آپ کی مدنی اکثر فروش فرماتے تھے مگر آپ مذکورہ قور صاحب پناہ اور تنجن بریانی منظر فیضی وغیرہ مشن سے مرغن کھانے نوش فرماتے تھے ہیں کبھی مسنون کھانا کھانے کا خیال نہیں آتا مگر کھانے کے مسنون طریقہ پر بحث ہوتی ہے اور وہی ٹھیک مثل آپ پر معاف آتی ہے جو حاجی اسلام سید محمد خاں نے کسی ہے کہ کھانے فرعون اور طریقہ مسنون ایک طرف دس انگریز اور ایک ملتان

دس مسلمان اور ایک طرف دس ہندو کھانا کھاتے کو بجا دو کپانے اپنے طریق پر کھا دیں اور تمہارے دل میں جو باتیں سامنی ہوتی ہیں ان کو تو خدائی کے واسطے علیحدہ طاق میں رکھ دو اور مورخوں کی آنکھ سے باقاعدہ دیکھو کہ تینوں قوموں میں سے کس کے طریقہ میں نفاست اور صفائی ہے میرے تین دست ایک انگریز کے یہاں صاف ہوئے ایک ان میں سے نہ گھٹے ہوئے مولوی صاحب بھی تھے انگریز اپنی میز پر کسی پرادیہ تینوں کے ساتھ فرش پر بیٹھے اور کھانا کھانا شروع کیا مولوی صاحب کے ہاتھوں پر شوربا بننے لگا اور وہ بار بار چائے لگے یہ دیکھ کر وہ انگریز پہلے تو ہنسنا آفراس کو اس قدر لگن آئی کہ کھانا چھوڑ کر کمرہ سے باہر نکل گیا جیسا آپ ہندوؤں کے ہاتھوں میں بچا دیکھ کر ان کی طرز و روش پر حقاقت سے ہنستے ہیں ایسا ہی انگریز ہم لوگوں کے کھانے کے طریقہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے اور اس پر ہنستے ہیں اور کھانے والوں کو گنوار کہتے ہیں +

صمان نے کیا یہ تو اپنے سچ فرمایا کہ جو کبھی مسلمان باہم کھانا کھاتے بیٹھتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض ایسے غیظے پن سے کھاتے ہیں جس کو دیکھ کر نفرت آتی ہے۔ انگلیاں شوربہ سے بھرتی جاتی ہیں اور وہ چاٹتے ہاتھ میں پلاز میں شوربہ ہاتھ سے ملاتے ہیں اور اسی تھڑے ہوئے ہاتھ سے اس کو کھاتے ہیں چاروں انگلیوں سے فرنی کے سر پہ بھرتے ہیں جی تو چاہتا ہے کہ میں بھی چھری کا نٹے سے کھایا کروں مگر لوگوں کے برابر کھانا ہے +

جواب یہ آپ کا خیالی ڈر ہے لوگوں کا یہ دستور ہے کہ پہلے تو ایک شخص پر ہنسنا کرتے ہیں اور پھر آپ بھی ویسے ہی ہو جاتے ہیں +

سوال۔ انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا کیسا ہے +

جواب۔ انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا خدا اور رسول کے حکم سے جائز ہے قرآن شریف میں صاف حکم موجود ہے۔ طعام الذین اوتوا الكتاب حل لکھ اور خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسماؤ زینب بیوہ کی دعوت کھائی جس نے گوشت میں زہر ملا یا تھا چنانچہ اس نے ہر کے اثر نے بہت سی تکلیف جناب رسالت مآب کو دی اور بھی بیویوں نے دعوت کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی ہے اور جب کبھی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل کتاب یعنی یہودی انصاری سے صلح کرتے تو شریعہ صلح میں یہ شرط بھی ان سے قبول کرتے کہ جو کوئی مسلمان ان کے یہاں جائے اس کی ممانی اور دعوت کیا کریں حضرت ابو بکر صدیق کے عہد خلافت میں جب عا طیب بطور پلہمی کے مقوقس بادشاہ مصر کے پاس گئے جو نصرانی تھا اور دسترخوان بچھایا گیا اور اس پر سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا چائیاں اور سب کھانے پر بیٹھے تو حضرت عا طیب

کہا گیا کہ تم بھی کھانے میں شریک ہو انہوں نے انکا کیا تب بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ میں جانتا ہوں جو تم پر حلال ہے اس لئے سوائے اُن پرندوں کے کوئی اور چیز حرام ہے تم کو نہ کھلا دیجئے ماطلب نے جواب دیا کہ میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہیں کھاتا اللہ تعالیٰ نے اُن کا حصہ ہم سے جنت میں کیا ہے پس اُن نے کھانا مٹی کے برتنوں میں اور حضرت ماطلب نے کھایا اور ہمیشہ سے ہمارے سلطان روم اور خدیو مصر اور شاہ ایران اور اُن کے امراء اور رعایا ہر کوئی اہل کتاب یعنی انہیں انگریزوں اور یہودیوں کے ساتھ کھاتے ہیں اور کچھ پرہیز نہیں کرتے +

**سوال**۔ اہل کتاب اس زمانہ میں سورہ کا گوشت کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں تو پھر کیونکر ہم اُن کے ساتھ کھا سکتے ہیں +

**جواب**۔ یہ کوئی بات نہیں ہے اہل کتاب اُن چیزوں کا استعمال پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کرتے تھے اور اُن کے استعمال کی وجہ سے اُن کے ساتھ حلال چیزوں کا کھانا جائز نہ ہوتا قرآن شریف میں اُن کے کھانے کی صلت کا حکم نازل نہ ہوتا اور جناب سالت ماب کیسی بیوی یا غزالی کی دعوت قبول نہ فرماتے اب ہندوستان میں بھی جاٹ وغیرہ بعض ہندو قومیں سور کھاتی ہیں اور کالیستھ کثرت سے شراب پیتے ہیں اور ہندو گائے کا پیشاب بھی پاک سمجھ کر پی لیتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی مسلمان اُن کے گھر کا دروازے ہاتھ کا پکا جوا کھانا کھانے میں کچھ بھی کراہت نہیں کرتا +

**سوال**۔ میں نے سنا ہے کہ جتنا پسینہ نماز پڑھنا لگنا ہے اور آپ بوٹ پہنے بیٹھے ہیں کیا اسی طرح آپ نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ آپ نے کس سے سنا ہے کہ جتنا پسینہ نماز پڑھنا منع اور گناہ ہے۔ لوگوں کی زبانی سنا ہے +

**جواب**۔ آپ نے رواجی مسلمانوں کی زبانی سنا ہوگا جو احکام دین پر دم کو رواج کو مقدم سمجھتے ہیں درختا میں صاف لکھا ہے مسجد میں جانے والے کو چاہئے کہ اپنے جوتے کو دیکھ بھال لے کہ کہیں بھاسکے اکودہ تو نہیں ہے اور جوتہ اور موزہ پنکڑ نماز پڑھنا بشرطیکہ وہ ظاہر ہوں افضل ہے اور وجہ فضیلت کی یہ ہے کہ طہرائی نے ایک حدیث اس مضمون کی روایت کی ہے کہ جوتوں کو پنکڑ نماز پڑھنا اور بیڑ کی مشابہت مت کرواں شامی نے اہل کھانا ہے کہ جوتا پنکڑ مسجد میں با ناس زمانہ سے عرف میں داخل ہے ادنیٰ ہے لہذا جو کہ فرش کی آلودگی کا خوف ہے مگر یہ فرمایئے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم واجب التعمیل ہے یا شامی اور عراقی کا شامی وغیرہ کا شارح ہے اگر اُس نے اپنی رائے یا زمانہ کا دستور لکھ دیا تو وہ اہل شریعت کا حکم نہیں ہو سکتا اس دستور کے قائل ہونے کی وجہ سے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب میں فرش بچھانے کا دستور تھا مگر جب مسلمان

حربے باہر نکلے نہ غلام اور مصلوہ ایران فتح کیا تو اپنی پانی طرز معیشت کو چھوڑ کر کچھ لباس پہنے اور صوفی  
فرش مکان میں بچھانے لگے اس فرش کو صاف رکھنے کے لحاظ سے پیادہ پھرنے کے بعد چھ اتار کر  
فرش پر پکڑنے اور بیٹھنے کا دستور ہو گیا وہی دستور مسجد میں بھی جاری ہو گیا مگر خلفائے بنی امیہ کے اہل  
مس کا علاج نہیں ہوا ان کے رد و بدعت یا مومن اتار کر بائبلے ادبی میں داخل تھا مجھ کو آپ دیکھتے ہیں کہ  
اس کمرو میں فرش ہے اور قالین بھی پچھلے جس پر میں ابٹ پہنے بیٹھا ہوں جب نماز کا وقت آتا ہے  
قوسی طرح بوٹ پہنے ہوئے نماز پڑھ لیتا ہوں +

مکان نے کتاب مجھ کو یقین ہوا کہ جو کچھ عرف عام میں مشہور ہے محض غلط ہے اور وجہ اس غلطی کی یہی  
کہنے لگے علم دین سے ناواقف ہیں تو بات میں پھنسے ہوئے ہیں مگر اب اکثر کتابیں امداد میں ہوتی جاتی ہیں  
قرمودی صاحب کی بھی ضرورت گھنٹی جاتی ہے اب تو میں بھی ایسا ہی کر رہا ہوں کہ مکان پر جوتا پہنے نماز پڑھا  
کر دیکھا لیکن مسجد میں گھایت علم کی وجہ سے جوتا اتار دیا کروں گا تاکہ جاہل نہ کہہ سکیں میں نے کہا کہ بعض ناخاند  
جاہل اس قدر متعصب نہیں ہوتے جتنے کہ لکھے پڑھے جاہل متعصب ہوتے ہیں +

**سوال** - یہ تو فرمائیے کہ انگریز مذہب اور ہندوستانی نامذہب کیوں کہلاتے ہیں +

**جواب** - اس بات کی تحقیق نہایت آسان ہے ایک ایسے انگریز اور ہندوستانی کے ٹھوس جاہک  
دیکھو جو یکساں عہد رکھتے ہوں یا برابر تنخواہ پاتے ہوں تو تم انگریز کے جگہ میں دیکھو گے کہ جگہ کے تمام  
اطراف نہایت صاف ہیں احاطہ کے دروازہ سے براۓ نامک عہدہ سرکار بنی ہوئی ہے ایک چھوٹا سا مین  
لگا ہوا اور خوش نمائند شیش اور پتروں ہیں جگہ کے اندر کرویں نہایت صاف اور اچھا فرش پچھلے ہے۔  
جس غرض کے لئے جو کمرو ہے اس میں اسی قسم کا ساز و سامان میٹا ہے میزیں اور کرسیاں اور مالاریاں  
اور شیش آلات سب اپنے اپنے موقع سے رکھے ہیں کچھ اور ان کی آیا نہایت صاف اور اچھا لباس پہنے ہیں  
کھانے کے وقت کھانے کی میز نہایت خوشنما اور صفائی سے آراستہ ہوگی جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے  
خانہاں۔ مہنگار کو چران یا تنگ کرسیاں اور فکر بہت کم لباس اور صوفی سے ٹھیکہ اور درست  
ہونگے ہتیار اور سواری وغیرہ ہر ایک چیز نہایت نفیس اور صاف ہوگی اور ہندوستانی کے یہاں چڑچڑکیں  
اسکے خراب اور سیلی اور اتر پڑاؤ گے جس کی تفصیل کرنا مناسب نہیں +

**سوال** - یہ تو آپ صریح فرمایا اگر نہ نہایت صفائی سے عہدہ طرز پر رہتے ہیں یا نہ ان کی منگی کا لطف انہیں کچھ  
مال ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ ہندوستانی انگریزوں کو دیکھتے ہیں پھر کیوں نہیں منائیے منگی بسر کرتے +

**جواب** - خاتمہ نے انسان میں ایک قسم کی خود بینی پیدا کی ہے جس کے جب ہر ایک شخص اپنی



ہر ایک بات کو گودہ کیسی ہی بڑی کیوں نہ ہو پسند کرتا ہے اور رسول کی باتوں کو گودہ کیسی ہی اچھی کہتا ہے۔ اچھی نہیں جانتا دیکھو بمشی اپنے کاٹا ہنگ مونے ہونٹ بھیر کے سے باتوں کو عدل اور خوبصورت سمجھتا ہے میں آپ کو ایک مثال سے اسی بات کو سمجھا تا ہوں آپ قوم حیر کے لوگوں کے پاس جلیے جو بالکل غیر منصفانہ وحشی ہیں اور ان کو سمجھائیے کہ تم چوس کے نہایت خراب جھوٹوں میں بہتے ہو ایک لنگوٹی باندھے ہو لیاب خانہ داری تمہارا نہایت خراب کچھ زمین پر پھسکا مارا کر بیٹھے ہو اس سبب تمہارا بدن میلہ ہے تم کو چاہئے اچھا مکان بناؤ چھٹے کپڑے پہنوا پنی اور لاد کو علم پڑھاؤ پاک صاف رہو تو وہ لوگ آپ کی این باتوں کی نہی اٹاؤ بیٹے اور سمجھنے کے آپ کو جنوں ہو گیا۔ ہے اور یہ جواب دینے کے ہماری موجودہ حالت بزرگوں سے ایسی ہی چلی آتی ہے یہی بہت اچھی ہے اگر آپ ان لی طرز معیشت اور دستوروں کی کچھ برائیاں بیان کرینگے تو آپ کو دھکے اور کاہنوں کی کڑکال دینے کے کچھ بھی نہیں سنیں گے مگر انہیں میں سے ایک نوجوان حیر کو پولیس میں کاشٹل مقرر کر دو اور اس کے اندر لکھنا پڑھنا حسب دستور پولیس کے سکھاؤ تو اس کو وردی کے پنے پھٹے سے چند وزین ننگے پھرنے کی عادت چھوٹ جاوے گی اور کچھ ضابطہ فوجداری بھی یاد کر لیا اسکے بعد وہ ہیڈ ہو جاوے یہاں تک کہ انپکٹری کے عہدہ پر ترقی پائے اور کچھ انگریزی پڑھ لے تب اس سے آپ دریافت کریں کہ جب ہم تمہارے گھر تم کو سمجھانے گئے تھے تو تم اور تمہارے بھائی برادر اپنی موجودہ حالت کو اچھا جانتے تھے اور اب تم عہدہ لباس پہنے ہو عہدہ اسباب لکھتے ہو عہدہ کان میں بہتے ہو اور اب کوکیا کہتے ہو تو آپ یقین فرماؤں کہ وہ ضرور کیگا کہ مجھ کو اس وقت عقل اور تیز رفتاری میرے اہل برادری سے باہر تھی یہ نہ حالت کسی طرح اچھی نہیں ہو سکتی عہدہ حالت یہی ہے جواب میری ہے اب یہ ارادہ ہے کہ کمال کا قانون یاد کر کے تحصیلدار کا امتحان دوں صاحب کلکٹر میری کارگزاری سے نہایت خوش ہیں فوراً تمہیں راکر دیجئے۔ اور ٹیڈ قوی ہے۔ کہ کچھ چند وزین ڈپٹی کلکٹر ہو جائیں گا۔

معان نے کہا کہ نے الواقع یہ مثال تو اپنے بہت ہی ٹھیک بیان کی بیشک یہ جہالت اور نادانی کا سبب ہے جہم اچھی باتوں کے حامل کرنے سے انکار کرتے ہیں اور اپنی موجودہ خراب حالت کو اچھا جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تمام مسلمان ترک روم اور شام اور مصر اور تونس وغیرہ کے مذہب بیدار ہو چکے ہیں آج کل کے مسلمان بھی بیدار ہوتے جاتے ہیں مگر ہندوستان کے مسلمانوں کا حال کمال افسوس کے قابل ہے کہ غیر غفلت میں کئی مینڈ میں پاؤں پھیلائے سوتے ہیں کہ تہذیب الاخلاق ان کو جگاتا ہے مگر جیسے سوتا ہوا غلام آدمی جگانے والے سے ناراض ہو کر لاتیں مارتا ہے جاتا ہے انکے بھی جو کچھ مہنہ میں آتا ہے کہتے ہیں مگر انکھیں نہیں کھولتے ہاں جن لوگوں کی نیند بہت غفلت کی نہیں تھی وہ بیدار ہو کر کوشش کرنے لگے ہیں اور انہوں کو جگاتے ہیں۔

# مضمون لوی محمد ذکا اللہ صاحب

## ریو لو

### منشی محمد ذکا اللہ صاحب کا لکھا ہوا

کیا مبارک دن عید کا کم شوال سنہ ۱۲۸۵ ہجری غیا کہ ایک انشد باغبان نے اپنے دست مبارک سے ہماری قوم کے لئے اس سرزمین ہند میں تندیب الاخلاق کا دو بیج بویا کہ پہلے کبھی نہ بویا گیا تھا اور اُس کی آبیاری ایسی جانفشانی سے کی کہ وہ جلدی سے زمین میں سے پھوٹا اور سبز کو نہیں اور ہرے پتے جھٹ پٹ نکل آئے۔ اور ہر ٹکڑے ٹکڑے گل ہوئے اور ہر تاروں ببلوں کے جھکھٹ اُس پر جمع ہوئے۔ اور اُنہوں نے اپنے شیریں نغموں کا ایسا شور اور غلغلہ مچایا کہ وہ لوگ جو فراب غفلت میں ایسے پڑے سوتے تھے کہ خواب بھی نہیں دیکھتے تھے جاگ اُٹھے اور اس نغمہ سرود سرائی کے سُنے میں ایسے دل جان سے مصروف ہوئے کہ پھر ان کو خواب غفلت نہ آیا۔ اور ہر کانوں کے لطف کا یہ سامان ہو رہا ہی تھا کہ اور ہر زبان کی چکھوتیوں کے لئے اُس درخت کے نور چل بھی آمو جو ہوئے ان پھلوں میں ہر وہ تھا کہ جن کی زبان کا ذائقہ برسوں سے بگڑا ہوا تھا اُن کو بھی ایسی لذت آتی تھی کہ کبھی اُن کا جی نہ بھرتا تھا یہ سب کچھ تھا کہ جس سرزمین میں یہ درخت لگا تھا وہ پتھریلی تھی اور وہاں ہر صحر اور طوفان باد بھی اکثر آیا کرتے تھے۔ اس لئے درخت کے سر سبز اور شاداب کھنے میں باغبان کو شقت شادہ اٹھانی پڑتی تھی ہر وقت تردد اور فکر رہتا تھا کہ کسی طوفان کے جھٹکے میں میرا یہ پاپا یا نونال نہ آجائے آخر کار اپنی تجربہ کار و پیراۓ سالہ دماغ لیشی سے باغبان کو یہ خیال آیا کہ میں کب تک اس پتھریلی زمین میں اپنے درخت کو تروتازہ اور سیراب کھوں گا اور طوفان باد سے بچانے کے لئے جوں گا۔ بہتر ہے کہ میں خود ہی اس درخت کو چڑے اگھیروں اور اُس کو سکھاؤں اور اسکی نایاب لکڑی کو اپنی قوم میں تقسیم کر دوں مدعو کا ریگی اور صنایع تباہی کہ جس سے نہایت کام کی خوبصورت چیزیں تراش تراش کر بنائیں اور اُس سے قائمہ اور خطا اٹھائیں سولے اسکے درخت کے بیج بھی ایسے پھیل گئے ہیں کہ اور باغبان اُن کو لگا کر اپنی قوم کو اُس سے متنع کر دیں غرض اُس نے یہ سوچ کر کہ اگر میں نہاؤں تو اس لکڑی کی سڈول چیزیں بنانی سکھا دینگا اُسکے کاٹنے کا

تصد کیا تاکہ جو درخت سے پرے غائے محل ہوتے ہیں وہ سب اُس کی قوم کو مال ہوں غرض کہ خدا کا وہ دن کرے کہ یہ باغبان اپنے منصوبوں، امرہ دیکھے اور اپنے درخت کی لکڑی کی سٹول تیشی ہوئی چیزوں سے اپنی قوم کو راستہ پامس جس وقت کہ یہ نرلا بیج میاں پر گیا تھا تو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کا کیا رنگ ہوگا اور وہ کیسے پھل پھول لادیکھا اور کیسے سٹولنے کھلا دیگا مگر اب تو وہ ماشاء اللہ سات برس کا ہر ہر بھرا بھولا پھلا درخت کھڑا ہے اہل نظر اُسکے برگ و بار کی کیفیت بتا سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ اُس سے کیا کیا شے پیدا ہوئے اور انہوں نے کن کن شیریں بانوں کے کام دمان کو شکر سے چڑ کیا۔ لو کہ تلخ کاموں کو حوصلہ سنے یادہ کر دی معلوم ہوئی۔ اُسکے رگ وریشہ کس کس طور سے لوگوں کے دلوں میں پھیل کر مضبوط جڑ پکڑ گئے اور اُسکی ڈالیاں کہاں کہاں پھیلیں۔ ان سب باتوں کے دیکھنے کی مجھے فرصت نہیں ہے مگر میں تو فقط یہ دیکھتا ہوں کہ اُسکے سایہ تلے اُردو زبان کے علم انشانے کیونکر نشوونما پایا۔ اور خیالات لوگوں کے کیونکر اُسکے پھلوں کے کھانے سے پروردہ ہوئے۔ اگرچہ یہ دو باتیں مختلف رنگ کی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر حقیقت میں وہ ہر رنگ ہیں اس لئے کہ خیالات میں اور الفاظ میں ایک قسمتی پیوند ہے کہ وہ جدا نہیں ہو سکتا خیالات ہی الفاظ کو زبان سے نکالتے ہیں اور الفاظ ہی خیالات پیدا کرتے ہیں وہ ایک ہی چیز ہے کبھی مانع میں ہوتی ہے کبھی بان میں۔ وہ زبان سے نکلتی ہے مانع میں باقی ہے اور مانع سے نکلتی ہے بان پر آتی ہے۔ خلاصہ اس ادھر کی تقریر کا یہ ہے کہ ہر قوم کا علم ادب اور انشان اُس قوم کے خیالات اور اخلاق کا آئینہ ہوتا ہے۔ جب کوئی قوم پستی کے گٹھے میں گرتی ہے اور عیش و عشرت اور کالی اور سستی کے نشہ میں مست ہوتی ہے تو اُسکے سارے علم ادب میں بڑی باتیں رچ جاتی ہیں چنانچہ جب سے ہندستان میں اہل اسلام کا نرل شروع ہوا ہے تو ان کی زبان کے سارے علم ادب کی کتابوں میں سوا عاشقانہ غزلوں، واسوختوں، مدحیہ قصیدوں، ہجو کے قطعوں، بے سود قصے و کہانیوں کی مثنویوں کے کچھ اور نہیں۔ ساری ہمت شاعرانہ اور جود اور ذہانت طبع انہیں مضامین میں صرف ہوتی ہے۔ بات میں انہیں میں تلاش مضمون ہتی ہے شاید کوئی کتاب نرل اور رفٹ سے خالی ہوگی جس میں عورتوں کے طعنے مینے اور لوٹنوں کی گال لکھوچ نہ ہوگی جن کو بخت خاں غراب نرل انوں کو ان مضامین میں لطف آتا ہے وہ تو مجنون بن کر قیس فرما دو کبھی عشق بازی میں مات کرنا چاہتے ہیں۔ سوائے اسکے اخلاق کے بد ہو جانے کے جبکہ جن الفاظ کا مفہوم نیک بھی ہوتا ہے اُسکے لئے بھی معنی تازہ وہ گھڑ لئے جاتے ہیں کہ جن سے اُن کا مفہوم بھی بد ہو جاتا ہے۔ ہر اصل الفاظ جن کے معنی ستھرے اور پاک تھے اس خیر زمانہ میں غلیظ اور ناپاک معنی میں متعل ہونے لگے مثالیں سینکڑوں میں چند ان میں سے لکھی جاتی ہیں +

حضرت شیطان کو کہتے ہیں۔ ولی اللہ اور معصوم یہ بوقوف اسنادہ لوح کھلاتے ہیں مگر بھنگی کا نام ہے  
 طیفہ جہام اور ہندی کا لقب ہے۔ پاکبانہ سبزی پھلنے کی صافی کھلاتی ہے۔ مرقوی پڑھے ہوئے جن  
 کھلاتے ہیں۔ تہذیب الاخلاق کا نام تخریب الاخلاق رکھا گیا ہے۔ اب اسکے دو سبب ہو سکتے ہیں کہ یا تو  
 ٹھکانہ کسی سے ایسی نفرت لوگوں کو ہو گئی ہے۔ کہ وہ الفاظ کے معنی تبرک اور مقدس کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔  
 یا بیاکاری اور مکاری ان میں ایسی بڑھ گئی ہے۔ کہ جو حضرت بنتے ہیں۔ وہ شیطان ہی ہوتے ہیں۔ جو  
 ولی اللہ اور معصوم ہونے کا دعوے کرتے ہیں وہ احمق ہی ہوتے ہیں غرض اخلاق اور علم ادب کی ترقی  
 اور منزل ساتھ ساتھ ہوتی چلی آئی ہے۔ جو لوگ رموز زبان سے آشنا ہیں وہ ان باتوں کو خوب سمجھتے ہیں  
 بسیم بالتفصیل لکھتے ہیں کہ اس تہذیب الاخلاق نے ان دونوں باتوں میں کیا کیا اپنے اثر دکھائے اور  
 ان کے کیا کیا اثرے اور نتیجے عمل میں آئے +

اول۔ جو بڑا اُس نے کام کیا اور حقیقت میں وہ بڑا ہی کام ہے۔ وہ یہ ہے کہ مغربی خیالات کو مشرقی زبان  
 میں اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ ان کی حسانت اصل سے بھی زیادہ ہو گئی ہے بعض فاضلوں کی یہ رائے ہے کہ اردو  
 زبان میں یہ قابلیت ہی نہیں کہ مغربی خیالات اُس میں سمائیں اب اس پر چنے خود اس کام کو کر کے دکھلادیا  
 کہ مغربی خیالات خواہ کسی قسم کے ہوں وہ سب اردو زبان میں ادا ہو سکتے ہیں بشرطیکہ کوئی ادراک و الالاق اور قابل ہو  
 سید احمد خاں صاحب میں ایک استعداد اور طرہ خداداد ایسا ہے کہ وہ ان مغربی خیالات کو اپنی زبان میں اُس میں اور  
 بے تکلفی سے ادا کرتے ہیں اور اپنی جودت طبع اور عالی دماغی سے کوئی اصلاح یا کوئی بات ایسی زیادہ کر دیتے  
 ہیں کہ وہ مضمون مغربی زبان سے زیادہ ترشگفتہ اور متین ہو جاتا ہے مشرقی خیالات پہلے اپنے زمانہ میں ہی  
 قدر و منزلت رکھتے تھے مگر آج کل وہ ذلیل اور زائل سمجھے جاتے ہیں اور مجیرین معلوم ہوتے ہیں۔ جو ان میں مشغلہ  
 رکھتے ہیں وہ اپنی حماقت کو بڑھاتے اور عقل کو گھٹاتے ہیں۔ اس لئے اس ملک میں بڑی ضرورت اس امر  
 کی تھی کہ کوئی ذخیرہ مغربی خیالات کا ایسا جمع ہو کہ اُس سے سرمایہ دانش حاصل ہو سو اس وقت چرکی بدولت سا  
 جلدیں جن کے قریب وہ ہزار صفحہ ہونگے نہایت عمدہ کا قدر نفس ٹیپکے چھاپہ کی موجود ہیں اھان میں بستے  
 مضمون خیالات مغربی سے بھرے ہوئے ہیں ان کے سبب ہندوستانی اخباروں کی اور خانگی خط و کتابت  
 کی اور نو تصنیف کتابوں کی طرز و نحو میں بڑا فرق ہو گیا ہے۔ اب تک ہندی سے لوگ اچھا اٹھائے جاتے  
 ہیں اور بھاری بھاری لفظوں اور موئے موئے کلموں سے مضامین کی گردن نہیں توڑتے بیوقوف  
 استعارات اور تشبیہات کی چھری سے اُن کا خون نہیں کرتے۔ شرکت الفاظ بے حشمت معنی نہیں  
 دکھاتے۔ پہلے جو امر کے عادی تھے کہ الفاظ کے پھولوں کو اُنہوں نے گونچا گانچا۔ کبھی اُس کا سرو



الخطبات الاحمدية في العرب والسيه والحمد لله

[illegible]

احکام طعمہ این کتاب

یہاں کوڑا لکڑی، کھجور، گندم، چنے، ماش، مٹر، بھجور، جوار، گجرات، پنبہ، سبزی، میوے، دوا، اور دیگر چیزیں ملتی ہیں۔

سرسید کے: بی نقاب

[illegible]

مكتبة جامعة القاهرة

۱۰۰

1943-1944

از جمله من جمله حق و باطل و از آنجا که حق و باطل  
فقط در حق و باطل و از آنجا که حق و باطل و از آنجا که حق و باطل

سلام

في يوم الاثنين ١٠ من شهر ربيع الثاني ١٣٤٠

اس باب بقا و ثبوت

در وقتیکه که در این زمانه است

از آله العظیمین علیهم السلام و القسینین

[illegible]

## خلق الانسان

[illegible]

انتظرني بعض مسائل الامام ابن محمد الغزالي رحمه الله عليه

[illegible]

# ابن الجان علی ما فی القرآن

# فصل فی الامام حسن علی محمد الیاسم

بسم الله الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام علی من لا نبي بعده  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین

## تشریح فی فضائل ائمه

بسم الله الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام علی من لا نبي بعده  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین

## فصل فی فضائل ائمه

## فصل فی فضائل ائمه

بسم الله الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام علی من لا نبي بعده  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین

## فصل فی فضائل ائمه

بسم الله الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام علی من لا نبي بعده  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین

## فصل فی فضائل ائمه

بسم الله الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام علی من لا نبي بعده  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین

بسم الله الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام علی من لا نبي بعده  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین  
والسلام علیکم وعلیٰ اهل بیتکم الطیبین

